مُصنّف : صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن

ملنے کا پتہ :

مکتبہ رُشد و ہدایت

طارق آباد - فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقاماتِ نبوّت

مُصنّف

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن زیدی

ملنے کا پتہ

مکتبہ رُشد وھدایت

طارق آباد۔ فیصل آباد

قیمت : -/۲۵ روپے

فہرست مضامین

صفحہ

نذرِ عقیدت

میں اپنی اس حقیر پیش کش کو اپنے پیر و مُرشد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ۔ قطبِ زماں ۔ دستگیرِ جہاں حضرت صاحبزادہ پیر سیّد علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین آستانۂ عالیہ علی پُور شریف کی خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہوں ۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

گدائے دربارِ لاثانی

افتخار الحسن

عرضِ مُصنّف

مقاماتِ نبوت — کا چھٹا ایڈیشن قارئین کے پیشِ خدمت ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ میں نے جب اس کتاب کو شروع کیا تھا تو اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میری یہ متاعِ مفلسانہ عوام میں اتنی مقبول ہو گی کہ اس کی اشاعت کے لئے چوتھے ایڈیشن کی ضرورت پیش آئے گی۔ کیوں کہ اس مقدس اور پیارے موضوع پر اس سے پہلے ہزاروں علماء و فضلا اپنی اپنی بساط اور اپنے اپنے علم کے مطابق اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کر چکے ہیں اور اس کملی والے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ پاک میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اس لئے مجھے فکر تھا کہیں میری یہ حقیرانہ پیش کش صدا البصحرا ہو کر نہ رہ جائے۔

مگر اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس ضلالت و گمراہی۔ فحاشی و عیاشی اور فسق و فجور کے زمانے میں ایسے لوگ ابھی موجود ہیں کہ جن کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت اور دین و مذہب کا بے پناہ جذبہ موجود ہے اور اس مادہ پرستی کے دور میں بھی ایسے لوگ ابھی ہیں کہ جو اپنی روحانی راہنمائی اور اپنے عقائدِ حقہ کی حفاظت کے لئے کسی مردِ درویش یا کسی اور وسیلے کی تلاش میں رہتے ہیں اور اس اندھیری دنیا میں اگر رومانی ناول۔ فرضی کہانیاں۔ واہیات رسالے اور فحش لٹریچر پڑھنے والے ہیں تو اس کے مقابلہ میں ایمان کی روشنی کے متلاشی دینی و مذہبی اسلامی و اصلاحی اور اخلاقی کتابیں پڑھنے والے بھی موجود ہیں۔ تو میری اس فقیرانہ پیش کش کی بے پناہ

مقبولیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی و مذہبی دل و دماغ اور اسلامی و اخلاقی ذہن رکھنے والوں کی پوری پوری رہنمائی ہوتی ہے اور اسی لئے میں نے چوتھے ایڈیشن میں کئی ایک جگہوں پر کئی ایک مسائل کا اضافہ کر دیا ہے۔

اور یہ سب کچھ میرے مُرشدِ لاثانی کا صدقہ۔ والدِ مرحومؒ کا فیض اور والدہ مرحومہ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات کے اتھاہ سمندر کی غواصی کر کے اس سے گوہرِ مقصود حاصل کرتا۔

آخر ___ میں میں علمائے حق اہل سنّت والجماعت کا بھی احسان مند ہوں کہ جنھوں نے اس کتاب (مُقاماتِ نبوّت) کو پڑھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان میں سے عالی جناب حضرت علّامہ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ آلو مہار شریف۔ حضرت علّامہ خطیب پاکستان مولانا صوفی غلام حسین صاحب گوجرہ منڈی۔ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب ڈسٹرکٹ خطیب فیصل آباد جامع مسجد نور طارق آباد۔ اور حضرت علامہ مولانا محمد سلیم صاحب خطیب فیصل آباد قابلِ ذکر ہیں۔

(صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن زیدی)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

پیشِ لفظ

مِصر کی اس مفلس مگر مخلص بڑھیا کی طرح جس نے مِصر کے بادشاہی خزانوں سے مقابلے میں اپنی ساری کائنات ایک سُوت کی اَٹی کی صورت میں پیش کر کے حضرتِ یوسف علیہ السّلام کے خریداروں میں اپنا نام لکھوا لیا تھا۔ میں نے بھی کئی بار ارادہ کیا کہ شہنشاہِ کون و مکان، رحمتِ دوجہاں۔ امام الانبیاء اور حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ پاک کے مقدس موضوع پر اپنی متاعِ مفلسانہ عوام کے سامنے پیش کروں لیکن جونہی میں نے قلم اُٹھایا ضمیر نے ملامت کی کہ کہاں تو بندۂ ناداں اور کہاں آقائے دوعالم کی شان! کہاں تیرا کم اور اک اور کہاں ثنائے صاحبِ لولاک! ذرۂ ناچیز ہو کر آفتابِ نبوت کی سنہری اور حسین کرنوں سے کھیلنا چاہتا ہے؟

لیکن آج جب کہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان میں مقامِ نبوّت اور شانِ رسالت میں بڑی دریدہ دہنی سے گستاخیاں اور بے ادبیاں ہونے لگیں اور بے دین۔ بدمذہب بدعقیدہ اور گمراہ لوگ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو محض ڈاکیہ۔ ہرکارہ، بے اختیار۔ مجبُور و معذور اور نعوذُ باللہ اپنی طرح کا ایک معمولی بشر بنا کر عوام کے سامنے پیش کر کے سادہ دل مسلمانوں کی متاعِ ایمان کو لُوٹنے لگے تو پھر تو پھر غیرتِ ایمانی نے پکارا اور ناموسِ رسالتؐ نے آواز دی کہ اُٹھ اور اپنی عقیدت کے پھولوں کا ایک مہکتا ہوا حسین گلدستہ "مقامِ نبوّت" کی صورت میں دربارِ گہر بارِ رسالت میں پیش کر اور ایک مشعل روشن

کر۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی غیر فانی خوشبو سے انسانی دماغ مہک اٹھیں اور بہت ممکن ہے کہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہزاروں انسانوں کو اس کی روشنی سے سیدھا راستہ مل جائے اور ایمان کے ڈاکوؤں اور دین کے لیٹروں سے بھولے بھالے مسلمان اپنی متاعِ ایمان بچالیں۔

توحید اور شرک کی ٹکر۔ اسلام اور کفر کی لڑائی اور حق اور باطل کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور قیامت تک رہے گی لیکن حق کی کوئی اپنی ظاہری شکل وصورت نہیں ہوتی اور نہ ہی باطل کی۔ مگر یہ دونوں قوتیں ہر زمانے میں مختلف انسانوں کی شکل وصورت میں نمودار ہو کر آپس میں دست وگریباں ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی باطل کبھی نمرود وفرعون کی ناپاک صورتوں میں ظاہر ہوا اور کبھی ابوجہل وابولہب کی منحوس شکلوں میں آیا اور حق کبھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مقدس پیشانیوں میں چمکا اور کبھی جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن کر مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں میں جلوہ گر ہوا اور پھر ان دونوں قوتوں کی پہلی جنگ میدانِ بدر میں ہوئی جب کہ باطل نے اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ ابوجہل کی زیر کمان میدانِ بدر میں پڑے جمائے۔ تو حق مجسمۂ حق کی زیر اطاعت حق وصداقت کا پرچم لہراتا ہوا مقابلہ میں آیا۔ اور پھر میدانِ بدر کے ریگستان میں کھجور کی ایک پھٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اس مظہرِ حق کو دربارِ ذاتِ حق میں یہ دعا کرتے ہوئے دیکھا گیا کہ اے میرے خالقِ کائنات میں اپنے تین سو تیرہ جاںنثاروں کو تیری عظمت اور تیری توحید کا نام بلند کرنے کے لئے میدان میں لے آیا ہوں۔ لیکن اب ؎

اگر کفار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا

تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوچھنے والا

بس پھر کیا تھا ادھر مظہرِ حق نے دعا کی اُدھر ذاتِ حق نے نصرت کے لئے فرشتوں کی ایک جماعت عطا کی۔

آج کل باطل پھر بداعتقادی۔ بدمذہبی اور بے دینی و گمراہی کی صورت میں ظاہر ہو کر کہیں انکارِ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار کر رہا ہے اور کہیں انکارِ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہیں ترقی و ثقافت کے نام پر ہوٹلوں اور کلب گھروں میں ناچ رہا ہے اور کہیں تہذیب و تمدن کی آڑ لے کر ننگے سر بازاروں میں گھوم رہا ہے اور نبوت چونکہ ختم ہو چکی ہے حقیقی ہو یا مجازی۔ ظلی ہو یا بروزی۔ اس لئے اس باطل کی اصلاح کے لئے اب علماء حق اہلسنت وجماعت کو چاہیئے کہ وہ وارثِ انبیاء کی صحیح معنوں میں تصویر بن کر اس بد اعتقادی۔ بدمذہبی۔ بے دینی۔ گمراہی اور باطل پرستی کا خاتمہ کرنے کے لئے میدانِ عمل میں آئیں اور اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے علماء کرام سرگرمِ عمل ہیں۔ میری کتاب "مقاماتِ نبوت" بھی اسی سلسلۂ عمل کی ایک کڑی ہے۔ بعض لوگ اپنی جہالت کی بناء پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ دین میں یہ گروہ بندی۔ مذہب میں تفرقہ۔ اسلام میں منافرت اور عقائد میں ایسے اختلاف نہیں ہونے چاہئیں۔ اور یہ سنی شیعہ کا جھگڑا۔ دیوبندی بریلوی کا فساد اور یہ حنفی اور وہابی کا تصادم کیوں ہے بس سیدھے سادے مسلمان بن کر رہنا چاہیئے۔ لیکن ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ روشنی کے مقابلے میں اندھیرا بھی ہے اور شام کے مقابلے میں سویرا بھی۔ دن کے مقابلے میں رات بھی ہے اور نور کے مقابلے میں ظلمات بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون و ہامان بھی ہے اور حضرتِ آدم علیہ السلام کے مقابلے میں شیطان بھی۔ اندھیرے نے روشنی کو عزت بخشی اور شام نے سویرے کو۔ رات نے دن کی قدر بڑھائی اور ظلمات نے نور کی۔ فرعون و ہامان نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی شان کو بلند کیا اور شیطان نے حضرتِ آدم علیہ السلام کی۔ شرک نے توحید کو چمکایا اور کفر نے اسلام کو۔ باطل نے حق کی پہچان کروائی اور ابوجہل کی مخالفت نے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ نبوت کو اجاگر کیا۔ غرضیکہ یہ سب کچھ منشائے خداوندی کے

مطابق ہے مثلاً خداوندِ کریم نے مٹی کا ایک مقدس مجسمہ حضرتِ آدم علیہ السلام کی پاک صورت میں کھڑا کر کے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ اے میرے فرشتو اگرچہ تم نوری ہو لیکن میرے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اس مٹی کے حسین پتلے کو سجدہ کرو۔ بس پھر کیا تھا فرمانِ خداوندی سنتے ہی تمام فرشتے بغیر کسی تامل کے حضرتِ آدم علیہ السّلام کے پاک قدموں میں جھک گئے مگر شیطان اپنے تکبر و غرور کی بنا پر اکڑ گیا! تو اس طرح ابتدائے آفرینش سے ہی دو گروہ۔ دو ٹولے۔ دو جماعتیں اور دو فرقے بن گئے۔ ایک نیاز مندی سے جھکنے والا ایک نخوت سے اکڑنے والا۔ اس لحاظ سے جو انبیاء اور اولیاء کے ادب و احترام اور توقیر و تعظیم کے لئے ان کے قدموں میں جھک جائے وہ مسلمان ہے اور سنّتِ ملائکہ پر عمل کرتا ہے اور جو تکبر و غرور بے ادبی اور گستاخی کرتے ہوئے اکڑ جائے وہ شیطان ہے اور اسی کا کردار ادا کرتا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ انبیاء اولیاء کی توقیر و تعظیم کی نعمت صرف اہلِ حق فرقۂ اہلِ سنّت والجماعت کو ہی حاصل ہے یہ اپنے آپ کو سیدھے سادھے مسلمان رکھنے والے بھلا مجھے ایسی نماز تو پڑھ کر دکھائیں جو نہ شیعوں کی ہو۔ اور نہ سنیوں کی نہ حنفیوں کی ہو اور نہ وہابیوں کی تو ظاہر ہے کہ کوئی ایسی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ کیوں کہ اگر کسی نے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی تو دیکھنے والا سمجھے گا کہ یہ شیعہ ہے اور اگر ہاتھ ناف کے نیچے باندھے گا۔ تو دیکھنے والا سمجھے گا کہ یہ حنفی ہے اور اگر ہاتھ ناف کے اوپر باندھے گا تو دیکھنے والا سمجھے گا کہ یہ وہابی ہے۔ بہر صورت کسی نہ کسی جماعت یا فرقے میں شامل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

میں نے اپنی اس کتاب "**مقاماتِ نبوت**" میں عقائدِ حقہ اہلِ سنّت وجماعت کو پورے دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ہر کتاب کا حوالہ مع جلد و صفحہ کے لکھ دیا ہے۔

آخر میں میں قارئینِ کرام سے گزارش کروں گا۔ کہ میری اس پہلی پیشکش میں اگر کوئی خامی محسوس کریں تو اُسے جرأتِ رندانہ سمجھ کر معاف کر دیں۔

کیوں کہ اس ایمان افروز۔ رُوح پرور۔ دل کش۔ وجد آفرین اور انتہائی نازک موضوع کو احاطۂ تحریر میں لانا اور اس بحرِ بے کنار میں تیرنا مجھ جیسے بے علم اور کم ہمت انسان کا کام نہیں ہے مگر بارگاہِ خداوندی میں اس التجا کے پیشِ نظر قدم اٹھا چکا ہوں کہ۔

تو خشکی تری پہ قادر ہے آسان میری مشکل کر دے
ساحل کی طرف کشتی نہ سہی کشتی کی طرف ساحل کر دے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
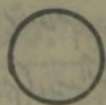
میلاد — مولود اور ولادت کا ایک ہی مفہوم ہے یعنی کسی کے پیدا ہونے کا ذکر کرنا۔ کسی کی پیدائش کا تذکرہ کرنا اور کسی کی ولادت کی اطلاع و خبر دینے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کے حالات کو بھی۔ بیان کرنا! جیسا کہ قرآنِ مجید میں خداوند تعالیٰ نے اکثر انبیاءؑ علیہم السلام کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ساتھ ساتھ ان کی زندگیوں کے حالات کو بھی پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے!

شلاً — حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادتِ پاک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے

وَ سَلَامٌ عَلَیۡہِ یَوۡمَ وُلِدَ کہ جس دن حضرتِ یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے — اس دن پر سلام — یا ان کی ولادت پر سلام۔

اور — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا :-

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ — کہ جس دن میں پیدا ہوا — اس دن پر میرا ہی سلام مجھ پر —

ان کے علاوہ حضرتِ ابراہیمؑ۔ حضرتِ موسیٰؑ۔ حضرتِ یونسؑ۔ حضرتِ یعقوبؑ اور حضرتِ یوسف علیہم السلام کی ولادتِ پاک کے ذکرِ خیر اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ شریف کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ کی آمد کی اطلاع — تشریف آوری کی خبر اور جلوہ فرمائی کے اعلان کے ساتھ ساتھ آپ کی مقدس زندگی کے ہر پہلو پر شرح وبسط سے روشنی ڈالی

گئی ہے :۔

کہیں آپؐ کے خلقِ عظیم کا تذکرہ ہے اور کہیں آپؐ کے لطف وکرم کا ذکر۔ کہیں آپؐ کے حسن وجمال کی تصویر ہے اور کہیں آپؐ کے خطبات کی تفسیر۔ کسی جگہ پر منبرِ پاک پر آپؐ کی جلوہ فرمائی کا بیان ہے اور کسی مقام پر میدانِ جہاد میں آپؐ کی سپہ سالاری کا تذکرہ ہے۔ اور کبھی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ فرما کر تمام انبیاء علیہم السلام سے آپؐ کی رسالت پر ایمان لانے کا عہد لیا جا رہا ہے اور کبھی مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کہہ کر روح اللہ سے ان کی آمد کی خوشخبری دلائی جا رہی ہے ۔ کبھی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا کے الفاظ میں حضرت خلیل اللہ علیہم السلام سے انہیں مبعوث کرنے کی دعا کرائی جا رہی ہے اور کبھی ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ۔ فرما کر خود آپؐ کی تشریف آوری کا عام اعلان فرما رہا ہے اور یہی میلاد ہے۔

دورانِ سال عموماً اور ربیع الاول شریف یعنی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس مہینہ میں ہر دیوار پر اور ہر مسجد میں دو قسم کے اشتہار دیکھنے اور پڑھنے میں آتے ہیں۔

ایک کا عنوان ہوتا ہے جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے داعی و منتظم اہلحدیث اور دیوبندی حضرات ہوتے ہیں۔

دوسرے کا سرنامہ ہوتا ہے "جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس کے مشتہر و مہتم اہلِ سنت وجماعت یعنی بریلوی احباب کرام ہوتے ہیں۔

آئیے ۔ ذرا تعصب و عناد کے گرد و غبار کو جھاڑ کر حق و صداقت کی تلاش کے لئے دیکھیں کہ ان مختلف العقائد حضرات میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے ۔ صحیح راستہ پر کون چل رہا ہے اور بھٹکا ہوا مسافر کون ہے ۔ حق کس کے دامن میں ہے اور باطل کس کی جھولی میں

اور شرک و بدعت کے اندھیروں میں کون کھویا ہوا ہے اور رشد و ہدایت کی روشنی

میں کون مسرور ہے ۔۔۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جلسے کرانے اور کرنے والوں سے میں پورے ادب و احترام سے پوچھتا ہوں کہ ۔۔۔ صحاح ستہ یعنی بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ ترمذی شریف۔ نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف اور ابو داؤد شریف میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں باب ہے ؟

اگر ہے تو ثابت کرو !

اور اگر نہیں ہے ۔۔ تو پھر اہلِ حدیث ہو کر ایسے جلسے کا پروگرام کیوں بناتے ہو جس کا ثبوت حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

سوال : بریلوی حضرات جو جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی تزک و احتشام سے مناتے ہیں کیا حدیث کی کسی کتاب یعنی صحاح ستہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں اور کوئی باب ہے ؟

جواب : ہاں ہے !

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ باب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اعتراض ۔۔۔ چلو یہ تو مان لیا کہ صحاح ستہ میں باب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لیکن یہ عید ہے اور کیوں ہے ؟ اور کیسے ہے ؟

جواب : عید کا لفظ بھی قرآنِ مجید میں موجود ہے۔

پارہ ۷ سورۃ المائدہ۔ آیت ۱۱۴

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے جب یہ سوال کیا کہ کیا آپ کا رب آسمانوں سے پکا پکایا اور کھانوں سے بھرا ہوا دستر خوان بھیجنے پر قادر ہے ؟

ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا ۔۔۔ اگر ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو ۔۔۔ مطلب یہ کہ ایماندار ہو کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہ کرو۔

مفہوم —— یہ کہ ہاں میرا اللہ ایسا کر سکتا ہے ——

اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی :-

اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔

کہ —— اے میرے اللہ آسمانوں سے ہمارے لئے پکے پکائے کھانوں سے بھرا ہوا دستر خوان نازل فرما دے۔ تاکہ ہمارے لئے —— ہم سے پہلوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے۔

اللہ کریم نے ابنِ مریم علیہ السلام کی دُعا قبول کرتے ہوئے بہترین کھانوں سے بھرا ہوا دستر خوان اتار دیا اور اس طرح حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں یعنی ایمان والوں کی عید ہو گئی۔ قرآنِ پاک کی اس روشن آیت سے یہ حقیقت پوری طرح سے واضح ہو جاتی ہے کہ جس دن اللہ کریم کی طرف سے کوئی نعمت عطا ہو ایمان والوں کے لئے وہ دن عید کا بن جاتا ہے۔ اور پھر عید کے دن ہر طرح کی خوشی —— ہر طرح کا جشن اور ہر قسم کی چہل پہل منانے کے ساتھ ساتھ صاف ستھرے کپڑے پہننے، خوشبو لگانی، غسل کرنا، دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنا۔ مٹھائی تقسیم کرنا اور ہر ایک کو مبارک باد دینا ہر لحاظ سے جائز اور درست ہے۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بارہ ربیع الاوّل شریف کے مبارک دن میں خداوند کریم کی طرف سے سب سے بڑی نعمت سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نورانی صورت میں ساری نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے اہلِ ایمان کو عطا ہوئی اس لئے بریلوی حضرات اس نعمتِ عظمیٰ کی خوشی میں جشنِ عید میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مناتے ہیں۔ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں —— بازار سجاتے ہیں! خوبصورت محرابیں بناتے ہیں —— جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ جھنڈے لہراتے ہیں —— ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ نعت خوانی کا لُطف اٹھاتے ہیں اور درود و سلام کے پھُول نچھاور کرتے ہیں۔ اور پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ امام الانبیاء

صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ باسعادت کے وقت یہ سب کچھ ہوا۔

جھنڈے خدانے لہرائے ——— درود وسلام فرشتوں نے پڑھا۔ مبارک باد جانوروں نے دی۔ اعلان نبیوں نے کیا۔ منادی جبرئیل نے سنائی اور۔ گواہی شجر و حجر نے دی۔

سوال :۔ چلو ہم عید بھی مان لیتے ہیں لیکن ان بریلویوں نے جشن کہاں سے لے لیا ہے؟

جواب :۔ اس لفظ کی تلاش کے لیے کوئی زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگر آپ شرک وبدعت کی مشین کو ذرا بند کر کے اپنے گریبان میں جھانکیں گے تو یہ لفظ آپ کے دامن پہ نمایاں طور پر دکھائی دے گا۔

"یعنی صد سالہ جشن دیوبند"!

اعتراض :۔ چلو ہم یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں لیکن بارہ ربیع الاوّل تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کا دن ہے اس دن افسوس کرنا چاہیئے سوگ منانا چاہیئے اور غم کا اظہار کرنا چاہیئے نہ کہ خوشی منانی ——— جلوس نکالنے! مٹھائی تقسیم کرنی اور جھنڈے لہرانے چاہئیں؟

جواب :۔ یہ ٹھیک ہے کہ کسی کی وفات پر ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

لیکن — ولادت ——— پیدائش اور زندگی پہلے ہوتی ہے اور موت، وفات اور مرنا بعد میں ہوتا ہے ———

پہلے بریلوی حضرات کو سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیدائش مبارک اور ولادتِ باسعادت کی خوشی منانے دو ——— اور عشق مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یہ متوالے لوگ موت و وفات کے قائل ہی نہیں ہیں! — اور اگر ہیں تو صرف اتنے — کہ انبیاء پر بھی موت آتی ہے — آتی ہے لیکن فقط آنی ہے۔ یعنی ایک آنِ واحد کے لئے — جیسے چاند پہ ہلکا سا بادل کا ٹکڑا آجائے اور فوراً ہی ہٹ جائے۔ اور پھر اس کے بعد

اسی طرح چاند اپنی پوری آب وتاب سے روشن ہو جاتا ہے۔

تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلّم پر بھی موت کا ہلکا سا پردہ آیا —— اور پھر اسی طرح حیاتِ طیّبہ ـ وہی زندگی ـ بلکہ پہلے سے بھی بہتر

مشکوٰۃ شریف صہ ۱۲۱ ـ ابن ماجہ صہ ۷۷

حضرتِ ابی دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو اس لئے کہ یہی دن قیامت کا ہے —— فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور حضرتِ آدم علیہ السلام بھی اسی دن پیدا کئے گئے۔

عرض کی گئی —— وَبَعْدَ الْمَوْتِ —— کہ آپ کی موت کے بعد بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

فرمایا ـ

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ ـ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ ـ

کہ اللہ کریم نے زمین پر انبیائے کرام کے جسم کو حرام کر دیا ہے کہ اسے کھائے پس اللہ کے نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

اعتراض —— چلو یار یہ بھی صحیح ہے لیکن یہ پرشکوہ جلوس کی بھی کوئی سند ہے —— ؟

جواب :- ہاں ـ ہے ـ

مسلم شریف جلد ۲ صہ ۴۱۹ باب الھجرت

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو دلکش منظر —— روح پرور نظارے اور ایمان افروز جلوہ کچھ یوں تھا کہ پورے مدینہ منوّرہ کو دلہن کی طرح سے سجایا گیا تھا ——

اور ——

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوتِ تَفَرَّقَ غِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطَّرِيْقِ وَيُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ

مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ۔ چھوٹے چھوٹے بچے گلیوں میں خوشی میں دوڑتے پھرتے تھے اور یا محمد و یا رسول اللہ کے فلک شگاف نعرے لگاتے تھے

اور ۔

کہیں معصوم ننھی بچیاں تھیں دف بجاتی تھیں
رسُولِ پاکؐ کی جانب اشارے کرکے گاتی تھیں
کہ ہم ہیں لڑکیاں نجّار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لالؐ کے تشریف لانے کی

ہر مرد کی زبان پر تھا ۔ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ
ہر عورت پکار رہی تھی ۔ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ
اور ۔ در و دیوار چمک اٹھے ۔ اور سب اہلِ ایمان مل کر نعت خوانی کر رہے تھے ۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ترمذی شریف جلد ۲ صـ۲۰۲ حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

لَمَّا كَانَ يَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ ۔

۔ کہ جس دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اس دن آپؐ کے حسن و جمال کے نورانی عکس سے ہر شے روشن ہو گئی ۔

اس حقیقت افروز بیان ۔ بصیرت افروز ذکر اور ایمان افروز تذکرہ کے بعد کوئی حق شناس انسان ۔ حق پرست مرد اور حق پسند مسلمان مجھے بتائے کہ آج دنیائے اسلام کے بریلوی و سنّی حضرات جس ذوق و شوق ۔ عشق و محبّت اور الفت و عقیدت سے اپنے آقا و مولا ۔ رحمتِ دوجہاں اور رونقِ بزمِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دنیا میں تشریف آوری پر جو جلوس نکالتے ہیں کیا یہ سب کچھ اہلِ مدینہ کی سُنّت ۔ ان کی پیروی اور ان کی اقتداء نہیں ہے ۔ اگر نہیں تو ثابت کریں ۔

اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر شرک و بدعت کے فتوے لگانے کی بجائے ان حضرات کو بھی اس سعادت میں شریک ہو کر اپنے دین و ایمان کو روشنی و تازگی بخشنی چاہیئے ۔

سوال ۶ :- چلو جی ۔ ہم جلوس بھی مانتے ہیں لیکن کیا صحابۂ کرام نے بھی نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا میلاد منایا تھا ؟

جواب ۱ :- سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ پاک کے وقت صحابہؓ تھے ہی نہیں تھے ۔ !

جواب ۲ :- جب صحابۂ کرامؓ رضوان اللہ اجمعین کا وجودِ مسعود ہوا اور لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر اور رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دامنِ رحمت آ کر اصحابِ رسولؐ کہلائے اور جب سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں اپنے اصحابی ہونے کی سند عطا فرما دی تو پھر انہوں نے شہنشاہِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلّم کا میلادِ پاک اس انداز سے منایا کہ اس میں خود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنا تعارف کرانا پڑا ۔

ترمذی شریف جلد ۲ صہ ۲۰۲ ۔ مشکوات شریف صہ ۵۱۳

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْتَظِرُوْنَ لَہٗ

کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحابۂ کرام اکٹھے مل کر بیٹھے ہوئے تھے اور نبیٔ پاکؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ خیر کر رہے تھے کسی نے کہا کہ حضرتِ آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ کوئی بولا کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں ۔ کسی نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُوح اللہ ہیں ـــــ اتنے میں تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ـــ اور پُوچھا ـــ کیا باتیں کر رہے تھے ؟

عرض کی گئی ـــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ خیر کر رہے تھے۔ ان کی تعریف و توصیف کر رہے تھے اور اُن کے القاب و خطابات کا تذکرہ کر رہے تھے ! نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا ـــ اَلَا وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ ـــ کہ خبردار میں اللہ کا حبیب ہوں، لیکن اس عالی مرتبہ پر میں فخر نہیں کرتا ـــ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں فرمایا ـــ اس لئے ـــ کہ آدم صفی اللہ بھی ٹھیک ہے ـــ ابراہیم خلیل اللہ بھی درست ہے ـــ اور عیسیٰ روح اللہ بھی صحیح ہے لیکن انہیں ابھی تک یہ پتہ نہیں ہے کہ میں کون ہوں ـــ کہیں میرے متعلق کوئی ایسا لفظ نہ کہہ دیں جو کہ میری شان و عظمت کے خلاف ہو۔

اور پھر مزید فرمایا :-

وَ اَنَا حَامِلُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ـــ اور حمد و ثناء کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا ـــ اور حضرتِ آدم اور دوسرے تمام انبیائے کرام علیہم السلام میرے جھنڈے تلے ہوں گے ـــ وَلَا فَخْرَ ـــ اور میں فخر نہیں کرتا ـــ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّكُ حَلْقَ الْجَنَّۃِ ـــ اور سب سے پہلے میں ہی جنّت کی زنجیر ہلاؤ نگا ـــ اور سب سے پہلے میرے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا ـــ اور میں فخر نہیں کرتا ـــ وَ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ ـــ اور میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سے سب سے زیادہ عزّت و تکریم والا ہوں مگر

میں اس عظمت پر بھی فخر نہیں کرتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے :-

وَاَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ ـــــ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ ـــ وَاَنَا اَوَّلُ النَّاسِ شَافِعٌ وَّمُشَفَّعٌ وَلَا فَخْرَ ـــ اور میں تمام مرسلین علیہ السلام کا قائد ہوں گا خاتم النبیین ہوں ـــ شفاعت کرنے والا ہوں اور شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں ـــ مگر ان مراتب پر میں فخر نہیں کرتا۔

اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انبیاء کرام کا ذکرِ خیر کیا ـــ ان کے فضائل و مراتب کا تذکرہ کیا ـــ ان کے القاب و کمالات کو بیان کیا ـــ

یہی میلادِ پاک ہے

اور پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پیارے انداز میں اپنا تعارف کراتے ہوئے اور اپنی شان و عظمت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مراتب! اپنے فضائل ـــ اپنے محاسن اور اپنے کمالات و درجات کو بیان فرمایا اگر کوئی بریلوی خطیب! ـــ کوئی سُنّی مبلغ ـــ کوئی عاشقِ رسول واعظ اور کوئی خوش الحان مُقرر اسی حدیثِ پاک کو اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے تو یہی میلاد شریف ہے۔

جواب ۳ :- اس بحث کو چھوڑ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میلاد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم منایا ہے یا نہیں ـــ آؤ جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اصحابہ کرام ـــ آئمہ مجتہدین ـــ اکابر محدثین اور سرکردہ مفسرین کے ارشاداتِ عالیہ سن کر اپنے دین و ایمان کی سلامتی اور خاتمہ بالخیر کا سامان پیدا کریں۔

النعمۃ الکبریٰ علی العالم صفحہ نمبر ۷ تا ۱۲ حضرت شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ استنبول ـــ الشیخ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ :-

" قَالَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلٰى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک پر ایک درہم بھی خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

"قَالَ عُمَرُ ـــــ مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَحْیَاءَ الْاِسْلَامَ"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا۔

"قَالَ عُثْمَانُ ـــــ مَنْ اَنْفَقَ دِرْھَمًا عَلٰی قِرَاءَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَاَنَّمَا شَھِدَ غَزْوَۃَ بَدْرٍ وَّحُنَیْنٍ"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک پر ایک درہم بھی خرچ کیا گویا کہ وہ بدر و حنین کے جہاد میں شریک ہوا۔

قَالَ عَلِیُ الْمُرْتَضٰی ـــــ مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ وَکَانَ سَعْیًا لِقِرَاءَتِہٖ لَا یَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْاِیْمَانِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کی تعظیم کی اور اسے بیان کرنے کی کوشش کی وہ دنیا سے ایمان سے جائے گا اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔

"قَالَ حَسَنُ الْبَصْرِیُ۔ لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقْتُہٗ عَلٰی قِرَاءَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک پر خرچ کر دوں۔

"قَالَ الْاِمَامُ جَلَالُ الدِّیْنِ سِیُوْطِی رحمۃ اللہ عَلَیْہِ کِتَاب بالوسائل فِی شرح الشمائل ــ مَامِنْ بَیْتٍ اَوْ مَسْجِدٍ اَوْ مُحَلَّۃٍ قُرِیَ فِیْہِ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِلَّا حَفَّتِ الْمَلٰئِکَۃُ ذَالِکَ الْبَیْتِ اَوِ الْمَسْجِدِ اوالمحلۃِ وَ صَلَّتِ الْمَلٰئِکَۃُ عَلٰی اَھْلِ ذَالِکَ الْمَکَانِ ؛

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بالوسائل فی شرح الشمائل میں فرمایا ہے کہ جس گھر۔ جس مسجد اور جس محلہ میں امام النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا میلادِ پاک پڑھا جائے۔ اللہ کی رحمت کے فرشتے اس مکان۔ اس مسجد اور اس محلہ کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اس مکان والوں پر درود شریف پڑھتے ہیں!

"قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِی ۔ مَنْ جَمَعَ لِمَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِخْوَانًا وَھَیَّأَ طَعَامًا وَاَخْلٰی مَکَانًا وَعَمِلَ اِحْسَانًا وَصَارَ سَبَبًا لِقِرَاءَتِہٖ بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَیَکُوْنُ فِی جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ؛

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے محفلِ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوستوں کو جمع کیا ــ کھانا کھلایا اور مکان خالی کرایا اور میلاد خوانی کا سبب بنا اللہ کریم اسے قیامت کے دن صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور اس کا ٹھکانہ جنت النعیم میں ہو گا۔

" قَالَ الْمَعْرُوْفُ الْکَرْخِی ۔ مَنْ ھَیَّأَ طَعَامًا لِاَجْلِ قِرَاءَتِہٖ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَجَمَعَ اِخْوَانًا وَاَوْقَدَ سِرَاجًا وَلَبِسَ جَدِیْدًا وَتَعَطَّرَ لِتَعْظِیْمًا لِمَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حَشَرَ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الْفِرْقَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ النَّبِیِّیْنَ ؛

حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھانا پکایا۔ لوگوں کو جمع کیا۔ نیا لباس پہنا اور خوشبو سے میلاد کی جگہ کو معطر کیا اور چراغاں کیا اس کا حشر انبیاء علیہم السلام کی رفاقت میں ہو گا۔

"مَامِنْ مُسلِم قرأفِی بَیْتِہٖ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِلَّا رَفَعَ اللّٰہُ سُبحَانَہٗ تَعَالیٰ القَحطَ وَالوَبَاءَ ۔۔ وَالحُزْنَ ۔۔ وَالغَرَقَ وَالآفَاتِ وَالبَلِیَّاتِ ۔ وَعَیْنَ السُّوءِ وَاللُّصُوصِ عَنْ اَھلِ ذَالِکَ البَیْتِ ۔ فَاِذَا مَاتَ ھَوَّنَ اللّٰہُ عَلَیْہِ جَوَابَ مُنکَرٍ وَنَکِیرٍ۔"

اور جس گھر میں تاجدارِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف ہوتا ہے اللہ کریم اس گھر سے قحط، وبا، غم، غرق ہونا۔ اور تمام آفات و بلاؤں۔ بُری نظر اور چوروں سے محفوظ رکھتا ہے۔

قارئینِ کرام اور حضراتِ گرامی ۔۔ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ محدثین و مفسرین اور اولیائے عظام کے ارشاداتِ عالیہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ نے پڑھے ۔۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ ان روشن حقائق اور ایمان افروز ملفوظات کے بعد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز ہونے میں کسی اور دلیل کی ضرورت ہے؟

اب میں منکرینِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شرک و بدعت کے فتوے لگانے والوں سے ادب سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کو تسلیم کرتے ہو تو پھر ان کے بصیرت افروز بیانات اور روح پرور ارشادات پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور ان کے روشن حقائق کے پیشِ نظر میلاد منانے والوں ۔۔ جلوس نکالنے والوں ۔۔ جھنڈیاں لگانے والوں۔ جھنڈے لہرانے والوں اور درود و سلام پڑھنے والوں کو مشرک و بدعتی کیوں کہتے ہو؟

اور اگر تم نے اپنے مذہبی تعصب کی بناء پر میلادِ پاک کی مخالفت ہی کرنی ہے تو پھر مذکورہ بالا حقائق کے مقابلہ میں تم بھی کسی اصحابی۔ کسی محدّث۔ کسی مُفسّر اور کسی ولی اللہ کا کوئی قول میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پیش کرو۔

عالمِ تخیلات میں گم ہو کر — جہانِ تصورات میں کھو کر اور گوشۂ تنہائی میں سر جھکا کر سوچ رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیدا نہ بھی کرتا تو اس کی ربوبیت و الوہیت میں کوئی فرق نہ آتا — اور وہ ربِ دوجہاں ہی رہتا اور اس کی الوہیت بھی قائم و دائم رہتی — پھر اس خالقِ کائنات نے حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کیوں پیدا فرمایا —

سوچ و فکر کے اس بحرِ بیکراں کے کنارے کی تلاش اور وہم و گمان کے اس اتھاہ سمندر کے ساحل کی جُستجو میں سرگرداں و حیراں تھا کہ ہاتفِ غیبی نے صدا دی —

کہ — تیرا خیال درُست — تیری سوچ ٹھیک — اور تیری فکر صحیح ہے لیکن اس ربِ دوجہاں نے اپنے محبُوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس لئے پیدا فرمایا — کہ

جب اپنے حُسن کی محفل سجانے کا خیال آیا
چراغِ بزمِ امکاں کے جلانے کا خیال آیا
حریمِ ناز کے پردے اٹھانے کا خیال آیا
خدا کو نوُر جب اپنا دکھانے کا خیال آیا
تو — محمدؐ کملی والے کو بنانے کا خیال آیا

یعنی۔ اپنا جلوہ دکھانے اور اپنی پہچان کرانے کے لئے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی ذات کا مظہر اور اپنے حسن و جمال کا آئینہ بنا کر پوری نسلِ انسانی کی ہدائیت و راہنمائی کے لئے مبعوث فرما کر یہ اعلان بھی کر دیا۔

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّتِیْ ۔

کہ اے زینتِ بزمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت کا اظہار بھی نہ کرتا —

عارفِ رومیؒ —— اسی حدیثِ قدسی کے تحت اپنا نذرانۂ عقیدت یوں پیش کرتا ہے — کہ

محمدؐ نہ بودے کس نہ بودے
نہ بودے ہر دو عالم را وجودے

معنہ —

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

اور درویشِ لاہوری اقبال مرحوم بھی بارگاہِ رسالت میں اپنی محبت کے پھول اس طرح نچھاور کرتا ہے کہ :—

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغِ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صیدِ زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہینِ شہِ لولاک ہے تو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ظہورِ قدسی صلی اللہ علیہ وسلم
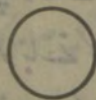
آخر کار ــــ جس کی خاطر بزمِ کائنات سنواری گئی تھی ــــ جس کے لئے دونوں عالم کو معرضِ وجود میں لایا گیا تھا ــــ کُن فیکون ــــ کی صدا بلند ہوئی تھی اور مٹی کے پُتلے کو رُوحِ فطرت نے حیاتِ نَو بخشی تھی اس ظہورِ قدسی کا وادیٔ عدم سے عرصۂ شہود میں آنے کا وقت آ گیا۔

نہیں ــــ نہیں ــــ

بلکہ یوں کہیئے کہ خدا کو اپنا نورِ ازلی دکھانے اور اپنی پہچان کروانے کا وقت آگیا

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۹۶ ـ ۹۷ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ــــ کہ جب اللہ کریم نے اپنے محبوبِ پاک کو پیدا کرنا چاہا ــــ تو

فَقَبَضَ قَبۡضَۃً مِّنۡ نُّوۡرِہٖ ثُمَّ قَالَ کُوۡنِیۡ حَبِیۡبِیۡ

ــــ اپنے نورِ پاک کی مٹھی بھری اور اپنے سامنے کر کے فرمایا۔ تو میرا حبیب ؐ بن جا ــــ

اس لیئے کہ ــــ اَنۡتَ عِشۡقِیۡ وَ اَنَا عِشۡقُکَ [۱] ــــ کہ ــــ تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں۔

---

[۱] انفاسِ رحیمیہ فارسی صفحہ ۳ اردو صفحہ ۲۵ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

المواہب اللدنیہ صٰ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ :-
نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے کَتَبَ اِسْمَہٗ عَلَى الْعَرْشِ ـــــ ان کے اسمِ گرامی کو عرش پر لکھا تا کہ آسمان کے فرشتے ـــ جنت کے دربان ـــ اور عرش کے ملائکہ جان لیں کہ یہی وہ نبی ہے جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ـــ
فَحَقِيْقَتُهٗ مَوْجُوْدَةٌ مِنْ ذَالِكَ الْوَقْتِ ـــ پس امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حقیقت اس وقت موجود تھی -
تفسیر روح البیان جلد ۴ صـ ۳۸ ـــ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَم بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ [1]
ـــ کہ جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے تو میں اس وقت بھی نبی تھا
اس حدیث پاک کا معنے بیان کرتے ہوئے علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-
"اِنَّهٗ كَانَ نَبِيًّا بِالْفِعْلِ عَالِماً بِنُبُوَّتِهٖ"
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بالفعل نبی تھے اور اپنی نبوت کو جانتے تھے ـ یعنی آپ کو علم تھا کہ میں نبی ہوں ـ مطلب یہ کہ ـــ علمِ الٰہی میں نبی ہونے یا کسی کے وہم و گمان کی بات نہیں ہے اور نہ ہی کسی تصوّر کی چیز بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی حقیقتاً نبی تھے ـــ

اور پھر ـــ
"اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ نُوْرَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى اَنْوَارِ الْاَنْبِيَاءِ فَغَشِيَهُمْ مِنْهُ"
کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کو پیدا کر کے حکم فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے انوار کی طرف دیکھو ـ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار ماند پڑ گئے -

[1] مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۱۳ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۰۱

"قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ غَشِيْنَا نُوْرُهُ"

انبیاء عظام نے عرض کی یا رب ـــــ کس کے نور نے ہمارے نور کو ڈھانپ لیا ہے ـــــ یا کس کا نور ہم پر غالب آگیا ہے؟

جوابِ ملا ـــــ ھٰذَا نُوْرُ مُحَمَّدِ اِبْنِ عَبْدِ اللّٰہ ـــــ کہ یہ محمدؐ بن عبداللہ کا نورِ پاک ہے!

اِنْ آمَنْتُمْ بِہٖ جَعَلْنَا کُمْ اَنْبِیَا ـــــ کہ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں نبی بناؤں گا ـــــ تمام نے عرض کی۔

آمَنَّا بِہٖ وَبِنُبُوَّتِہٖ ـــــ کہ ہم اس کی ذات اور اس کی نبوت پر ایمان لائے۔

یاد رکھیئے! ـــــ کہ علامہ نبھانی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ معنٰی قرآنِ مجید کی اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں کیا ہے جس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے کہا گیا ہے ـــــ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ـــــ

کہ جب بھی اور جس کے زمانہ میں بھی تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو پھر کسی نبی کو اپنے آپ کو نبی کہلوانے کا حق نہیں بلکہ ہر نبی کو چاہیئے کہ اپنی نبوت کو چھوڑ کر اس پر ایمان لائے اور اس کی مدد بھی کرے۔

اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام سے اس کا عہد لینے کے بعد اقرار کرایا گیا اور سب سے گواہی لی گئی ـــــ جس گواہی میں خدا خود بھی شریک ہوا۔ اَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ۔

زرقانی جلد ۱ صـــــ ۱۱۲-۱۱۱ ـــــ ثُمَّ اَسْکَنَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ فِیْ ظَھْرِ آدَمَ فَصَارَتِ الْمَلَائِکَۃُ تَقِفُ خَلْفَہٗ صُفُوْفاً یَنْظُرُوْنَ اِلٰی ذَالِکَ النُّوْرِ ـــــ

پھر نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرتِ آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا تو فرشتے ان کے پیچھے صفیں باندھ کر اس نورِ پاک کو دیکھنے لگے۔

حضرتِ آدم علیہ السلام نے عرض کی ـــــ
یارتِ دو جہاں ـــ آج فرشتے میرے پیچھے کیوں کھڑے ہو کر کس کا نظارا کر رہے ہیں ؟ ـــــ
ارشاد ہوا ـــ نورِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھ رہے ہیں !
التجا کی ـــ یا اللہ ـــ اس نورِ پاک ؐ کو میری پیشانی میں رکھ دے ـــ پھر وہ نورِ حقیقی ـــ حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا ـــ تو فرشتے اُن کے آگے کھڑے ہو گئے !
درخواست کی ـــ یاربِ دو عالم ـــ اس نورِ پاک ؐ کو کسی ایسی جگہ رکھ دے کہ جہاں سے میں بھی اس کا نظارا کر لوں۔
ابو البشر علیہ السلام کی درخواست قبول کرتے ہوئے اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک ؐ کے نورِ اقدس کو حضرتِ آدم علیہ السلام کے انگوٹھے میں رکھ دیا۔
حضرتِ آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھے میں نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تو محبت سے بوسہ دے کر عقیدت سے آنکھوں پہ لگایا۔
گویا کہ ـــ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسمِ گرامی کو دیکھ کر یا سن کر انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پہ لگانے ہمارے باپ حضرتِ آدم علیہ السلام کی سنت ہے ـــ
لیکن افسوس ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کی نافرمان اولاد اور گستاخ بیٹے اپنے باپ کی بھرپور مخالفت کرتے ہوئے ایسا کرنے والوں کو مشرک و بدعتی کہتے ہیں۔
حضراتِ گرامی ـــ یہ بھی یاد رہے کہ فرشتوں کو حضرتِ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا جب کہ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی مقدس پیشانی میں جلوہ گر ہوا ـــ لیکن شیطانِ لعین نے اس مجسّم نور کو محض بشر سمجھتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کر کے قیامت تک کے لئے بارگاہِ خداوندی سے نکل گیا اور گلے میں لعنت و پھٹکار کا طوق ڈلوا لیا ! ـــ صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن گدائے کوچۂ لاثانی کہتا ہے کہ آج بھی دنیا میں

ایسے لوگ موجود ہیں جن کے نظریات و عقائد شیطان سے ملتے جلتے ہیں۔

اک راز تھا پوشیدہ جسے ابلیس نہ سمجھا
کس نور سے تابندہ ہے پیشانیٔ آدم

پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء۔ آیت ۲۱۹

وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ـــــ کہ اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تجھے ایسے مردوں کی پشتوں اور ایسی عورتوں کے رحموں میں منتقل کرتا آیا ہوں کہ جو مجھے سجدہ کرنے والے تھے ـــــ

تفسیر کبیر جلد ۶ صہ ۳۹۵ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت پاک کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

"لَمْ اَزَلْ اُنْتَقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ"

کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کی پاک پشتوں اور پاک عورتوں کے پاک رحموں سے منتقل ہوتا ہوا تشریف لایا ہوں۔

المواہب اللدنیہ صہ ۱۵ ـــ شفا شریف صہ ۴۸ حضرت یوسف بن اسمٰعیل ابنھانی اور قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہما ـــ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

"لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنْ اَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ مُصَفًّى ـــ وَلَمْ يَلْتَقِ اَبَوَايَ قَطُّ سِفَاحٍ"

کہ اللہ کریم مجھے ہمیشہ پاک پشتوں اور پاک رحموں میں سے منتقل کرتا ہوا لایا ـــ اور میرے آباء و اجداد نے قطعاً کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی خدا کی نافرمانی

نہیں کی۔ اور نہ ہی کبھی کفر و شرک میں مبتلا ہوئے اور نہ ہی کبھی کوئی گناہ کیا ـــــ اور نہ ہی ان میں جاہلیت کی گندگی تھی اور نہ ہی وحشت کی غلاظت۔

اہلِ حدیث اور دیوبندی حضرات ونبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان پر بحث کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ صاحبِ ایمان نہیں تھے لیکن قرآنِ مجید کی اس آیت سے تو امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پورے نسب کا ایمان ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ـــــ اگر ان میں سے کوئی بھی کافر و مشرک ہوتا تو خدا تعالیٰ اسے ساجدین میں شمار نہ کرتا اور نہ ہی شہنشاہِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے لیے پاک و طاہر کا لفظ استعمال فرماتے ـــــ

کیونکہ ـــــ قرآنِ مجید ہی کا فیصلہ ہے کہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ـــــ کہ مشرک نجس اور ناپاک ہیں ـــــ

۔ تو قرآنِ پاک جسے نجس کہے نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اسے طاہر و پاک کیسے کہہ سکتے ہیں ـــــ اور پھر ـــــ اللہ کریم نے جس نورِ مجسّم کو اپنا محبوب بنانا تھا اسے نجس اصلاب اور پلید ارحام میں کیسے رکھ سکتا تھا ـــــ

بہر حال ـــــ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم پاک و طاہر اصلاب و ارحام میں سے منتقل ہوتے ہوئے حضرت عبد المطلب کی مقدس پیشانی میں جلوہ گر ہوئے۔

کون عبد المطلب ـــــ جو اس وقت اپنے پورے خاندان کے سربراہ اور خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں سے مختلف شخصیت کے مالک تھے! اور جن کی شرافت کے تذکرے تھے اور جن کی سخاوت شہرہ آفاق تھی۔ انہیں صفات کی وجہ سے ان کا ایک لقب فیاض تھا اور دوسرا مطعم الطیر السماء تھا ـــ یعنی اڑتی چڑیوں کو کھلانے والا[۱]

---

[۱] تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ نمبر ۷۰۲

جن کی دعائیں قبول اور التجائیں منظور ہوتی تھیں اور اس وقت کے لوگ جنہیں آسمان کا محبوب اور زمین کا ہر دلعزیز کہتے تھے۔

ہاں — ہاں — وہی عبدالمطلب جن کے نزدیک کعبہ کا طواف سات مرتبہ کرنا ضروری تھا — اور ننگے ہو کر طواف کرنا حرام تھا۔ اور شراب خوری اور محرم عورتوں سے نکاح کرنا حرام تھا۔

نذر کا پورا کرنا واجب اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا جُرمِ عظیم تھا۔

غرضیکہ ان کے نظریات وعقائد اتنے مقدس و پاکیزہ تھے کہ اسلام اور شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں قیامت تک کے لئے جاری وساری کردیا[1]۔

ان تمام صفات کے علاوہ آپ نے نہ کبھی کسی لکڑی کے مجسّمہ کو سجدہ کیا اور نہ ہی کسی تراشے ہوئے پتھر کو خدا تسلیم کیا۔

اور ایسی ہی دوسری پاکیزہ صفات اور آپ کے مقدّس نظریات کی بناء پر انہیں شیبۃُ الحمد کہا جاتا تھا۔

قحط نے اہلِ عرب کو پریشان کر رکھا تھا — خشک سالی نے مکّہ والوں کو بدحال بنا دیا ہے — جانوروں کا دُودھ خشک ہو چکا ہے — ہر طرف فکر و غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں — ہر سمت خوف وہراس پھیلا ہوا ہے — انسانی چہروں پہ زردی نمایاں ہو چکی ہے اور جینا مشکل ہو گیا ہے۔ مکّہ والے جمع ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کس کے پاس جائیں۔ کس سے دُعا کرائیں اور کس کو اپنا دکھ درد سنائیں —

سب نے چاروں طرف نگاہ اٹھائی — اپنے گرد و پیش دیکھا اور شش جہات میں تلاش کیا — آخر نظر ہی پڑی تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دادا پہ، نگاہ اُٹھی تو حضرت

---

[1] سیرۃ الحلبیہ جلد ا ص ۵ السیرۃ النبویہ جلد ا ص ۲۱

عبدالمطلب پر اور انتخاب ہوا تو بنی ہاشم کے سربراہ کا۔

کیوں؟ — اس لئے کہ وہ قحط کے ستائے ہوئے انسان اور بھوک و پیاس کے مارے ہوئے لوگ جانتے تھے کہ ان کی دعا بارگاہِ رب العزت میں ضرور قبول ہوتی ہے اور ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں گئی۔

زندگی سے نا اُمید ہو جانے والے لوگ حیاتِ تازہ کی امید لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس گئے — بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ جنابِ عبدالمطلب اٹھے اور چلے — اور اس شان سے چلے کہ لبوں پر حمد — آنکھوں میں آنسو اور گود میں محمدؐ ہیں — صلی اللہ علیہ وسلم۔

کوہِ ابوقبیس پر پہنچے رقت سے بھرا ہوا دل — ایمان سے لبریز سینہ اور ثنائے الٰہی میں ڈوبی ہوئی زبان پر دعا آتی ہے — یا اللہ — تیرے بندوں کو قحط نے ستایا ہے اور خشک سالی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا ہے — جانور ہلاک ہو چکے ہیں — جو زندہ ہیں ان کا دودھ خشک ہو گیا ہے —

اے ربِ کائنات — اپنے بندوں پر رحم فرما اور بارش برسا دے اور ہماری زمینوں کو بارانِ رحمت سے سیراب کر دے — بس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد کے دستِ دعا اٹھنے کی دیر تھی کہ چاروں طرف سے بادل گھر گھر کر آ گئے — کالی گھٹائیں اٹھ آئیں۔ اور پھر بادل خوب برسے اور بارانِ رحمت نے مکہ مکرمہ کی پیاسی زمین کو سیراب کر دیا۔

حضرتِ ابوطالب رضی اللہ عنہ، کے پاس بھی اہلِ مکہ قحط اور خشک سالی کی شکایت لے کر آئے تو انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا — فَاَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِالْكَعْبَةِ — رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کعبہ کی دیوار سے لگا کر بارش کے لئے دعا کی تو اثر یہ ہوا — فَاَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا — کہ چاروں طرف سے بادل امڈ آئے — بارش برسی — زمین سرسبز و شاداب ہو گئی اور

ابوطالب بھی کیسے کافر ہیں کہ ہر قدم پہ اپنے بھتیجے کا ساتھ دیتے ہیں ۔ ہر لحظہ آپؐ کی حفاظت اور ہر گھڑی آپؐ کی مدد کرتے ہوئے اسلام کے اس بانی کے دشمنوں کے مقابلہ میں آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے ایمان ویقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یا محمدؐ اور اے میرے بھتیجے جو تمہارا دل چاہے وہ کرو اور جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

اور پھر ان کی موت کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملتا ہے کہ اب تمہارا مکہ میں کوئی ہمدرد و خیر خواہ نہیں ہے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے جاؤ ۔

بخاری شریف جلد ا ص ۱۳۷ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کبھی قحط پڑتا اور بارش نہ ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے تو بارش ہو جاتی تھی ۔ اور دعا اس طرح کرتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔ قَالَ فَیُسْقَوْنَ

اے اللہ کریم ہم اپنے نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ بارش برسا دے۔

اور ہم اپنے نبیؐ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے تجھ سے بارانِ رحمت کی دعا کرتے ہیں ۔ تو بارش ہو جایا کرتی تھی ۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ محض ایک عام بشر۔ ایک عام ایلچی ۔ ایک عام ہرکارہ اور ایک عام بے اختیار انسان ثابت کرنے کے لئے یہ بے ادب لوگ اپنی تحریروں میں لکھتے اور اپنی تقریروں میں بڑا زور دے کر یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اختیار ہوتا تو اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان نہ کر لیتے ؟

مطلب یہ کہ یہ لوگ حضرت ابوطالب کا نام تو لیتے ہیں ابولہب کا نہیں ۔ حالانکہ

مکہ والوں کے تمام دکھ درد دور ہو گئے۔

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان و عظمت دیکھ کر حضرتِ ابوطالبؓ پکار اٹھے

وابیض یستقی الغمام بوجہہٖ

ثمال الیتامیٰ عصمۃ الارامل

کہ بادل محمد مصطفےٰ کے چہرے سے بارش کی بھیک مانگتے ہیں ۔ اور یہی یتیموں کے والی ہیں اور بے کسوں کے آقا و مولا ہیں ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے بے ادب و گستاخ لوگو ۔ ان حضراتِ گرامیٔ قدر کے ایمان پر بحث و تکرار اور مناظرے کرتے ہو ۔ جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی کے وسیلۂ جلیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور آپؐ کی ذاتِ اقدس کو گود میں لے کر بارگاہِ ربّ العزت میں قحط دور کرنے کی التجا کیا کرتے تھے۔

کافر تو اس دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتے تھے ۔ ان کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتے اور ان کے جسمِ اقدس پر پتھر برسایا کرتے تھے ۔ کوئی آپؐ کو جادوگر کہتا تھا اور کوئی کاہن ۔ کوئی اس مقدس ہستی کو دیوانہ کہتا تھا اور کوئی مفلس و کنگال ۔ نعوذ باللہ !

لیکن یہ عجیب قسم کے کافر و مشرک ہیں کہ خانہ کعبہ کے صحن میں فرش بچھاتے ہیں تو سوائے محمدؐ کے اور کسی کو اس فرش پر قدم رکھنے کی نہ جرأت ہے اور نہ ہی اجازت ۔

لوگ دور ہی سے نظارہ کرتے ہیں لیکن جب آمنہ کا لال بے تکلف اور بے باکانہ مجمع کو چیرتا ہوا اپنے جدِّ امجد کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اگر کوئی انہیں روکتا ہے تو آپ منع کر دیتے ہیں اور آواز دیتے ہیں کہ میرے بیٹے محمدؐ کو آنے دو ۔ اپنی گود میں بٹھاتے ہیں ۔ پیار کرتے ہیں ، بلائیں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عنقریب میرا یہ بیٹا نہایت ہی شان و عظمت والا ہوگا[1] ۔ اور حضرت

---

[1] السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ ۔ السیرۃ النبویہ جلد ۱ صفحہ ۲۲ سیرت ہشام جلد ۱ ص ۱۷۸

وہ بھی تو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ یہ لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ خاندانِ نبوت کے دشمن ہیں ___ خارجی ہیں اور آلِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔

خاندانِ نبوت ___ کا تذکرہ اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کا ذکرِ خیر چھڑ گیا تو صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہاں سے کہاں چلا گیا ___ بات یہ تھی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک ___ پاک اصلاب اور طاہر ارحام میں سے ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کی مقدس پیشانی میں آن چمکا ___

ابرھہ ___ یمن کا بادشاہ تھا ___ ایک دفعہ سیر و سیاحت کرتا ہوا سرزمینِ مکہ مکرمہ میں آیا ___ حسنِ اتفاق سے وہ حجِ بیت اللہ شریف کے دن تھے اس نے لوگوں کو اطراف و اکناف سے آتا دیکھا اور پھر عشق و محبت سے لبریز دلوں سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور بیت اللہ شریف کی عزت و منزلت اور قدر و حرمت دیکھی تو اس کے دل میں تکبر و غرور کے ساتھ ساتھ حسد و بغض کی آگ بھی بھڑک اٹھی اور پھر اس نے خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک کلیسا بنانے کا ارادہ کر لیا تاکہ حجاج کی توجہ بیت اللہ شریف سے ہٹ جائے اور لوگوں کے دلوں سے کعبۃ اللہ کی عزت و آبرو نکل جائے۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صہ ۱۰۷ ۔ تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۴۸۲

چنانچہ ___ بَنٰی کَنِیْسَۃً بِصَنْعَا وَسَمَّاھَا اَلْقَلِیْس ___ پھر اس نے صنعا میں ایک کلیسا بنایا اور اسے لعل و جواہرات سے منقش ___ دروازوں پر سونے و چاندی سے خوبصورت تصویریں بنوائیں۔ محرابوں پر نقش و نگار کروایا اور دیواروں میں سچے موتی جڑوائے ___ وَکَانَ یَنْقُلُ مِنْ قَصْرِ بِلْقِیْسَ ___ اور یہ سب کچھ بلقیس کے شاہی محل سے لایا تھا۔ بس پھر کیا تھا ___ اس ظالم کی تمنا پوری ہوئی اور لوگ اس کے بنائے ہوئے کلیسا کی خوبصورتی دیکھ کر اور اس کے نقش و نگار کا نظارہ کرتے ہوئے اس طرف مائل ہو گئے جس سے بیت اللہ شریف کی رونق گھٹ گئی ___

"فَخَرَجَ مِنْ بَنِی کِنَانَۃَ رَجُلٌ و تَغَوَّطَ فِیْھَا کَیْلاً"۔
آخر ایک رات۔ بنی کنانہ کے ایک آدمی نے اس کلیسا میں غلاظت پھینک دی۔ جسے دیکھ کر ابرہہ غضبناک ہوگیا اور اس نے انتقام لینے کے لئے خانہ کعبہ کو تباہ کرنے اور ڈھانے کا ارادہ کر لیا۔
اور پھر وہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے مکّہ مکرمہ میں آیا۔۔ لیکن جونہی اس نے اس مقدس سرزمین پر قدم رکھّا
ہیبتِ خانہ کعبہ در دل وی اثر کرد
خانہ کعبہ کی ہیبت اس کے دل پر اثر کر گئی اور وہ اپنے ارادے پر شرمندہ ہوا اور اس نے فیصلہ کرلیا کہ اگر کوئی خانۂ کعبہ کے لئے سفارش کرے گا تو میں باز رہوں گا ـــــ
و آں گاہ رئیسِ مکّہ عبد المطلب بُود ـــــ اور اس وقت مکّہ مکرمہ کے رئیس اور کعبہ کے متولی حضرت عبدالمطلب تھے۔ قاصد نے ابرہہ سے کہا۔
"سَیِّدُ قُرَیْشٍ وَصَاحِبُ عِیْرِ مَکَّۃَ الَّذِی یُطْعِمُ النَّاسَ فِی السَّھْلِ وَ الْوُحُوشَ فِی رُؤُوسِ الْجِبَالِ حَقّاً"۔
کہ یہ قریش خاندان کے سردار اور بہت سے اونٹوں کے مالک ہیں۔ لوگوں کو کھانا کھلانے والے اور اڑتے پرندوں کو خوراک مہیا کرنے والے ہیں۔ اور اپنی شرافت ـــ صداقت اور سخاوت میں پورے عرب میں مشہور ہیں۔
نورِ مُصطفےٰ صلّی اللہُ علیہ وسلّم از پیشانی وی ہمی تافت ـــــ حضرتِ عبدالمطلب جب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے تو مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نورِ پاکؐ آپ کی مقدس پیشانی میں جلوہ افروز تھا ـــ ابرہہ نے آپ کے کئی اونٹ پکڑ لئے ہوئے تھے۔ اس نے پوچھا ـــ تم کیوں آئے ہو؟
متانت سے جواب دیا ـــ میں کعبہ کی سفارش کرنے نہیں آیا اپنے اونٹ لینے کے لئے

آیا ہوں!

وہ بولا ــــ میں خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں جو تمہارے نزدیک بڑا ہی مکرم و محترم ہے مگر تعجب ہے کہ تمہیں اللہ کے گھر کی فکر نہیں ہے اور اپنے اونٹ لینے کے لئے آ گئے ہو۔

آپ نے بڑے ہی اعتماد انداز اور یقینِ محکم رکھتے ہوئے فرمایا ــــ اَنَا رَبُّ الْاِبِلِ وَلِلْبَیْتِ رَبٌّ یَحْفَظُہٗ ــــ کہ ان اونٹوں کا مالک میں ہوں ان کی فکر مجھے ہے اور بیت اللہ شریف کا بھی ایک مالک ہے اور وہ خود اس گھر کی حفاظت کرے گا۔ کہ جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے۔

عبدالمطلب ابرہہ تائیں آکھیا نال زبانے

ڈاچیاں میریاں دیدے مینوں تے گھر والا گھر جانے

ابرہہ ــــ حضرت عبدالمطلب کی اس بے باکانہ اور بہادرانہ گفتگو سے اور بھی غصہ میں آ گیا اور ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس کے اونٹ اس کے حوالے کر دیئے جائیں ــــ لِیَنْظُرَ مَنْ یَحْفَظُ الْبَیْتَ مِنِّیْ ــــ تاکہ یہ دیکھ لے کہ کعبہ کو مجھ سے کون بچاتا ہے ــــ آپ واپس آ گئے اور کعبہ کی زنجیر پکڑ کر یوں فریاد کرنے لگے۔

تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۸۲

یَارَبِّ لَا اَرْجُوْ لَھُمْ سِوَاکَا

یَارَبِّ فَامْنَعْ عَنْھُمْ حِمَاکَا

کہ یارب اب تیرے سوا کوئی نہیں ہے تو ہی اس ظالم کے مکر و فریب سے محفوظ رکھ اور تو ہی اپنے حرم پاک یعنی گھر کی حفاظت فرما۔

اِنَّ عَدُوَّ الْبَیْتِ عَدُوٌّ لَکَ

اِمْنَعْھُمْ اَنْ یُخَرِّبُوْا فِنَاکَا

یااللہ۔ تیرے گھر کا دشمن تیرا بھی دشمن ہے اسے اتنا موقعہ نہ دے کہ اس مکان کو برباد کرسکے ـــ اور تو ہی اس کے دستِ جور و جفا کو روک ـــ

سیّدُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے ایمان پر بحث کرنے والو مجھے بتاؤ کہ حضرت عبدالمطلب کی یہ فریاد ـــ یہ التجا اور بارگاہِ رب العزت میں یہ مناجات کسی کافر و مشرک کی فریاد اور کسی مشرک کی مناجات ہے۔

کیا آپ نے اپنے دین و ایمان کی قوت کا اظہار کرتے ہوئے ایک ظالم و جابر حکمران کے سامنے یہ کہہ کر کہ کعبہ کا مالک کوئی اور ہے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و مالکیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی توحید کا اقرار ـــ اس کی ربوبیت کا اظہار اور اس کی الوہیت کو تسلیم کرلینا نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟

فریاد و مناجات کرنے کے بعد آپ دعاؤں میں مشغول ہوگئے ـــ بس پھر کیا تھا ـــ چڑیوں کا ٹڈی دل لشکر تین تین کنکر لئے ہوئے فضائے آسمانی پر نمودار ہوا ـــ ایک کنکر چونچ میں اور ایک ایک پنجے میں ـــ اور پھر کمال تو یہ تھا کہ ہر چڑی کے کنکر پر اس کافر کا نام لکھا ہوا تھا جس پر مارا جانا تھا۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صہ ۷۰۳ ۔ تفسیر کبیر جلد ۸ صہ ۴۸۲ ۔ تفسیر حسینی جلد ۲ صہ ۶۵۰

وکل حجر اسم من یقع علیہ۔

" فَکَانَ الْحَجَرُ یَقَعُ عَلٰی رَاسِ الرَّجلِ فَیَخْرُجُ مِنْ دُبُرٍ "

اور ان چھوٹے چھوٹے کنکروں میں اتنا زور اور اتنی طاقت تھی کہ آدمی کے سر پر پڑتا تھا تو اس کی پشت کی طرف سے نکل آتا تھا۔

اُدھر شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد نے فریاد و مناجات کی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اِدھر ابابیلوں کا تباہ کن لشکر اپنی چونچوں اور اپنے پنجوں میں رائی کے دانے کے برابر کنکر لے کر ابرہہ کے ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑا۔ ابرہہ کے بڑے ہاتھی کا نام محمود

تھا۔ جو کعبہ کی طرف جانے کی بجائے پیچھے کی طرف مڑ جاتا تھا۔

فیلبان ہر ممکن کوشش کرتا کہ یہ محمود ہاتھی کعبہ کی دیوار کو ٹکر مار کر گرا دے لیکن اس نے آگے بڑھنے کے لئے حرکت تک نہ کی۔

ایسا کیوں ہوا؟

کیا یہ کوئی اتفاقی حادثہ تھا یا پہلے کا کوئی طے شدہ پروگرام تھا — نہیں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں تھی بلکہ جو کچھ ہوا آنِ واحد میں ہوا — عین وقت پر ہوا اور آناً فاناً ہوا۔ اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ؟ ایک تو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبد المطلب کی اس فریاد کا اثر — اس مناجات کا نتیجہ اور ان دعاؤں کا ثمر تھا جو انہوں نے غلافِ کعبہ پکڑ کر اور زنجیرِ بیت اللہ تھام کر کیں تھیں —

اور دوسری وجہ یہ تھی۔

المواہب اللدنیہ صہ ۱۸ نشر الطیب صہ ۱۶ مولانا اشرف علی تھانوی

ادھر ابرہہ ہاتھیوں کے لشکر سے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے منصوبے بنا رہا تھا — اور ادھر اللہ تعالٰے اپنے گھر کو بچانے کے لئے اسباب پیدا کر رہا تھا — حالاں کہ وہ ان اسباب کے بغیر بھی ہاتھیوں کے عظیم لشکر کو تباہ کر سکتا تھا۔

ذرا اسباب تو دیکھو —

بھاری بھرکم ہاتھیوں کے مقابلہ میں چھوٹی چھوٹی ابابیلوں کا لشکر۔ مضبوط چٹانوں کو توڑنے کے لیے سنگریزے اور عبد المطلب کی پیشانی میں چمکنے والے نورِ مصطفٰے کی جھلک۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبد المطلب قریش کے چند آدمی لے کر کوہِ ثبیر پر چڑھ گئے تاکہ دیکھ سکیں کہ آج ابرھہ کے ہاتھیوں کے مقابلہ کے لئے اللہ کریم کی طرف سے کون سی طاقت آتی ہے۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک کملی والے آقا کا نور عبد المطلب کی پیشانی

میں چمک اٹھا۔ اور وہ نور گول بطورِ ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ اس کی شعاع خانہ کعبہ پر پڑی جس سے در و دیوار روشن ہو گئے۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے پوتے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز دیکھا تو ساتھیوں سے فرمایا ———

آؤ ہم واپس چلیں ———

پوچھا گیا ——— کیوں؟

فرمایا ——— کعبہ کو بچانے والا محمدؐ آ گیا ——— صاحبزادہ سید افتخار الحسن فقیر کوچہ لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اندازِ کریمانہ پر کیوں نہ قربان ہو کہ جس کی مقدس پشت میں کئی دن ٹھہر کر حضرتِ عبداللہ اور پھر حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہ کے صدفِ رحم میں سچے موتی کی مانند رہ کر آیا ہے آج پھر اسی پیشانی میں چمک رہا ہے ـ

المواہب ص۱۸ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ جب ہاتھی نے مجھے دیکھا تو خَرَّ سَاجِدًا وہ سجدے میں گر گیا ——— اور بلند آواز سے پکارنے لگا

"اَلسَّلَامُ عَلَى النُّوْرِ الَّذِيْ فِيْ ظُهْرِكَ يَا عَبْدُ الْمُطَّلِبْ"

کہ اے حضرتِ عبدالمطلب آپ کی پشتِ مبارک میں جو نور جلوہ افروز ہے میرا اس نورِ پاک کو السلام۔

سبحان اللہ ——— یمن کا محمود تو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سجدہ کرتا اور السلام کہتا ہے لیکن پاکستان کا محمود نہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی السلام کہنے کا قائل ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲ ص۹۸ خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص۴۷

جس رات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک میں منتقل ہوا ——— تو

"لَمْ يَبْقَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ دَابَّةً لِقُرَيْشٍ اِلَّا نَطَقَتْ وَقَالَتْ قَدْ حُمِلَ بِمُحَمَّدٍ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ"

اس رات قریشِ مکّہ کے تمام جانور پکار اٹھے کہ ربِ کعبہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے بطنِ مبارک میں منتقل ہو چکا ہے۔

المواہب صفحہ نمبر ۲۰- ۲۱

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک کے نورِ پاک کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک میں منتقل کرنے کا ارادہ فرمایا ــــ تو

اَمَرَ رِضْوَانَ الْجَنَّةِ اَنْ يَفْتَحَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ اَبْوَابَ الْفِرْدَوْسِ ۔

رضوانِ جنت کو حکم فرمایا کہ آج کی رات فردوسِ اعلیٰ کے دروازے کھول دیئے جائیں ــــ اور منادی کرنے والے نے زمین و آسمانوں میں منادی کر دی

اَلَا اَنَّ النُّوْرَ الْمَكْنُوْنَ الْمَخْزُوْنَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ قَدْ اسْتَقَرَّ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ

کہ خبردار آج کی رات نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے بطنِ پاک میں قرار پا چکا ہے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔

"وَكَذَالِكَ اَهْلُ الْبِحَارِ يُبَشِّرُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضًا ــــ"

اور اسی طرح سے پانی میں رہنے والوں نے ایک دوسرے کو مبارک دی

تاریخ الخمیس ــــ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے تمام جانور بول اٹھے کہ آج رات ماں کے بطنِ پاک میں منتقل ہو گئے ہیں

وَرَبِّ الْكَعْبَةِ وَهُوَ اَمَانُ الدُّنْيَا وَسِرَاجُ اَهْلِهَا ــــ"

اور ربِ کعبہ کی قسم وہ اللہ کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے لئے

امن و سلامتی کا پیغام ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بسنے والوں کے لئے روشن چراغ بھی ہوں گے۔

جانوروں کے بولنے۔ کلام کرنے اور پھر تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے میں حکمت یہ ہے کہ اگرچہ کسی عقلمند انسان کی شہادت اعلیٰ ہوتی ہے لیکن ایک جاہل کے لئے وہ پکی اور قابلِ تسلیم نہیں ہوتی اس میں ضرور شک و شبہ پیدا ہو جانے کا امکان رہتا ہے اور لوگوں میں بد گمانی پیدا ہو جاتی ہے کہ شائد اس نے جھوٹ بولا ہو ــــــ

اسی لئے حضرتِ یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت کسی بڑے انسان سے نہیں دلوائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ سے دلوائی تاکہ اس گواہی میں جھوٹ و بدگمانی کے تمام امکانات ختم ہو جائیں ــــ

اور یہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہی کسی انسان اور کسی شیر خوار بچہ کی بجائے جنگل کے جانوروں سے شہادت دلوائی تاکہ کسی کو انکار کرنے اور شک و شبہ کے جال میں گرفتار ہونے کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

یہاں حیران کن بات تو یہ ہے کہ کسی کا ماں کے پیٹ میں آنا سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے یا ماں کے اور کوئی بھی نہیں جانتا لیکن یہاں تو پہلی رات ہی جانوروں نے منادی کردی کہ آج رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ماں کے بطنِ پاک میں منتقل ہو گیا ہے ــــ

کیوں ــــ تاکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر اعتراض کرنے والے لوگ سمجھ جائیں کہ جس نبی کی ولادت سے پہلے اس کی آمد کی اطلاع اور ماں کے بطنِ پاک میں آنے کی خبر جنگل کے جانور دے رہے ہیں وہ تاجِ رسالت سرِ اقدس پر رکھنے کے بعد خود بھی غیب کی خبریں دے گا ــــ

گویا کہ ــــ یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از وقت اعجاز ہے کہ جس کی معرفت اور جس کے صدقے میں جانوروں کو غیب کا علم دے دیا گیا وہ رسولِ اکرم صلی

اللہ علیہ وسلّم خود کچھ بھی نہ جانے گا ــــ اور اے دنیا میں رہنے والے انسانو اگر تم اپنی جہالت کے سبب میرے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کو تسلیم نہ بھی کرو گے میں جانوروں سے اس کی شہادت دلوا لوں گا ــــ

سیرت الحلبیہ - نزہت المجالس - زرقانی -

"وَكَانَتْ إِذَا مَشَتْ فِي الدَّارِ كَانَ الْحَجَرُ يَلِينُ تَحْتَ أَقْدَامِهَا وَ كَانَتْ غَمَامَةُ النُّورِ تَظِلُّ عَلَىٰ رَأْسِهَا" ــ

اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب گھر میں چلتی پھرتیں تو جو بھی پتھر ان کے قدموں میں آتا موم ہو جاتا تھا اور نور کے بادل ان کے سرِ اقدس پر سایہ افگن رہتے تھے -

"وَكَانَتْ إِذَا أَرَادَتْ أَنْ تَسْتَقِيَ مِنَ الْبِئْرِ يَطْلَعُ الْمَاءُ إِلَىٰ فَمِ الْبِئْرِ" ــ

اور جب آپؐ کی والدہ پانی لینے کے لئے کنوئیں پر جاتیں تو انہیں رسّی و ڈول کی ضرورت پیش نہ آتی تھی بلکہ پانی خود بخود کنوئیں کے کناروں تک آ جایا کرتا تھا ــــ

نزہت المجالس جلد ۲ صـ۹۸ حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حملِ پاک کا پہلا مہینہ تھا تو ــــ

"رَأَيْتُ رَجُلًا طَوِيلًا فَقَالَ أَبْشِرِي فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ" ــ

میں نے ایک طویل قد والا آدمی دیکھا ــــ اس نے مجھے کہا کہ اے آمنہ تجھے مبارک ہو کہ تو سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حاملہ ہے ــــ

میں نے اس سے پوچھا ــــ مَنْ أَنْتَ ــــ تو کون ہے ؟

جواب ملا ــــ أَبُوهُ آدَمُ

میں اس کا باپ حضرتِ آدم علیہ السلام ہوں!

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے میلادِ پاک کو شرک و بدعت کہنے والے نجدیو —
ہمارا باپ حضرتِ آدم علیہ السلام تو آمنہ کے لال حضرتِ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے میلادِ پاک کی حضرتِ آمنہ کو مبارک پیش کر رہا ہے اور تم اس باپ کے کیسے نافرمان اور کتنے ناخلف بیٹے ہو کہ شرک و بدعت کے فتوے لگائے جا رہے ہو۔

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن گدائے کوچۂ مُرشدِ لاثانی تمہیں مشورہ دیتا ہے کہ —
آؤ — تم بھی اپنے باپ حضرتِ آدم علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور فرمانبردار بیٹے ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اور نیک اولاد ہونے کی دلیل بن کر میلادِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کیا کریں تاکہ قیامت کے دن تم اپنے باپ کے نافرمان اور گستاخ بیٹوں میں شمار نہ کئے جاؤ۔

پھر دوسرے مہینہ میں حضرت شیث علیہ السلام ظاہر ہوئے اور سیّد الاوّلین و آلاخرین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک دی۔

تیسرے مہینہ حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے اور نبیؐ الکریم کہہ کر مبارک دی صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

چوتھے مہینہ میں حضرتِ ادریس علیہ السلام نے آکر نَبِیِ الْعَفِیْف صلّی اللہ علیہ وسلم کے لقب پاک وصاف سے مبارک پیش کی۔

پانچویں مہینہ حضرتِ ھُود علیہ السلام نے سیّد البشر کی۔ چھٹے مہینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی الہاشمی کی ساتویں مہینہ حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام نے حبیبِ رب العالمین کی — آٹھویں مہینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خاتم النبیین کی اور نویں مہینہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور پُر نور کا ذاتی اسم شریف محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک دی۔

بے ادب لوگو — مجھے بتاؤ کہ ان انبیاء علیہم السلام نے حضرتِ آمنہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو صاحب لولاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک دے کر کون سا شرک کیا ہے؟

ساتواں مہینہ ہوا ـــــ تو

"اِنْشَقَّ اَیْوَانَ کِسْرٰی وَ سَقَطَ مِنْہُ اَرْبَعَ عَشَرَ شَرَافَتَہٗ"

شاہِ کسریٰ کے محلات میں زلزلہ آیا۔ دیواریں پھٹ گئیں اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔

اور آٹھویں مہینہ میں ـــــ خَمِدَتْ نِیْرَانُ فَارِسٍ ـــــ آتشکدۂ فارس کی آگ بجھ گئی۔

اور ناویں مہینہ میں ـــــ سَقَطَ التَّاجُ عَنْ رَاسِ کِسْرٰی ـــــ شاہِ کسریٰ کے سر سے شاہی تاج گر پڑا۔

کیوں ـــــ اس لئے کہ جس عظیم رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مالکِ کون و مکان ـــــ شہنشاہِ دوجہان وارثِ انس و جان اور مختارِ کل ہونے کے باوجود الفقرُ فخری کا شیوہ اختیار کرنا ہو

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا ـــــ کی دُعا کرنی ہو ـــــ پیٹ پر پتھر باندھنے ہوں ـــــ ٹوٹے ہوئے حجرہ میں رہنا ہو ـــــ کھجور کی چٹائی پر سونا ہو اور اپنی ساری حیاتِ طیبہ غریبوں، مسکینوں اور مفلسوں میں بسر کرنی ہو وہ تخت و تاج ، شاہی محلات ـــــ سونے و چاندی کے خزانے لعل و جواہرات کے انبار ـــــ اطلس و کمخواب کے لباس اور دنیا کی شان و شوکت کو پاؤں کی ٹھوکر سے نیست و نابود نہ کر دے تو پھر نہ فقر میرا فخر ہے صحیح رہتا ہے اور نہ ہی یا اللہ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھ ـــــ کی دُعا درست رہتی ہے ـــــ

فارس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا ـــــ

کیوں نہ ہوتا ——

جس رحمۃ للمومنین اور شفیع المذنبین نے قیامت کے دن جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کرنا ہے وہ اپنی ولادت سے پہلے فارس کی آگ کیسے نہ ٹھنڈی کرتا۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ۔ بنائے خُدا اور بسائے محمدؐ
تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش۔ لگائے خدا اور بجھائے محمدؐ

مالکِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے بطنِ پاک میں آئے تو جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ جنّت کے دروازے کھول دیئے گئے۔

منادی کرنے والے نے زمین و آسمان میں منادی بھی کر دی —— جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارک بھی دی اور فارس کا آتشکدہ بھی ٹھنڈا ہو گیا —— لیکن شیطان

"وَصَاحَ الشَّیطانُ لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ عَلٰی جَبَلِ اَبِی قُبَیس"

اور شیطان کوہِ ابوقبیس پہ رویا —— چیخا اور چلّایا۔

تمام شیطان جمع ہو کر اپنے سردار یعنی بڑے شیطان کے پاس گئے —— اور پُوچھا

مَا الَّذِی اَصَابَکَ —— اے ہمارے سردار تجھے کس چیز نے رلایا ہے —— تجھے کیا تکلیف پہنچی ہے اور کیوں چلّاتے ہو؟

ابلیس نے جواب دیا۔

قَدِ اِستَقَرَّ مُحَمَّدٌ فِی بَطنِ اُمِّہٖ —— کہ آج رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے بطنِ پاک میں آ گیا ہے

شاید یہ گستاخ لوگ بھی شیطان کی پیروی کرتے ہوئے میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

اُجالا

والیٔ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ولادت باسعادت ہوئی تو کفر وشرک کے اندھیروں میں اسلام و توحید کا چراغ جل اٹھا ــــ الحاد و باطل کی ظلمتوں میں حق و ہدایت کی شمع روشن ہو گئی۔ ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کی قندیل چمک اٹھی ــــ فسق و فجور کی سیاہیوں میں نیکی و شرافت کا نور پھیل گیا! وحشت و بربریت کی کالی رات میں انسانیت و سعادت کی صبح نمودار ہو گئی ــــ

اور ساری کائنات پر چھائی ہوئی کفر و باطل کی شبِ تاریک میں حق و ایمان کا اُجالا پھیل گیا۔ اور سچ پوچھو تو یہ سب کچھ ہونا چاہیئے تھا ــــ

اس لئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا لال جب جَاءَکُمُ الْحَقُّ ــــ بن کر آیا تو باطل کیوں نہ جاتا ــــ اور جب وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ہو کر تشریف لایا تھا تو ظلمت کیوں نہ مٹتی ــــ اور جب

مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ ــــ کا تاج پہن کر جلوہ افروز ہوا تو ہر قسم کا اندھیرا کیوں غائب نہ ہوتا ــــ

المواہب صہ ۲۸ ــــ لَیْلَۃُ مَوْلِدِہٖ اَفْضَلُ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ــــ کہ شب قدر سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کی رات افضل ہے۔

کیونکہ ــــ شبِ قدر میں قرآنِ مجید اُترا ــــ اور اس رات میں قرآن والا آیا ــــ

ادھر آفتابِ رسالت طلوع ہونے والا تھا اور ادھر حضرتِ جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزّت میں عرض کی ۔

یا الٰہی ۔۔۔ تیرے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ باسعادت کا وقت قریب آگیا ہے لیکن حضرتِ آمنہ رضؓ اکیلی اور تنہا ہیں ۔

حکم ہوا ۔۔۔ حضرتِ حوّاؑ ۔ حضرتِ مریمؑ ۔ حضرتِ ہاجرہؑ اور حضرتِ آسیہ رضؓ کو حاضر کرو ۔۔۔

وہ حاضر ہوئیں ۔۔۔ عرض کی یا اللہ ۔۔۔ حکم

فرمایا ۔۔۔ حضرتِ آمنہ رضؓ بی بی کے پاس چلی جاؤ ۔۔۔ محبوبؐ کی آمد و ولادت ہے ۔ مگر یاد رکھنا ۔۔۔ اگر آمنہ رضؓ پوچھے تم کون ہو تو یہ نہ کہنا کہ میں حضرتِ حواؑ حضرتِ مریمؑ حضرتِ ہاجرہؑ یا حضرتِ آسیہؓ ہوں ۔ بلکہ یہ کہنا کہ ہم محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دائیاں ہیں ۔

نزہت المجالس جلد ۲ صـ ۹۸ ۔

حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ۔۔۔

"اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ جَمَاعَۃٌ مِّنَ النِّسَاءِ لَمْ اَرَ اَحْسَنَ مِنْھُنَّ "

آسیہ ۔۔۔ کہ جب میرے لختِ جگر حضرتِ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ پاک کا وقت قریب آیا تو میرے پاس اچانک حسین و جمیل عورتوں کی ایک جماعت آئی جس میں حضرتِ آسیہ بھی تھی ۔

حضرتِ آسیہؓ کیوں ؟۔۔۔

فرعون نے جب حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو حضرت آسیہ رضؓ نے یہ کہہ کر اسے قتل کرنے سے روکا تھا کہ اس بچے کو ہم اپنا بیٹا بنالیں گے ۔۔۔ اور یہ بچہ ہمیں جوان ہو کر بہت نفع دے گا ۔۔۔

تو اس کے بدلہ میں حضرتِ آسیہؓ کو یہ انعام ملا کہ پیارے مصطفٰے اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی بنا دی گئی۔

اور جس صف میں حضرتِ اسمٰعیلؑ کی والدہ ـــ حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کی والدہ اور حضرتِ مائی حوا علیہا السلام کھڑی ہوئیں اور جس سعادت سے یہ مشرف ہوئیں اسی صف میں اور اسی سعادت میں اسے بھی شریک کر لیا گیا۔

زرقانی جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۱۱ ـ ۱۱۲ ـ المواہب ص۲۲ ـ خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص۴۸

پھر حضرتِ آمنہؓ فرماتی ہیں۔

"رَاَیْتُ الْجَمَاعَۃَ قَدْ نَزَلُوْا مِنَ السَّمَاءِ وَمَعَھُمْ ثَلَاثَۃُ اَعْلَامٍ بَیْضٍ فَرَکَزُوْا عَلَماً عَلٰی ظَھْرِ الْکَعْبَۃِ وَ عَلَماً عَلٰی سَطْحِ دَارِیْ وَعَلَماً بَیْتَ الْمَقْدَس۔"

کہ میں نے ولادت کی رات ایک جماعت دیکھی جو آسمان سے اُتری تھی اور ان کے پاس تین سفید جھنڈے تھے ـــ ایک جھنڈا انہوں نے خانہ کعبہ پر نصب کر دیا اور دُوسرا بیت المقدس پہ اور تیسرا میرے مکان کی چھت پر۔

سبحان اللہ ـــ اے فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کی شان و عظمت کے قربان ـــ آپؐ کی آمد و ولادت پہ نثار اور آپؐ کی قدر و منزلت کے صدقے آپ کے میلادِ پاک کے منکر اور بے ادب لوگ تو ہمیں جھنڈیاں نہیں لگانے دیتے لیکن اللہ تعالیٰ آپؐ کے میلادِ پاک پہ جھنڈے لگا رہا ہے ـــ

جھنڈے سفید کیوں؟ ـــ

اس لئے کہ ـــ عین خونریز لڑائی اور تباہ کُن جنگ کے دوران اگر سفید جھنڈا کھڑا کر دیا جائے تو جنگ فوراً بند کر دی جاتی ہے ـــ

گویا کہ سفید جھنڈا امن و سلامتی کی علامت اور جنگ بندی کا سبب ہوتا ہے ـــ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پر سفید جھنڈے لہرا کر دنیا کے بڑے بڑے مغرور و متکبر انسانوں ! خوفناک جنگ لڑنے والے بہادروں اور تباہ کن لڑائی میں ہزاروں انسانوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنانے والے سورماؤں کو بتا دیا گیا کہ اب ظلم وستم کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ جبر و تشدد کے راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں اور اب اسلام کے مقدس اور مضبوط قلعہ پر امن وسلامتی کا پرچم لہراتا رہے گا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر یہ عام اعلان کر دیا گیا ——

اَنْ یَحْمِلْنَ ذُکُوْرًا ——

کہ اس سال پورے عرب میں ہر عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا ——

کیوں ؟

اس لئے —— کہ عام طور پر ہر انسان کو بچہ پیدا ہونے کی خوشی ہوتی ہے اور اللہ کریم نے بھی چاہا کہ عرب کے تمام لوگ اس خوشی میں شریک ہو جائیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب کے جاہل لوگ لڑکیوں کو قتل یا زندہ دفن کر دیا کرتے تھے —— اور یہ ظلم وستم اور وحشت و بربریت ہے

اور آمنہ مائی کا دُرِ یتیم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لا رہا ہے —— اگر اس کی آمد پر بھی لڑکیاں پیدا ہوتیں تو وہ قتل یا زندہ دفن ہو جاتیں اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر کسی پر ظلم ہو —— کوئی قتل ہو یا زندہ دفن ہو ——

بیان المیلاد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم —— علامہ جوزی محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ مائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے فرزندِ ارجمند حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کا وقت قریب آیا تو میرے پاس حضرتِ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے ان کے ہاتھ میں دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ

خوشبودار شربت سے بھرا ہوا پیالہ تھا —

اور مجھے کہا کہ پی لو — میں نے پی لیا —

عرض کی اور پیو —

میں نے اور پی لیا —

پھر حضرتِ روح الامین نے آواز دی —

اِظْهَرْ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اِظْهَرْ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

اِظْهَرْ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اِظْهَرْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اِظْهَرْ يَا نُوْرًا مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ

بِسْمِ اللّٰهِ اِظْهَرْ يَا مُحَمَّدُ بْنَ عَبْدُ اللّٰهِ

فَظَهَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْبَدْرِ الْمُنِيْرِ۔ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

يَا رَسُوْلُ — صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرتِ جبریل علیہ السلام کے ان تمام کلماتِ طیّبات کا لُبِ لباب۔ ماحاصل اور مقصد و مطلب یہ ہے کہ

یا رسُولَ اللہ — اب آ بھی جاؤ — اب جلوہ افروز ہو بھی جاؤ — اور اب تشریف لے بھی آؤ — اور

چراغِ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

نقاب رُخ سے اٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے

بس پھر — امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم اس طرح ظاہر ہوئے اور اس طرح سے جلوہ افروز ہوئے کہ جیسے چودھویں کا چاند طلوع ہوتا ہے ۔

کتاب الوفا جلد ا صـ ۹۱ ۔ دلائل النبوت بیہقی جلد ا صـ ۹۱ ۔ سیرۃ حلبیہ جلد ا صـ ۱۱۲ انوار المحمدیہ صـ ۱۷ زرقانی جلد ا صـ ۱۲۰ ۔ ماثبت من السنتہ صـ ۵۴ خصائص الکبریٰ

حضرت عبد الرحمٰن بن جوزی ـــ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی ۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی ـــ علامہ یوسف نبہانی ۔ امام محمد بن عبد الباقی ۔ شیخ عبد الحق محدث ۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ شریف میں تھا اور میری عمر سات یا آٹھ سال کی تھی لیکن اتنی عقل ضرور تھی کہ جو بات سنتا اسے سمجھ لیا کرتا تھا۔

ایک دن میرے کانوں میں ایک آواز آئی ـــ میں باہر نکلا ـــ ایک یہودی پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہا تھا ـــ

"قَدْ طَلَعَ النَّجْمُ اَحْمَدِ الَّذِیْ یُوْلَدُ بِہٖ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃُ" ـــ

کہ ـــ آج کی رات احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارا طلوع ہو گیا اور آج کی رات وہ پیدا ہو گیا ہے۔

ابو نعیم کی روائت میں اختلاف کے ساتھ کچھ اس طرح ہے ـــ کہ اس یہودی نے یہ پکارا ـــ

ھٰذَا کَوْکَبُ اَحْمَد قَدْ طَلَعَ ھٰذَا کَوْکَب لَا یَطْلَع اِلَّا بِالنُّبُوَّۃِ

لَمْ یَبْقَ مِنَ الانبیاء الا اَحْمَدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے ـــ اور یہ ستارہ اسی وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کی ولادت ہو۔

اب احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نبی باقی نہیں ہے۔

زرقانی جلد ۱ صـ۱۱۶ ۔ خصائص الکبریٰ جلد ۱ صـ۱۱۴ ۔ دارمی شریف جلد ۱ صـ۱۷

ابن سعد جلد ۱ صـ۹۶ ۔ مستدرک حاکم جلد ۲ صـ۶۰۰

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِکَ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے اور ہمیں بتایئے
___ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَا دَعْوَۃُ اِبْرَاهِیْمَ وَبِشَارَۃُ عِیْسٰی وَاَبَاتُ اُمِّیْ حِیْنَ
حَمَلَتْ بِیْ اِنَّہٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا قُصُوْرُ الشَّامِ

کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ ماجدہ کی وہ خواب ہوں جو انہوں نے اس وقت دیکھی جب کہ وہ میرے نورِ پاک سے حاملہ تھیں۔ پھر ان سے نور نکلا کہ انہیں اس کی روشنی سے شام کے محلات بھی نظر آ گئے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا

حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :۔
جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو رات کے اندھیرے میں مجھے شام کے محلات بھی نظر آ گئے۔
اور آتے بھی کیوں نہ ؟
سِرَاجًا مُّنِیْرًا تھے ___
اور فرمایا ___ خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ ___
کہ میرے بطنِ پاک سے نور نکلا ___ اس لئے تو کفر کا اندھیرا مٹ گیا ___ شرک کی تاریکی ختم ہو گئی ___ باطل کی ظلمت جاتی رہی اور ضلالت کی سیاہی دھوتی گئی۔ اور ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ بلکہ خود خدا نے اعلان فرمایا۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ۔

بصد اندازِ یکتائی بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنابِ آمنہ سنتی تھی یہ آواز آتی تھی
سلام اے آمنہ کے لالؐ اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی

اور ـــــ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدائیت پہ لاکھوں سلام
تارے گئے اُڈ یکدے پوہ پھٹی چڑیاں بولیاں دُرِّ یتیم آیا
کعبہ جھکیا جھکیا بت ڈگے تکّے وجہ جہاں نبی کریم آیا

نزہت المجالس جلد ۲ صـ۹۸ معارج النبوت فارسی۔ شواہد النبوت فارسی صـ۲۲

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں ـــ اَنَا اَطُوفُ بِالْکَعْبَۃِ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ۔
کہ میں امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کی رات خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا ـــ
میں نے دیکھا کہ کعبہ سجدہ میں گر گیا ہے ـــ اور کعبہ سے آواز آئی۔
اَنَّ آمِنَۃَ قَدْ وَلَدَتْ مُحَمَّدً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ـــ
کہ آمنہ کے ہاں حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پیدا ہو گئے ہیں ـــ کہ حضرتِ آمنہ بی بی نے جناب محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیدا کر دیا ہے۔
اور کعبہ کے اندر جو ہبل نامی بڑا بت تھا اس کے اندر سے بھی آواز آئی ـــ
اَلَا وَقَدْ وَلَدَ النَّبِیُّ آخِرُ الزَّمَانِ ـــ کہ خبردار آخری نبی پیدا ہو گیا ہے۔
وَنَوَّرَ نُوْرُہٗ اِلَی الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ـــ اور اسی کا نور مشرق و مغرب تک پھیل گیا ہے۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں یہ آوازیں سن کر میں خوشی خوشی حضرت آمنہ بی بی کے گھر پہنچا اور اندر جانے لگا ــــ تو فَخَرَجَ رَجُلٌ مَعَهٗ سَیْفٌ ــــ ایک آدمی تلوار لئے ظاہر ہوا اور پکارا ــــ

جب تک تمام فرشتے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کرلیں گے نہ کوئی اندر جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔

اور ــــ

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

مقصودِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو باغِ ہستی میں بہار آگئی ــــ حوروں نے درود پڑھا ــــ فرشتوں نے سلامی دی ــــ اور نگاہِ فطرت نے اپنے عظیم شاہکار کو بشریت کے پردے اٹھا کر دیکھا ــــ

خطۂ عرب میں دھوم مچ گئی ــــ اور مکہ مکرمہ کی تمام دائیاں والیٔ دوجہاں کو حاصل کرنے کے لئے چل پڑیں۔

تیز رفتار سواری والیاں آگے نکل گئیں ــــ مگر حضرت حلیمہ سعدیہؓ جو خود بھی غریب و مفلس تھی اور اس کی سواری بھی لاغر و کمزور تھی ــــ آہستہ آہستہ چلی جا رہی تھی ــــ کہاں میں اور کہاں وہ بچہ جس نے پیدا ہوتے ہی بارگاہِ ربّ العزت میں سجدہ کیا ہے اور گنہگار بندوں کی بخشش کے لیئے دعا کرتے ہوئے یہ کہا ہے۔

"رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ"

کہ یارب میری اُمّت کو بخش دے۔

حلیمہ ــــ کی اس حسرت پر قدرت مسکرائی اور آواز دی ــــ

رحمت و برکت کا یہ خزانہ تیرے ہی دامن میں آئے گا۔ دین و دنیا کی یہ دولت

تیری ہی جھولی میں ڈالی جائے گی اور اسے دُودھ پلانے کی سعادت بھی تجھے ہی نصیب ہوگی۔

دولت مندوں — امیروں — نوابوں اور سرمایہ داروں کے بچے لے کر دائیوں نے فخر کیا — کہ معاوضہ بہت ملے گا — اُجرت کثیر ہاتھ آئے گی اور رقم معقول حاصل ہوگی —

اور ان بچوں کے مقابلہ میں عبداللہ کا یتیم ہے اسے کون لے — باپ سر پہ نہیں — ماں کے گھر میں چراغ نہیں — غربت و افلاس کا سایہ ہے — اُجرت کون دے گا — معاوضہ کیا ملے گا اور رقم کتنی حاصل ہوگی —

دائیوں نے لینے سے انکار کر دیا — مگر وہ بدقسمت نہیں جانتی تھیں کہ یہ بچہ یتیم نہیں — دُرِ یتیم ہے — خُدا کے تمام خزانوں کا مالک ہے! دین و دنیا کی دولت کا وارث ہے لعل و جواہرات کے خزانے اس کے قدموں میں ہیں۔ سونے و چاندی کے انبار اس کے دامن میں اور اشرفیوں کے ڈھیر پاؤں کی ٹھوکر میں —

حضرت آمنہ بی بیؓ — پریشان تھی کہ کون ہے جو میرے بچہ کو دُودھ پلائے — کون ہے جو اسے گود میں اٹھائے اور کون ہے جو اسے پیار سے سینے سے لگائے —

بی بی — حسرت و یاس کی تصویر بنے سر جھکائے بیٹھی تھی — کہ گلی میں سے کسی نے پکارا —

کسی کے پاس کوئی بچہ ہے تو مجھے دے دے۔ میں اسے پیار سے دُودھ پلاؤں گی — محبت سے گلے لگاؤں گی اور شفقت سے اس کے بوسے بھی لوں گی — اور دوسری دائیوں کے مقابلہ میں اُجرت بھی کم لوں گی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آواز سُنی — تو خوشی سے جھوم اٹھیں۔ آواز دی — بی بی اندر آجا۔

ہمارے پاس ایک بچہ ہے — بڑا ہی حسین — بہت ہی خوبصورت اور نہایت

ہی پیارا ہے۔

بس نور کا پیکر اور چاند کا ٹکڑا ہے۔

حلیمہ — اندر آگئی —

آمنہؓ نے پوچھا — کیا نام ہے تمہارا ؟

جواب دیا — حلیمہ !

کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہو ؟

بنی سعد سے !

کیا اُجرت لوگی ؟

جو چاہو دے دینا !

اچھا تو اٹھا لو میرے لال کو۔

المواہب ص۲۹ حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر آپؐ کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھا — تو

فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا — آپؐ مسکرائے۔

فَفَتَحَ عَیْنَہٗ یَنْظُرُ اِلَیَّ — چشمِ مبارک کھولیں — میری طرف دیکھا۔

فَقَبَّلْتُہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ — اور میں نے محبت سے آپ کی پیشانی مبارک چوم لی۔

ے ویکھو دائی حلیمہ دے بھاگ جاگے گھر یں دُرِّ یتیم لیا وندی اے

جدھے پیراں دی دُھوڑ نوں نبی ترسن اوہدیاں لباں تے لباں ٹکاوندی اے

پھر — حضرتِ حلیمہ سعدیہؓ نے سرورِ کائنات کو جھولی میں اٹھایا — تو

حلیمہ محمدؐ نوں پایا جاں پلّے

عرش والے جُھک جُھک کے دیندے سی تھلّے

پھر ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
بنی تو محمدؐ کی دائی حلیمہ

حلیمہؓ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پھٹے ہوئے دامن میں چھپا لیا — سینے سے لگا لیا اور اپنی سست رفتار۔ لاغر و کمزور اونٹنی پر بٹھا لیا۔ لیکن سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کی کمزوری دور ہو گئی اور اس میں برق رفتاری پیدا ہو گئی — پہلے چلتی نہیں تھی — اب رکتی نہیں ہے۔

دونوں عالم کی برکت و رحمت حلیمہ کے ٹوٹے ہوئے کھجوری چھپر میں آئی تو اس کی غربت جاتی رہی — مفلسی غائب ہو گئی — سوکھی ہوئی بکریاں دودھ دینے لگیں اور فرشتے اس کے چھپر کا طواف کرنے لگے۔

اور —

اُسے حاجت نہیں تھی اب کوئی کھانے پکانے کی
کہ وہ تو بن گئی مالک خدا کے ہر خزانے کی
صُبح سے شام تک تو شہر بھر میں گھوم لیتی تھی
مگر جب بھوک لگتی تھی لبوں کو چُوم لیتی تھی

بیان المیلاد النبی ص ۵۴ علامہ محدث جوزیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں — اِذَا اَرْضَعْتُهٗ فِي الْمَنْزِلِ اُسْتُغْنِيَ عَنِ الْمِصْبَاحِ — کہ جب میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے اندھیرے میں دُودھ پلاتی تھی تو مجھے چراغ کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔

چنانچہ ایک دن اُمّ خولہ سعدیہ نے مجھ سے پُوچھا —

اے حلیمہ — کیا تو اپنے گھر میں آگ جلائے رکھتی ہے کہ ساری رات تیرے گھر میں روشنی رہتی ہے؟

تو میں نے جواب دیا۔

لَا وَاللّٰہِ لَا اُوْقَدُ نَاراً وَلٰکِنَّہٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کہ — اللہ کی قسم میں آگ تو نہیں جلاتی لیکن یہ روشنی تو محمدؐ کے نور کی ہوتی ہے صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

قارئینِ کرام — ذرا سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقدس خاندان اور مکرم ومحترم گھرانہ تو ملاحظہ ہو۔

کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا۔ — کنانہ سے قریش کو پسند فرمایا — قریش سے بنی ہاشم کو منتخب کیا اور پھر بنی ہاشم سے اپنے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو چنا۔

والد عبد اللہؓ — یعنی اللہ کا بندہ۔

والدہ — آمنہؓ — یعنی امانت والی۔

دائی حلیمہؓ — یعنی حلم والی اور —

قبیلہ سعد — یعنی سعادت والا۔

حضراتِ گرامی — عقائدِ حقہ رکھنے والو اور اہلِ سنّت وجماعت بریلویہ سے دامن وابستہ رکھنے والو — یہ ہے اس محسنِ انسانیت — مرکزِ آدمیت — محبوبِ خدا — سید المرسلین — خاتم النبیین — دیوانِ حشر کے صدر نشین۔ نورِ مجسم — ہادیٔ برحق والیٔ دوجہاں۔ لختِ جگر حضرتِ آمنہؓ — نورِ چشم حضرتِ عبد اللہؓ اور راحتِ دلِ عبد المطلبؓ — حضرتِ محمد مصطفیٰ۔ احمدِ مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا میلادِ پاک — جس کی خاطر یہ بزمِ کائنات سنواری گئی —

جس کے لئے یہ محفلِ کون ومکان سجائی گئی۔

حریمِ قدس کا پردہ اٹھایا گیا — چراغِ ہستی جلایا گیا — باغِ دو عالم کو آراستہ

کیا گیا اور خود خدا کو اپنا آپ ظاہر کرنا پڑا ——
اور پھر —— جس نے دنیا میں تشریف لا کر یتیموں کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔ مفلسوں — غریبوں اور محتاجوں کو اپنے دامنِ رحمت میں پناہ دی —— اور گنہگار اُمت کی بخشش کے لیے دن رات دعائیں کرتا رہا ——
اور جس کی زبان —— رب کا فرمان —— جس کا فرمان خدا کا فرمان — جس کا ہر سانس قانونِ الٰہی —— جس کا دامن رحمت کا سایہ —— جس کی سفید چادر پردہ پوش اور جس کی کالی کملی جائے پناہ۔

ہر نبی یقیناً بشر ہوتا ہے اور وہ کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی۔ چلتا بھی ہے اور پھرتا بھی، نکاح بھی کرتا ہے اور اس کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ بلکہ بشر ہونے کی حیثیت میں بشریت کے تمام تقاضے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مگر محض اس بناء پر ہی نبی کو اپنے جیسا ایک بشر سمجھ لینا نہ صرف بے ادبی اور گستاخی ہے بلکہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ کہ "اے میرے محبوب پاکؐ! تم کہہ دو، کہ میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں، لیکن مجھ پر وحی آتی ہے"!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں شامل ہیں مگر انسانوں میں ممتاز ہیں۔ کیونکہ جو انسان ہو کر انسانوں میں ممتاز ہو اس کا تصور کرنا مشکل نہیں۔ اور جو انسان ہو کر انسانوں سے ممتاز ہو، اس کا اور اس کے مقام کا تصور کرنا محال ہے۔ اگر یہ کہلوایا جاتا، کہ میں تم جیسا انسان ہوں مگر تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ یا تم سے زیادہ فلسفی ہوں۔ یا تم سے اچھا شاعر ہوں تو تصور کر لیا جاتا۔ کیونکہ جو انسانوں میں زیادہ ممتاز ہو اس کا تصور کر لیا جاتا۔ رستم، ارسطو اور متنبی کا تصور کر لینا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن جو انسانوں سے ممتاز ہو اس کا تصور اسی صف کے لوگ کر سکتے ہیں، عام انسان نہیں۔ آپ بُو کی کیفیت اور کھانے کی لذت سونگھے اور چکھے بغیر نہیں بتا سکتے تو وحی

توسونگھی اور چکھی بھی نہیں جاتی - اسی لیے بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پر یقین رکھنے والوں کو یُوْحیٰ اِلَیَّ پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے -

غیر نبی یعنی عام انسانوں کے لئے کسی وقت بھی ٹھوکر کھا جانا اور گمراہ ہو جانا ممکن - مگر نبی کے لیئے محال - قرآن میں ارشاد باری تعالےٰ ہے. مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی - کہ تمھارے ساتھی حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ کبھی بہکے

نبی قبل از نبوت بھی انتہائی سعید، نیک طینت، راست گفتار، امانت دار، صاحب حلم وحیا، مجسمۂ اعمال صالحہ اور پیکرِ اخلاقِ رحمانی ہوتا ہے - اور اس کی نبوّت کے خدوخال چشم الٰہی کے سامنے تیار ہوتے ہیں - اور شروع ہی سے اللّٰہ تعالےٰ اس کی خاص نگرانی کرتا ہے -

نبی کا پاکیزہ دماغ کبھی غلط بات نہیں سوچتا، اور اس کی آنکھ کبھی ٹیڑھا راستہ نہیں دیکھتی - اور اسے ایک ایسی روشنی دی جاتی ہے جو عام انسانوں کو نہیں دی جاتی - اور شہنشاہِ عرب وعجم، تاجدار کون ومکان اور صاحب لولاک ہونے کے باوجود بھی اس میں تکبّر وغرور نہیں آتا - جیساکہ حدیث پاک میں ہے - اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَافَخَرَ کہ میں اللّٰہ کا حبیب ہوں مگر فخر نہیں کرتا . نبی کے بعد والی زندگی سے قطع نظر کہ وہ سرتاپا معصوم ہوتی ہے، ذرا قبل از نبوت کا جائزہ لیں تو آپ کو صاف نظر آئیگا، کہ وہ اپنے ماحول میں درخشندہ ستاروں کی طرح صرف نمایاں ہی نہیں ہوتا بلکہ سورج کی طرح چمکتا بھی ہے . اس کی سیرت اتنی بے داغ اور اس قدر بے غبار ہوتی ہے، کہ دوست تو رہے دوست، دشمن بھی اس کی طرف انگشت نمائی نہیں کرسکتے . اس کے گرد وپیش خواہشاتِ نفس اور ہوا وہوس کی تباہ کن آندھیاں اٹھتی ہیں، لیکن اس کے دامنِ سیرت پر گرد وغبار کا ایک

معمولی سانشان تک بھی نہیں آتا۔ بلکہ ایسے نازک موقعوں پر اس کی سیرت اور بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اور دنیا والے جان جاتے ہیں کہ یہی وہ نفسِ اقدس ہے جو دنیا کی قیادت و امامت اور رہبری و راہنمائی کے لئے سزاوار ہے۔

ان تمام حقائق پر یقین رکھنے والا مسلمان پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا ہی ایک عام بشر سمجھے تو پھر یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جس نبی کی تدبیر خدا کی تقدیر اور جس کی حرکت میں خدا کی برکت ہو۔ اور جس کی زبان مشیت الٰہی کی ترجمان اور جس کا بیان خدا کا قرآن ہو، اور جس کی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چودھویں رات کا چاند پھٹ جاوے اور جس کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج واپس آجاوے بھلا وہ نبی ہماری مثل کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے تھوک میں زحمت و وَبا۔ لیکن نبیؐ کے پاک تھوک میں رحمت و شفا۔ ہم سو جائیں تو وضو ٹوٹ جائے، نبی سو کر اٹھے تو وضو نہ ٹوٹے۔ ہمارا سونا غفلت، نبی کا سونا عبادت۔ اور وہ نبی کہ جو جس رستے سے گزر جائے تو وہ راستہ خوشبو سے مہک اٹھے۔ اور جس کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل آئیں، اور جس کا دستِ مبارک سیاہ چہرے کو جمالِ یوسفی بنا دیتا ہو، اور جس کی زیارت تمام عبادات سے افضل ہو، اس نبیؐ کو اپنا مثل سمجھ لینا بے دینی، گمراہی اور کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

ے

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسولؐ
اوجِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسولؐ
جس کا ہر تیور ہے حکمِ آسمانی وہ رسولؐ
موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسولؐ
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسولؐ
جس کا ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسولؐ

اوّلاً اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ حضور علیہ السّلام بھی ہم جیسے ہی ایک بے اختیار بشر تھے تو پھر غلام احمد پرویز منکرِ حدیث کے انکارِ حدیث ایسے باطل اور گمراہ کُن عقیدے کو درست اور صحیح ماننا پڑے گا۔ کیونکہ وہ نبی جو ہماری طرح کا ایک مجبور و معذور انسان ہے تو پھر اس کی کوئی بات بھی شریعت میں حجت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی توحید کے بنیادی عقائد مثلاً توحید باری تعالیٰ، منصب رسالت، ختمِ نبوت، حیاتِ عیسیٰ علیہ السّلام، حشر و نشر، نماز روزہ حج و زکوٰۃ، حساب و کتاب اور دیگر ارکانِ اسلام پر ہی یقین کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان تمام کلیات کی تفسیر و تشریح اور تفصیل و توضیح اس نبیؐ کی زبانِ پاک سے بیان ہوئی جو ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے۔ اور اس کی کوئی بات شریعت و دین میں حجت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ منصب خدا ہی کی طرف سے حضور علیہ السلام کو عطا ہُوا

○ پارہ ۱۴ سورۂ نحل آیت ۴۴

وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ

اے میرے محبوب پاکؐ! ہم نے تجھ پر یہ قرآن پاک نازل کیا ہے کہ تو اسے کھول کر بیان کرے۔

اس طرح نہ صرف یہ کہ قرآن پاک کی تفصیلات و تشریحات بے معنی ہو کر رہ جائیں گی، بلکہ نفسِ قرآن کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ بھی اسی نبیؐ نے فرمایا ہے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ جو ہی نعوذ باللہ ہماری طرح کا ایک مجبور محض انسان ہے حالانکہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ایسے صاحبِ کمالات اور صاحبِ اختیارات اور بے مثل و بے نظیر بشر ہیں کہ جن کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئی ہر بات شریعت میں حجت اور دین میں دلیل ہے۔ اور جس کی ہر ادا دین اور جس کی ہر حرکت شریعت ہے۔

○ پارہ ۱۸ سورۂ نور :

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

"تم کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی کرو (یعنی میری)

پارہ ۹ سورۂ اعراف :

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

"میرے محبوب پاک کی شان تو یہ ہے کہ وہ دنیا والوں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے اور ان کو برائی سے روکتا ہے اور صاف ستھری چیزیں حلال، اور ناپاک اور گندی چیزیں حرام کرتا ہے"

پارہ ۵ ۔سورۂ نساء آیت ٦۵ :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ

"پس اے میرے محبوبؐ! مجھے تیری معرفت اپنی ذات کی قسم کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر معاملہ میں تیرا فیصلہ نہ مانیں گے اور تجھے حاکم اعلیٰ تسلیم نہ کریں گے"!

مندرجہ بالا آیات قرآنی پر غور کرنے کے بعد کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ السلام ایک صاحب اختیار اور بے مثل و بے نظیر بشر ہیں۔ کیونکہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری مثل ایک بے اختیار بشر ہوتے تو اللہ تعالےٰ محبت پیدا کرنے کے لئے آپؐ کی اتباع کو فرض نہ کرتا، اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کی اطاعت واجب نہ کرتا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرح کا ایک معمولی بشر کہنے والوں سے پوچھا جاوے کہ کیا اس ساری کائنات میں اور اس عالم موجودات میں کوئی اور بھی ایسا انسان یا بشر ہے جس کی اتباع و اطاعت کو لوگوں پر فرض کیا گیا ہو؟ اور کیا

حضور علیہ السلام کے سوا کسی اور کو بھی یہ حق اور اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے۔ اور کیا اور کوئی انسان یا بشر بھی ہے جس کا فیصلہ نہ ماننے سے انسان کافر ہو جاتا ہے! جب نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے تو پھر بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے فتوے کیوں؟

آپ کسی بڑے سے بڑے حکمران کے فیصلے کو نہ ماننے سے زیادہ سے زیادہ باغی اور غدار ہو سکتے ہیں لیکن کافر نہیں۔ مگر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے صاحبِ اختیار حکمرانِ اعلیٰ اور بے مثل بشر ہیں کہ ان کے فیصلے کا انکار کرنا تو درکنار اپنے دل میں ذرا سی ہچکچاہٹ تک محسوس کرنے سے بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک منافق کو محض اس لئے قتل نہ کر دیا تھا کہ اس نے حضور نبی کریم علیہ السلام کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا تھا۔؟

اس مظہرِ ذات خداوندی کو اپنی مثل بشر سمجھنے والوں کو چاہیئے کہ یا تو وہ دین کے تمام بنیادی قوانین اور شریعت کی تمام تشریحات کا اس بناء پر انکار کریں کہ یہ سب کچھ ہماری ہی طرح کے ایک بے اختیار بشر کی تشریحات ہیں۔ اور اگر وہ یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ہر بشر یا انسان اور ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کی بات شریعت نہیں ہوتی، ان کلیات کو مانتے ہیں، تو پھر امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو باکمال صاحب اختیار رسول ماننے کے ساتھ ساتھ بے مثل و بے نظیر بشر بھی تسلیم کر لیں۔ اور اگر تاجدارِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھنا درست اور ٹھیک ہے تو پھر ایسے گمراہ اور بے دین لوگوں سے پوچھا جائے، کہ پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا کیا قصور اور گناہ ہے، کیونکہ وہ بھی تو اپنے آپ کو مثلِ عیسیٰ علیہ السلام ہی کہتا ہے؟ (اگرچہ اس کے کفریات اور بھی بہت ہیں) تو یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو مثلِ عیسیٰ بنے وہ تو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج اور جو مثلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بنے وہ مومن کا مومن۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھنے والا انسان تو ضلالت و گمراہی اور نفاق و کفر میں شیطان سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ ط

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ میری صورت پاک کی مثل بن سکے۔

وہ شیطان جو خواب میں طرح طرح کی شکلوں میں آکر انسان کو دھوکہ اور فریب دے سکتا ہے وہ بھی کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک کی مثل نہیں بن سکتا، تو پھر اتنی بڑی کھلی ہوئی گمراہی اور بے دینی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک انسان یہ عقیدہ رکھے کہ میں حضور علیہ السلام کی مثل ہوں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ط

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۱۹۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲۷۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

اس حدیث پاک کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو یہ پورا حق تھا کہ وہ اعلان کرتے کہ اے دنیا والو! میں نعوذ باللہ خدا کی مثل ہوں۔ کیونکہ خدا نے مجھے اپنی صورت پر

پر پیدا کیا ہے۔ مگر حضرت آدم علیہ السّلام نے ایسا اعلان نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر میں نے اس قسم کا اعلان کیا تو نبوّت و خلافت تو درکنار ایمان بھی نہیں رہیگا تو اگر حضرت آدم علیہ السّلام کا صورتِ حق پر پیدا ہونے کے باوجود بھی ایسا اعلان کرنا کفر ہے تو اپنے آپ کو امامِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مثل سمجھنے والوں کی تو صورت بھی مکروہ ہے۔ پھر ان کا اپنی تقریروں اور تحریروں میں ایسا اعلان کرنا کیوں کفر نہیں! ہو سکتا ہے کہ پاکستان کا جدید مُلّا محض اس بناء پر سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے جیسا بے اختیار اور مجبور بشر سمجھتا ہو کہ میرے بھی دو ہاتھ ہیں اور حضور علیہ السلام کے بھی دو۔ میں بھی کھاتا پیتا ہوں اور حضور علیہ السّلام بھی۔ مگر یہ انتہائی کم عقلی ہے۔ اور بد باطنی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ماں اور بیوی کی ظاہری شکل و صورت ایک جیسی ہے ماں کے بھی ۲ دو ہاتھ ہیں اور بیوی کے بھی دو۔ ماں کی بھی ۲ دو آنکھیں ہیں اور بیوی کی بھی دو۔ ماں بھی کھاتی پیتی ہے اور بیوی بھی۔ ماں بھی سوتی جاگتی ہے اور بیوی بھی۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دے، کہ تیری پیٹھ میری ماں کی طرح ہے تو بیوی اس وقت تک حرام ہو جائے گی جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کرے گا۔ اگرچہ دونوں کی شکل و صورت ایک سی ہے، حرکات و سکنات ایک جیسی ہیں۔ مگر اپنی بیوی کو ماں کی مثل کہنے والے کو یہ کفارے کی سزا اس لئے دی گئی، کہ اس نے اپنی بیوی کو ماں کی مثل کیوں بنایا۔ کیونکہ ماں کے قدموں میں جنت۔ ماں کو دیکھنا عبادت۔ ماں راضی تو خدا راضی!

تو وہ خدا جو ہماری ماؤں کی مثل برداشت نہیں کر سکتا وہ اپنے یار کی مثل کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ جس نے اپنی بیوی کو ماں کی مثل کہہ دیا اس پر بیوی حرام۔ اور جس نے کملی والے ﷺ کو اپنی مثل کہہ دیا اس پر جنت کی خوشبو تک حرام، وہاں کفارہ ادا کرنے سے حلال اور یہاں بدعقیدہ سے توبہ کرنے سے حلال ۵

ہے اُدھر بھی آدمی اور ہے اِدھر بھی آدمی

اس کے جُوتے پر چمک اور اس کے چہرے پر نہیں

اس چیز کو عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

گر بصورت آدمی انساں بُدے

احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بُدے

اگر ظاہری شکل وصورت اور حرکات وسکنات کی بنا پر ہی انسانیت کا دار و مدار ہوتا تو پھر نعوذ باللہ حضور علیہ السلام اور ابوجہل بھی برابر ہوتے۔ حالانکہ ابوجہل سراپا کفر، اور کملی والاؐ مجسمۂ ایمان۔ وہ سرتاپا لعنت اور حضور علیہ السلام پیکر رحمت تھے۔ آگے فرماتے ہیں ؎

احمدؐ و بُوجہل در بتخانہ رفت

زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت

ایں در آید سر نہد اُو را بُتاں

او در آید سر نہد چو اُمتاں

اصل واقعہ یہ ہے کہ ابوجہل ہر روز حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہتا، کہ جس خدا کی تو پرستش کرتا ہے وہ تو نظر نہیں آتا۔ کبھی بت خانہ جا کر ہمارے خداؤں کو دیکھ! مگر حضور علیہ السلام ہر روز انکار کر دیتے۔ جب ابوجہل نے زیادہ اصرار کیا، تو حضورؐ نے عرض کی، میرے مولا! میرے لئے کیا حکم ہے؟ خدا نے فرمایا۔ کہ اے میرے محبوب پاکؐ۔ اب اگر وہ آئے تو انکار نہ کرنا! کملی والےؐ نے عرض کی کہ مولا: میں نبی ہو کر بتخانہ جاؤں؟ تو خدا نے فرمایا۔ کہ ضرور جانا، کیونکہ دنیا کو دکھانا ہے کہ ؎

شمع پر جائے پروانہ تو پروانہ نہیں رہتا
محمد بتکدے میں ہو تو بتخانہ نہیں رہتا

دوسرے دن ابوجہل پھر آیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جانے کو تیار ہوں۔ تو وہ کہنے لگا۔۔ کہ ذرا ٹھہر جائیں سارے مکہ میں منادی کر دوں: کملی والے نے عرض کی، مولا! ابوجہل منادی کرا رہا ہے! خدا نے فرمایا۔ کملی والے یہ کر نہیں رہا میں کروا رہا ہوں۔ تاکہ مکہ مکرمہ کے تمام لوگوں کو تیری شان کا پتہ چل جائے۔ آخر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل دونوں بتخانہ گئے۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ ابوجہل داخل ہوتے ہی ہر بت کے سامنے جھک گیا۔ مگر جب تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تو ہر بت نے آپ کو سجدہ کیا
مولانا رومی نے ایسے بدعقیدہ لوگوں کو تنبیہہ فرمائی ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

کہ انبیاء اور اولیاء کی ظاہری شکل وصورت اور ان کے افعال واعمال کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ کیونکہ اگرچہ "شیر" اور "شِیر" لکھنے میں ہم شکل ہیں مگر حقیقت میں ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔
شیر جنگل کا بادشاہ ہے اور درندہ ہے۔ جبکہ شِیر (دودھ) پیا جاتا ہے۔ اور اسے ایک بچہ بھی بکری سے نکال سکتا ہے۔ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ ایسے بدعقیدہ اور گمراہ ہوتے ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو محض اس بنا پر اپنی مثل سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور سوتے جاگتے ہیں اور انبیاء اور اولیاء بھی۔

؎

گفت ایں کہ ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیاں بے انتہا

لیکن ان کی اندھی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں کہ اُن میں اور اِن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اِرشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنِ ابْنِ عِمْرَانَ وَعَنْ اَنَسٍ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْوِصَالِ قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ كَهَیْئَتِكُمْ وَ اَیُّكُمْ مِثْلِیْ وَ اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلُكُمْ وَ اِنِّیْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ ط

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۲ - مسلم شریف ج ۱ ص ۳۵۱ - مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۵ - ترمذی ج ۱ ص ۹۷)

حضرات عمران، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو وصال کا روزہ (متواتر روزہ) رکھنے سے منع فرمایا تو غلاموں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں تو منع کرتے ہیں مگر آپ خود ایسا کرتے ہیں۔ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ میں تمہاری ہیئت پر نہیں ہوں۔ اور میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ اور تم میں سے میری مثل کون ہے؟ (یعنی کوئی نہیں)

مندرجہ بالا ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھنے والا مسلمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بھی اپنی مثل بشر سمجھتا ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ نبی کریم علیہ السّلام کو نعوذ باللہ جھوٹا بھی مانتا ہے۔ مگر وہ بے دین لوگ جو خدا تعالےٰ کے لئے امکانِ کذب کے قائل ہیں، ان کیلئے حضور علیہ السلام کو کاذب مان لینا کونسی بڑی بات ہے۔ العیاذ باللہ! ورنہ جمہور اہلِ اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السّلام کے بعد نبوت کا ہر مدعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حیاتِ جسمانی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہیں، اور قربِ قیامت میں نازل ہونگے۔ وہ نکاح کرینگے۔ اور یہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آخری وقت میں آئیں گے ۔

اِن تمام عقائدِ دینیہ پر تمام اہلِ اسلام کا یقین اس لئے ہے کہ ان تمام امور کی جملہ تشریحات نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ حق ترجمان سے بیان ہوتی ہیں۔ اور پھر اسی کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں تمہاری ہیئت پر نہیں ہوں، میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ اور تم میں سے میری مثل کون ہے ؟ یعنی کوئی بھی نہیں تو مندرجہ بالا حقائق کے پیشِ نظر بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے فتوے لگاتے والوں کو چاہیئے کہ یا تو ختم نبوت، حیاتِ عیسٰیؑ اور ظہور مہدی کا انکار کریں۔ یا حضور علیہ السلام کو بے مثل و بے نظیر بشر تسلیم کرلیں۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اور یہ بھی حضور علیہ السلام نے کہ میں بے مثل بشر ہوں۔

خدا نے فرمایا، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ مصطفٰےؐ نے فرمایا۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ وہ کہتا ہے میں بے مثل ہوں، یہ کہتا ہے میں بے مثل ہوں۔ وہ بھی سچا، یہ بھی سچا وہ اپنی خدائی میں بے مثل اور یہ اپنی مصطفائی میں بے مثل ؎

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل کوئی آیا نہیں ہے
بے مثل نے محبوب بھی بے مثل بنایا
واں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی رٹ لگانے والا پاکستان کا جدید ملّا علمائے حق اہلسنت والجماعت پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ سُنّی حضور علیہ السلام کی اتنی تعریف کرتے ہیں، کہ خدا سے ملا دیتے ہیں، اور شان بیان کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتے ہیں، مگر

میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی انسان اس کملی والے کی شان بیان کرتے ہوئے حد سے بڑھ سکتا ہے ؟ جس کے مقام کی حد کا حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی پتہ نہ تھا، یہ محض علمائے حق اہلسنت پہ ایک بہتانِ عظیم ہے ۔ اور یہ درست ہے تو پھر میں جدید ملّا سے کہتا ہوں ، کہ نبی کریم علیہ السلام کے مقام کی حد تو متعین کر دے ، اور اس کے بعد ہم اس حد سے آگے بڑھے تو جو جی چاہے ہمیں سزا دینا ۔ رہی خدا سے ملانے کی بات ، تو خدا سے ملانا تو درکنار ہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا وزیر بھی نہیں مانتے ۔ بلکہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا کے حبیب ہیں اس لئے کہ وزیر بدل جاتے ہیں اور حبیب کبھی بدلا نہیں ۔ اور پھر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خدا سمجھے وہ بھی کافر اور جو خدا سے جدا سمجھے وہ بھی کافر ؎

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیئے کیا ہو!

اصل بات یہ ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھنے والوں کے دلوں پر نفاق کی مہریں لگ چکی ہیں اور آنکھوں پہ تعصب کے سیاہ پردے پڑ چکے ہیں ۔ جن کی وجہ سے وہ ضد لئے حق کو قبول نہیں کرتے ۔ اور اس کملی والے کے نورِ حق کو دیکھ نہیں سکتے ۔ اسی حقیقت کو عارفِ رُومیؒ نے اپنے عارفانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی
کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
از دگر خوباں تو افزوں نیستی
گفت خامش تو مجنوں نیستی

کہ لیلیٰ اور مجنوں کے عشق و محبت کی داستان مشہور ہوئی تو خلیفۂ وقت نے لیلیٰ کو

دربار میں بلا کر کہا کہ کیا تو وہی لیلیٰ ہے جس کی محبت میں شہزادہ قیس اپنی عقل و ہوش گنوا بیٹھا ہے۔ حالانکہ دوسری عورتوں سے تو کوئی زیادہ حسین تو نہیں ہے۔ تو لیلیٰ نے جواب دیا۔ کہ بیشک میں دوسری عورتوں سے حسین تو نہیں ہوں، لیکن تیری بھی آنکھیں مجنوں کی نہیں ہیں ؎

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا　　　ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

کیونکہ اگر تو مجنوں کی آنکھ سے مجھے دیکھتا تو پھر اس دنیا میں لیلےٰ کے سوا تجھے کوئی اور حسین نظر نہ آتا۔ تو اگر صورتِ لیلےٰ کو دیکھنے کیلئے مجنوں کی آنکھ کی ضرورت ہے، تو حُسنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کیلئے حضرتِ صدیقؓ کی آنکھ کی ضرورت ہے۔ جیساکہ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں ۔ کہ ایک دن امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی پاک و مقدس زمین میں جا رہے تھے، کہ ؎

دید احمدؐ را ابوجہل و بہ گفت
زشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت

کہ ابوجہل نے حضور علیہ السلام کو دیکھ کر کہا، کہ میں نے بنی ہاشم کے قبیلے میں (نعوذ باللہ) تجھ سا بدصورت کوئی نہیں دیکھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صَدَقْتُ کہ تو نے سچ کہا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آگے گئے تو غلام جانثار نے، یارِ غار نے اور صاحبِ مزار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کملی والے کو دیکھا۔ گویا کہ عشق نے حُسن کو دیکھا۔ طالب نے مطلوب کو دیکھا، عاشق نے محبوب کو دیکھا۔ پیاسے نے ساقیٔ کوثر کو دیکھا۔ بلبل نے گلشنِ نبوت کو دیکھا اور پروانے نے شمعِ رسالت کو دیکھا۔ وہ مجسمۂ ایمان تھا اور یہ جلوۂ رحمان تھا۔ وہ صاحبِ صدق و صفا تھا اور یہ حبیبِ کبریا تھا۔ وہ حضرتِ صدیقؓ تھا اور یہ اُمت کا شفیق تھا۔ بس پھر کیا تھا، جلوۂ حسن، یار کو دیکھ

کہ کیف و مستی میں پکار اٹھے ؎

دید صدیقش بگفت اے آفتاب
نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب

کہ اے کملی والے آقائے دو عالمؐ! میں نے مشرق و مغرب میں، شمال و جنوب میں، بلکہ ساری کائنات میں آپ جیسا حسین کوئی نہیں دیکھا۔ ستاروں میں آپ کی چمک ہے۔ اور موتی میں آپ کی دمک۔ پھولوں میں آپ کی مہک ہے اور نغماتِ بلبل میں آپ کی چہک۔ اور ریت کے ذروں سے لے کر آفتاب کی سنہری کرنوں تک آپ ہی کا حسنِ لازوال موجزن ہے۔

تو سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بھی سچ کہا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوجہل کو بھی آپ نے سچا کہا ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی۔ تو کملی والے نے فرمایا ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دست
ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست

کہ میں دستِ قدرت کا صیقل کیا ہوا آئینہ جمالِ خداوندی ہوں۔ جو مجھے دیکھے گا اسے اس شیشہ میں اپنی ہی صورت نظر آئے گی۔ ابوجہل نے دیکھا اسے اپنی صورت نظر آئی۔ اور پیارے صدیقؓ نے دیکھا اسے اپنی صورت نظر آئی۔ وہ سراپا کفر تھا اور یہ پیکرِ ایمان:

اہلِ کُفر کا عقیدہ

○ حضرت نُوح علیہ السلام کے متعلق :

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (پ ۱۲ - سورۃ ہود - آیت نمبر ۲۷)

" پس آپ کی قوم کے جو کافر سردار تھے، انھوں نے کہا کہ نہیں دیکھتے ہم تم کو مگر اپنی مثل ایک بشر

○ حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق :

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

(پ ۱۹ - سورۃ الشعراء - آیت ۱۵۴)

" اور تو یہی ایک بشر ہے ہماری مثل "

○ حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق :

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

(پ ۱۹ - سورۃ الشعراء - آیت ۱۸۶)

" اور نہیں ہے تُو مگر ہماری مثل ایک انسان "

○ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق :

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ (پ ۱۷ - سورۃ الانبیاء - آیت ۳)

"اور یہ ظالم اور کافر لوگ آپس میں چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں، کہ
کہ یہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم محض تم جیسے ایک معمولی آدمی ہیں!"

مندرجہ بالا قرآنِ پاک کی آیات سے پچھلی امتوں، کفارِ مکّہ اور مشرکینِ عرب کے عقیدوں پر پوری پوری روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ وہ لوگ گذشتہ انبیاء علیہ السّلام کی نبوتوں کا انکار محض اس بنا پر کرتے رہے کہ وہ اپنے نبیوں کو بے اختیار، بے کمال اور اپنے ہی جیسا ایک معمولی بشر سمجھتے تھے۔ اور اگرچہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہونے کے اسباب اور بھی ہوتے تھے، لیکن میرے خیال میں ان پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کا اصل سبب یہی تھا، کہ وہ لوگ انبیا علیہم السّلام کو اپنے جیسا ایک معمولی انسان سمجھتے ہوئے شانِ نبوت کی توہین اور مقامِ رسالت میں بے ادبیاں کیا کرتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ ممکن ہے کہ اپنی توہین کسی کو معاف کر دے، لیکن وہ اپنے رسول کی توہین اور بے ادبی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اس لئے کہ اگر شانِ توحید ہی کی توہین عذاب نازل کرنے کا سبب ہوتی تو نمرود و فرعون حضرت خلیل؈ اور حضرت کلیم علیہ السّلام سے کہیں پہلے ہی تباہ و برباد ہو چکے ہوتے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر شانِ توحید کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ ساری زندگی یہ دونوں اپنے آپ کو خدا کہلواتے رہے مگر اس کے باوجود ان کو کبھی دردِ سر تک بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب حضرت خلیل اور حضرت کلیم علیہما السّلام نے اپنے اپنے وقت میں توحیدِ خداوندی اور اپنی نبوّتوں کا اعلان فرمایا اور نمرود و فرعون نے ان کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کیں تو پھر غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی تو ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

کیا حضرت نوح، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السّلام کی قومیں ان کے اعلانِ نبوّت سے پہلے بداعمالیوں، بدکرداریوں اور سیہ کاریوں میں مبتلا نہ تھیں اور

کیا وہ توحیدِ خداوندی کی منکر نہ تھیں ؟ ۔ تھیں اور یقیناً تھیں ، مگر ان پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کیا گیا ، جب تک کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل بشر نہیں کہا ۔

ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ خلیلؑ و کلیمؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی برداشت نہ کرتے ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی قوموں پر طرح طرح کے دردناک عذاب نازل کئے ، مگر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفارِ مکہ سر بازار گالیاں دیتے تھے اور آپ کے جسمِ پاک پر پتھر برساتے تھے اور بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے فتوے لگاتے تھے ۔ تو ذاتِ خداوندی کو جوش نہ آیا ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ گذشتہ انبیاء و نبی ، رسول اور پیغمبر تو ضرور تھے لیکن کسی کی شان میں رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا لقب نہیں آیا تھا ۔ بلکہ وہ تو اپنی اپنی قوموں کی تباہی اور بربادی کے لئے بددعائیں بھی کر دیتے تھے ۔ لیکن ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نبی ، رسول اور پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ رحمتِ دو عالم بھی ہیں ، اسی لئے جب بھی کفارِ مکہ نے گالیاں دیں اور آپ کے جسمِ اقدس پر پتھر برسائے ، اور بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے نعرے لگائے تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کہنے پر ، کہ آقاؐ ! آپ بھی پہلے انبیاء کی طرح ان کے حق میں بددعا فرمائیں تو کملی والا مسکرا کہ یہ فرما دیتا کہ ۔۔ ؏

کہ "میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا !"

اور یہی نہیں ، بلکہ ان کے حق میں یہ دعا کی جاتی ہے :

اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

کہ اے میرے اللہ ! میری قوم کو ہدایت اور آنکھیں دے ، کیونکہ مجھے اپنے

جیسا بشر سمجھنے والے میری حقیقت کو نہیں مانتے"۔ اور کفار مکہ پر عذاب الٰہی نازل نہ ہونے کی یہ وجہ بھی تھی کہ خدا تعالےٰ کا اپنے محبوب پاک سے یہ وعدہ بھی ہے، کہ :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ط

کہ اے میرے محبوب پاکؐ! جب تک تو ان میں موجود ہے میں ان پر عذاب نازل نہیں کروں گا۔ نہ اس لئے کہ ان کا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا عقیدہ صحیح تھا، اور اسی حقیقت کی بنا پہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اقدس کو زمین پر بنایا گیا۔ تاکہ خدائے تعالےٰ کے اس وعدہ کے مطابق گنہگار امت قیامت تک عذابِ الٰہی سے بچی رہے۔

اہلِ ایمان کا عقیدہ

اہلِ کفر کا عقیدہ سمجھنے کے بعد اب ان اہلِ ایمان کا عقیدہ بھی دیکھو جو مرکزِ صدق و صفا، پیکرِ عدل و وفا، منبعِ حلم و حیا اور مجسمۂ جود و سخا تھے، اور جو کملی والے کے پاک قدموں میں اپنی جان دینا سعادت اور ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ اور جن کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک قدموں کی مقدس خاک کا ہر ایک ذرہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے مشعلِ راہ تھا۔ اور جو عشقِ مصطفےٰ علیہ السلام میں تپتی ہوئی ریت پر لٹائے گئے اور جنہوں نے دین و مذہب کی بقا اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے کفارِ مکہ کے ہر ظلم و ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، لیکن ان کے دلوں سے نہ اسلام کی محبت نکل سکی اور نہ ہی عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کمی آئی۔

○ شمائل ترمذی شریف صفحہ اول :

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمْ اَرٰی قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ نہ آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد"

○ طبقات شریف جلد اول صفحہ ۱۷۷ :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمْ اَرٰی مِثْلَہٗ وَلَمْ اَسْمَعْ بِمِثْلِہٖ وَلَمْ تَرَ عَیْنِیْ مِثْلَہٗ

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے

سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مثل کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی میں نے آپ کی مثل کوئی سُنا ہے۔"

○ طبقات شریف جلد اول صفحہ ۱۷۶ :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمْ اَرٰی بَعْدَہٗ حُسْنَ الْوَجْہِ وَمَا رَاَیْتَ مِثْلَہٗ بَعْدَہٗ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السّلام کے بعد آپ کی مثل کوئی حسین چہرہ نہیں دیکھا۔"

○ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۵ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۸ :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا، کہ میں نے حضور علیہ السّلام سے زیادہ کوئی شئے حسین نہیں دیکھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج آپؐ کے چہرۂ انور پر کھیلتا ہے، یا سورج آپؐ کے رُخِ انور پر طلوع ہوتا ہے "۔

○ مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۲۵۷ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۷ :

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ وَمَا مَسَسْتُ دِیْبَاجَۃً حَرِیْرًا اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْکًا وَلَا عَنْبَرَۃً اَطْیَبُ مِنْ رَائِحَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

"حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ریشم و دیبا کو

بھی چھو کر دیکھا، لیکن کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک ان سے زیادہ نرم و نازک تھے۔ اور میں نے عنبر و کستوری کی خوشبو کو بھی سونگھا۔ لیکن حضور علیہ السلام کے پاک پسینے کی خوشبو ان سے زیادہ تھی"!

○ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۷ :

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعَہٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اِنَّہٗ قَدْ سَلَکَہٗ مِنْ طِیْبِ عِرْقِہٖ ط

"حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس راہ چلتے تھے تو کئی کئی دن تک اس راہ سے خوشبو آتی رہتی تھی۔ اور ہم سمجھ جاتے تھے کہ حضور علیہ السلام اس راہ سے گذرے ہیں۔"

○ مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۵۴ :

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ پوچھا۔ اور میں دروازے کے پیچھے سے سُن رہی تھی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا ایک جُنبی آدمی روزہ رکھ سکتا ہے؟ تو کملی والے نے فرمایا۔ کہ ایسی حالت میں میں بھی روزہ رکھتا ہوں۔ تو اس صحابی رضؓ نے عرض کی۔ لَسْتَ مِثْلَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہماری مثل نہیں ہیں"۔

یہ ہے ان اہلِ ایمان کا عقیدہ جن کے دلوں میں عشقِ مصطفےٰؐ، پیشانیوں پر سجدوں کے نشان، اور بازوؤں میں قوتِ حیدری نمایاں تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا شمعِ رسالت کے ان پروانوں اور محبوبِ خداؐ

کہ ان دیوانوں نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی آیت نہیں پڑھی تھی ؟ اور کیا وہ اس آیت کے معانی و مطالب نہیں سمجھتے تھے ؟ کیوں نہیں، وہ اس آیت کو ہر روز تلاوت بھی کرتے تھے اور وہ اس آیت کے معانی و مطالب کو بھی سمجھتے تھے ۔ مگر اس کے باوجود بھی ان کا عقیدہ یہی تھا کہ اس عالمِ مخلوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی مثل نہیں ہے ۔ کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور علیہ السّلام کی انگلی کے اشارے سے آسمان پر چاند کو ٹوٹتے دیکھا ۔ اور کملی والے کے حکم سے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹتے ہوئے دیکھا ۔ اور سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبلتے ہوئے دیکھے تھے ۔ اور آپؐ کے لعابِ دہن سے کھارے پانی کو میٹھا ہوتے دیکھا ۔ تو وہ کیف و مستی کے عالم میں پکار اٹھے ـــــ کہ جو محض بشر ہو، اس میں ایسے کمالات و اختیارات نہیں ہوتے ۔

○ شمائل ترمذی شریف صفحہ ۲ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۸

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃِ اَضْحِیَانٍ وَ عَلَیْہِ حُلَّۃٌ حَمْرَآءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَیْہِ وَ اِلَی الْقَمَرِ فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ

" حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک رات جبکہ چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا ۔ کہ میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا ۔ مگر کملی والا آقاؐ چاند سے زیادہ حسین تھا ۔"

○ شمائل ترمذی شریف صفحہ ۲ ۔

ایک آدمی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ۔

اَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ السَّيْفِ ؟ قَالَ لَا - بَلْ مِثْلُ الْقَمَرِ

"کہ کیا نبی کریم علیہ السلام کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح صاف تھا۔ تو حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا، کہ نہیں بلکہ آپؐ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔"

پاکستان کا جدید ملا اپنے دعوٰی کی دلیل قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ والی آیت بڑے زور شور سے بیان کر کے سادہ دل مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دیکر ان کی کشت ایمان کو تباہ و برباد کرنے کی پوری طرح کوشش کرتا ہے۔ اس لئے قارئین کرام سے التماس ہے کہ اس آیت کے معانی و مطالب کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ تاکہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے فتوے لگانے والوں کے دام فریب و مکر سے بچ جائیں

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ خداوند تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ اور قرآن پاک ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کو آپ کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا (سب گر گئے اس کے آگے سجدے میں) مگر حبیب کملی والے کی باری آئی تو خداتعالےٰ نے فرمایا، کہ اے میرے محبوب پاکؐ! سجدہ حرام ہے۔ سجدہ نہ کروانا! کملی والےؐ نے عرض کی۔ مولا! تو نے حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور حضرت یوسفؑ کو بھائیوں سے سجدہ کروایا۔ اور مجھے حکم ہے کہ سجدہ حرام ہے۔ کیا میری شان ان سے کم ہے ؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے اس لئے منع نہیں کیا کہ تیری شان ان سے کم ہے۔ بلکہ اس لئے روکا ہے، کہ تیری شان بہت بلند ہے۔ کملی والےؐ نے عرض کی وہ کیسے ؟ تو خدا نے فرمایا ـــ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ ہوا تو کوئی بات نہیں تھی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کو سجدہ ہوا تو کوئی ہرج نہیں تھا۔ لیکن کملی والےؐ! اگر تجھے سجدہ ہو گیا تو پھر مجھے خدا کوئی نہیں کہے گا۔ کیونکہ تیرے ہاتھ میرے ہاتھ۔ تیری تدبیر میری تقدیر۔ تیرا بیان میرا قرآن!

اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پتھروں اور درختوں اور پرندوں اور جانوروں کو نبی کریم علیہ السلام کو سجدہ کرتے دیکھا تو غلام پکار اٹھے

○ مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۹۰ :

ایک اونٹ نے کملی والے کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام گفتند، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ایں حیوانِ لایعقل ترا سجدہ کرد۔ ما سزاوار تریم بداں" !

کہ اے کملی والے ! اگر جانور آپؐ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حقدار ہیں، کہ آپؐ کو سجدہ کریں۔ اور جب اس طرح کے مشورے ہونے لگے تو خدا نے فرمایا ۔ کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اے میرے محبوبؐ ! کہ دو کہ میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں ۔ خدا نے تو اپنی شانِ توحید کو قائم رکھنے کے لئے یہ الفاظ حضور علیہ السلام سے کہلوائے، مگر ملاّ فتوے لگائے جا رہا ہے ۔ اور کیا اللہ کریم نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں اپنی توحید کا اعلان بھی نبی کریم علیہ السّلام کی ہی زبانِ پاک سے نہیں کروایا ؟ حالانکہ اَللّٰهُ اَحَدٌ ہی کافی تھا۔ مگر کملی والےؐ کی زبانِ پاک سے اس لئے کہلوایا تاکہ میرے محبوبؐ کی رسالت بھی ساتھ ہی بیان ہو جائے۔ مثلاً کسی کے پاس ایک سو روپے کا نوٹ ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس کاغذ کی قیمت سو روپے نہیں ہے۔ وہ تو ایک پیسے کا بھی نہیں ہے ۔ البتہ اس کاغذ پر جو مُہر اور دستخط ہیں اس کی وجہ سے اس کاغذ کے ایک پرزے کی قیمت جہاں بھی جاؤ گے سو روپے ہو گی اور اگر کسی وجہ سے اس کاغذ پر سے مہر یا دستخط مٹ جائیں تو وہ کاغذ ایک پائی کا بھی نہیں رہتا۔ بلا تشبیہہ و مثال توحیدِ خداوندی بھی اسی وقت قابلِ قبول ہو سکتی ہے جب کہ رسالت کی مہر اور دستخط ساتھ ہوں۔ ورنہ رسالت کے بغیر تو صرف توحید کسی کو ایمان عطا نہیں کرتی۔

رسالت کی زبان نے کہا، کہ خدا ہے، اور وہ ایک ہے۔ تو یہ رسالت کی مُہر

تھی۔ کیونکہ اگر کسی عیسائی کو مسلمان کرنا ہو تو اسے یہ کہا جائے کہ تو صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ، تو بھی مسلمان نہیں ہوگا جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہ کہے گا۔ تو اس حقیقت کے پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان توحید میں نہیں بلکہ نبوّت میں ہے۔ اور ایمان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں نہیں، بلکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ میں ہے۔ وہ شان میں پہلے اور یہ ایمان میں پہلے۔

دوسری بات یہ ہے کہ واضع نے جو لفظ کسی کے لئے وضع کر دیا ہے وہی اس لفظ کو بول سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں۔ مثلاً — ایک آدمی باہر سے گھر آتا ہے، تو اس کی ماں دیکھ کر کہتی ہے میرا بیٹا آگیا۔ پھر بچے دیکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا ابا آگیا۔ پھر بہن دیکھ کر کہتی ہے کہ میرا بھائی آگیا۔ اور پھر بیوی دیکھ کر کہتی ہے کہ میرا خاوند آگیا۔ بیٹا کہنے والی ماں، ابا کہنے والے بچے، بھائی کہنے والی بہن، اور خاوند کہنے والی بیوی اپنے اپنے مقام پر سچے ہیں۔ لیکن وہ آنے والا ایک ہی ہے۔ القاب خطاب اور الفاظ بدلتے گئے۔ مگر وہ ایک ہی ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر ماں کہدے کہ میرا خاوند آگیا۔ یا بیوی کہدے کہ میرا بیٹا آگیا تو یہ یقیناً ایک غیر شریفانہ اور غیر فطری امر ہوگا۔ کیونکہ بیٹے کا لفظ ماں کے لئے ہے اور خاوند کا بیوی کے لئے۔ بیوی بیٹا نہیں کہہ سکتی اور نہ ماں خاوند نہیں کہہ سکتی۔ تو بلاتشبیہ و مثال قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں بھی بشر کا لفظ خدا تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب پاک کے لئے وضع کیا ہے۔ کہ اے کملی والے! تو اپنے آپ کو بشر کہہ سکتا ہے لیکن کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ تجھے اپنی مثل کہے۔ مثلاً :

○ سورہ اعراف پارہ ۸۔ آیت ۲۳ :

حضرت آدمؑ و حوّاؑ نے دربار خداوندی میں عرض کی :

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ط

کہ "اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تونے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم گھاٹے والوں میں سے ہو جائیں گے"!

○ اور یا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کو اس طرح پکارا۔ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ط

(سورۃ الانبیاء پ۱۷۔ آیت ۸۷)

"پھر وہ پکارا اندھیروں میں، کہ کوئی حاکم ومعبود نہیں سوائے تیرے تو ہے بے عیب۔ تحقیق میں ظالموں میں سے تھا"

اب دیکھیے کہ حضرت آدم وحضرت یونس علیہ السلام اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ لیکن اگر کوئی دوسرا مسلمان ان کو ظالم کہے تو کافر ہے۔ اسی طرح اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی مقام پر اپنے آپ کو بشر مثلکم کہہ دیا ہے تو وہ محض ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں حضرت آدم اور حضرت یونس علیہ السلام کی طرح عاجزی، تواضع اور انکساری کے طور پر تھا۔ ورنہ کہاں ہماری ناپاک بشریت اور کہاں وہ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر بشرٌ مثلکم کہنے میں تو حضور علیہ السلام کا اور بھی کمال عجز اور حوصلہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جس کے اُمتی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر کیف ومستی میں سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمُ شَانِيْ اور انا الحق پکار اٹھتے جو کچھ بھی نہیں تھے۔ اور کملی والا سب کچھ ہونے کے باوجود بشر مثلکم کہتا ہے تو یہ ضبط و تحمل کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے، کہ حضرت بایزید بسطامی اور حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آپ کو خدا کہلوانا تو آسان نظر آیا۔ لیکن محمّد بننے کی جرأت

وہ بھی نہ کر سکے (صلی اللہ علیہ وسلم)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل کہنا تو درکنار، حقیقت تو یہ ہے، کہ جس زمین پر حضور علیہ السلام کے قدم مبارک لگ گئے، وہ زمین دوسری زمین سے بے مثال، اور جس جانور پر کملی والے نے سواری کی، وہ جانور اپنی جنس میں بے مثال، اور جس چیز کو حضور پاک علیہ السلام نے چھو دیا، یا وہ شے کملی والے کے جسم پاک سے لگ گئی وہ چیز دوسری اشیاء سے بیمثال۔ کیا خدا تعالےٰ نے مکہ مکرمہ کی اس لئے قسم نہیں کھائی کہ اس کی مقدس خاک پر سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک آئے! اور کیا ساری دنیا کے حاجی حجرِ اسود کو اس لئے نہیں چومتے کہ اس کو کملی والےؐ نے چوما تھا؟ دنیا میں شہر اور پتھر اور بھی ہیں لیکن مکہ مکرمہ کا شہر اور کعبے کا حجرِ اسود دوسرے شہروں اور پتھروں سے قابلِ احترام اور بوسہ گاہِ عالم اس لئے ہے کہ وہاں نبیؐ کے قدم آئے اور اس کو نبیؐ نے چوما :

امہات المؤمنین یعنی شہنشاہِ کون و مکان کی حرمِ پاک حضرت عائشہ صدیقہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ حضرت حفصہ اور دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم جب تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہ آئی تھیں، عائشہؓ عائشہ تھی اور خدیجہ، خدیجہ۔ اور حفصہؓ حفصہ اور وہ دوسری عورتوں کی ہی طرح تھیں۔ ان میں اور دوسری عورتوں میں کوئی فرق اور وجہِ امتیاز نہ تھی۔ لیکن جب وہ حضور علیہ السلام کے نکاح میں آگئیں تو پھر وہ دوسری عورتوں سے بے مثال ہو کر ساری کائنات کے مسلمانوں کی مائیں بھی بن گئیں۔

○ سورہ احزاب۔ پ ۲۲ — آیت ۳۲ :

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

"اے میرے محبوب علیہ السلام کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی مثل نہیں ہو!

○ سورہ احزاب - پ۲۲ - آیت ۶ :

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ

نبی کریم ایمان والوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں !

دنیا میں ہزاروں قسم کے قیمتی سے قیمتی کپڑے موجود ہیں. لیکن وہ کپڑا جس سے امام الانبیاء علیہ السلام کی کالی کملی اور سبز چادر مبارک بنی وہ یقیناً دوسرے کپڑوں سے بے مثل و بے نظیر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے قرآن پاک میں ان کپڑوں کی ان الفاظ کے ساتھ مدح و ثنا فرمائی۔ یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۔ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۔ کہ اے کملی اوڑھنے والے ۔ اور اے چادر اوڑھنے والے ! قرآن پاک کی ان تصریحات کے بعد کیا کوئی مسلمان ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میری عورت نعوذ باللہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جیسی ہے۔ اور میرا کمبل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کملی کی مثل ہے ۔۔ نہیں اور یقیناً نہیں ۔ تو پھر جس نبی کے جسم اطہر پر لگنے والے کپڑے دوسرے کپڑوں سے بےمثال ہیں ۔ اور اس کے نکاح میں آنے والی عورتیں دوسری عورتوں سے بے مثل ہیں، تو پھر وہ نبی ہماری مثل کیسے ہو سکتا ہے ؟

(ب) کتاب الوفا جلد ۱ صفحہ ۳۵ / خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۷ / انسان العیون جلد ۱ صفحہ ۹۲ / جواہر البحار صفحہ ۴۰ / حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۲۲ / نشر الطیب صفحہ ۸ ، ۹ ۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اور منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے ۔ مدینہ طیبہ کی ہر مقدس گلی میں رونق ہے ۔ ہر بازار میں چہل پہل ہے ۔ در و دیوار سے درودِ پاک کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

شجر و حجر سلامی دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے دل فتح و کامرانی کی خوشی میں جھوم رہے ہیں۔ ہر مرد خنداں۔ ہر عورت شاداں۔ ہر بچہ مسرور اور بوڑھا خوش۔ لشکرِ اسلام کی شاندار فتح۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باسلامت واپسی اور دین اسلام کی عظمت پر ہر چیز جھوم رہی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار امتی اپنے محبوب حقیقی کی قدمبوسی کے ساتھ ساتھ مبارک کے تحفے بھی پیش کر رہے تھے۔ اور بنی اسد۔ بنی مرہ اور بنی کنانہ کے وفد مدینہ منورہ آ کر حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ایمان افروز اور روح پرور منظر دیکھا تو دست بستہ کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم: دل چاہتا ہے کہ آپؐ کی شان و عظمت بیان کروں! اگر اجازت ہو تو کچھ کہوں؟

فرمایا۔ ہاں! ضرور کہو، خدا تمہارا منہ سلامت رکھے!۔ اس لئے، کہ رسولؐ پاک کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف کرنی اطاعتِ خدا اور رسولؐ ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گویا ہوئے

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَ فِيْ
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ آج ہی خوش نہیں ہیں، بلکہ آپ تو پیدا ہونے سے پہلے بھی جنت کے سایہ میں خوش و خوشحالی میں تھے۔ جہاں پر جنت کے درختوں کے پتے آپس میں جوڑے جاتے ہیں۔

مطلب یہ۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکلنے کا حکم ہوا تو جنتی لباس ان کے بدن مبارک سے اتار لیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا بدن

مبارک برہنہ ہو گیا۔ اور انہوں نے جنت کے درختوں کے پتے جوڑ کر اپنے بدن مبارک کو ڈھانپا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کا ماحصل یہ ہے ــ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت آدم علیہ السلام نے جنت کے جن پتوں کو جوڑ کر اپنے بدن مبارک کو ڈھانپا تھا، وہ پتے آپ ہی تھے۔

بتانا یہ ہے، کہ وہ نبی جو پیدا ہونے سے پہلے ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے برہنہ بدن کو ڈھانپ سکتا ہے وہ اس کی اولاد یعنی ہم گنہگاروں کو بھی روزِ حشر اپنی کملی پاک میں چھپائے گا:

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ

اس کے بعد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بلاد یعنی زمین کی طرف نزول فرمایا۔ اس حالت میں کہ اس وقت آپ نہ جما ہوا خون تھے، نہ گوشت کا لوتھڑا تھے۔ اور نہ ہی بشر تھے۔ کیونکہ یہ تمام حالتیں ایک عام انسان اور عام بشر کی تخلیق کی ہیں۔ اور آپ تو اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی میں اور روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پھر زبان اقدس کھولی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر پھر عرض کی:

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ
الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

اور پھر آپ جب پیدا ہوئے تو ساری زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نورِ پاک سے آسمان کے افق اور کنارے منور ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِیْ ذَالِکَ الضِّیَاءِ وَ فِی النُّوْر

وَ سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

پس ہم اسی نور اور اسی ضیا میں رشد و ہدایت کے راستوں کو طے کر رہے ہیں !

قارئین کرام ! یاد رہے کہ ایک مردِ مومن یعنی امام الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر جو عقیدہ بیان فرمایا۔ وہ آج سے پندرہ سو سال پہلے کا ہے۔ جبکہ نہ کوئی دیوبندی تھا اور نہ ہی کوئی بریلوی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس ایمان افروز اور باطل سوز عقیدہ کی روشنی میں اب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل محض ایک بشر جاننے والوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ والی آیت نہ تھی؟ اور کیا وہ رئیس المفسرین اس آیت کے معانی و مطالب نہیں سمجھتے تھے ؟ اگر وہ نہیں جانتے تھے تو وہ کس سے ثابت کریں۔ اور اگر وہ سب کچھ جانتے تھے سمجھتے اور مانتے تھے، اور یقیناً ایسا تھا۔ تو پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیوں نہ امام الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نور ــــ بے مثل بشر اور بے نظیر انسان تسلیم کر کے اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا جاوے !

الواہب اللدنیہ ص ۱۹۴ مطبع بیروت

قال القرطبی ــــ لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ

لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَاءُ رُؤْيَتَهٗ۔

کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حسن وجمال ہم پر ظاہر نہیں ہوا، کیونکہ اگر آپ کا تمام حسن وجمال ظاہر ہو جاتا، تو کوئی آنکھ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کو نہ دیکھ سکتی۔

شرح شمائل ترمذی جلد ا صفحہ ۹ ملا علی قاریؒ

اَكْثَرُ النَّاسُ عَرَفُوا اللّٰهَ وَمَا عَرَفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِاَنَّ حِجَابَ الْبَشَرِيَّتِ عطیٰ ابصارهم

کہ بہت سے لوگوں نے اللہ کو تو پہچان لیا۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکے۔ اس لئے کہ بشریت کے پردوں نے حسنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا رکھا ہے۔

یا بشریت کے پردوں نے لوگوں کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں!

اس حقیقت کو تو دیوبندی حضرات کے امام و پیشوا مولینا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دیوبند بھی تسلیم کرتے ہوئے اپنے قصائد قاسمی میں یوں لکھتے ہیں کہ ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریّت
نہ جانا کسی نے کیا ہو جز ستّار

یعنی اے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے حسن وجمال پر بشریت کا پردہ پڑا رہا۔ اس لئے اللہ کریم کے سوا اور کوئی نہ جان سکا۔ کہ آپ کیا ہیں۔ یہی ہم کہتے ہیں، کہ ؎

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو!

اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بھی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں :

نشر الطیب صد ۱۳۳ :

حَتّٰی لَمْ یَظْهَرْ جَمَالُهٗ کَمَا هُوَ .

"یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال جیسا اور جتنا تھا۔ ویسا اور اتنا ظاہر نہیں ہوا۔"

دفتر سوم حصہ ۹ صفحہ ۷۵ مکتوب ۱۰۰ حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ :

"باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگِ خلقِ سایرِ افرادِ انسانی نیست۔ بلکہ بخلق ایچ مردے از افرادِ عالم مناسبت انسانی با او ندارد۔ کہ اول صلی اللہ علیہ وسلم با وجود نشا عنصری از نورِ حق جلّ و علا مخلوق گشتہ است۔ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللہِ و دیگراں را ایں دولت میسّر نشدہ است"

"جاننا چاہیئے۔ کہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق دوسرے عام انسانوں کی تخلیق کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں کوئی انسان بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اربعہ عناصر رکھنے کے باوجود اللہ کریم کے نور پاک سے پیدا ہوئے اور یہ عظمت کسی اور کو حاصل نہیں ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں !"

دفتر سوم حصہ ۸ صفحہ ۱۴۵ مکتوب ۶۴

"محجوبان کہ محمد رسول اللہؐ را بشر گفتند و در رنگِ سائر بشر تصور نمودند، ناچار منکر آمدند"۔

"وصاحب دولتاں — کہ او را بعنوانِ رسالت ورحمتِ عالمیان دانستند و از سائر انسان ممتاز دیدن بدولتِ ایمان مشرف گشتند۔ وانہ اہلِ نجات آمدند"

"اور آنکھوں پر ضلالت وگمراہی اور بدعقیدگی کے پردے رکھنے والے جو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض بشر کہتے ہیں اور انہیں دوسرے انسانوں کی مثل تصور کرتے ہیں، آخرکار کافر و منکر ہو کر مرے"

"اور ایمان کی دولت رکھنے والے کہ جنھوں نے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت عامہ اور رحمت دوجہان کے شرف و مرتبہ سے سرفراز جانا اور دوسرے عام انسانوں سے ممتاز و عظیم سمجھا، ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ اور اہلِ نجات میں سے ہو گئے"

یہ ہیں شیخ سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والوں کو منکر و گمراہ کہہ رہے ہیں — ہاں ہاں — وہی مردِ کامل — وہی مردِ مجاہد — وہی مردِ حق پرست اور وہی مردِ باطل شکن، کہ جن کی ذاتِ اقدس پہ پوری ملتِ اسلامیہ کو ناز ہے۔ وہی امام ربانی، جنھوں نے ہندوستان کے شہنشاہ اکبر کے پھیلائے ہوئے ضلالت وگمراہی کے اندھیروں میں حق وہدایت کی شمع روشن کی۔ الحاد و بدعت کی تاریکیوں میں سنت و شریعت کے چراغ جلائے۔ اور اس وقت کے مسلمانوں کی دین و ایمان کی

ڈوبتی ہوئی کشتی کو ناخدا بن کر کنارے پر لگایا۔ جبکہ اکبر کی باطل پرستی اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی کافرانہ رسم کی وجہ سے کفر و الحاد کے طوفانوں میں ڈگمگا رہی تھی۔

اور پھر جہانگیر کے خلاف بے سرو سامانی کے عالم میں صرف اپنی دین و ایمان کی قوت سے حق و صداقت کی آواز بلند کر کے جہانگیر کے شاہی محلات میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اور تختِ طاؤس میں جڑے ہوئے موتیوں اور لعل و جواہرات کو اپنی جوتیوں کی ٹھوکر سے پامال کرتے ہوئے شہزادہ سلیم کے تاریک دل میں رشد و ہدایت کا چراغ روشن کر دیا۔ جن کے حضور درویشِ لاہوری اقبالؔ مرحوم تدرانہ عقیدت یوں پیش کرتا ہے ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک جو ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۰۲ :

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

"وَھُوَ یَبْرُقُ وَجْھُہٗ مِنَ السُّرُوْرِ — کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر جب کبھی شکنیں پڑتی تھیں تو وہ چاند کے ٹکڑے کی طرح چمکنے لگتیں — حَتّٰی کَاَنَّہٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ"

بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۰۲ :

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔
اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ دَخَلَ عَلَیْنَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْہِہٖ — کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ بہت خوش و مسرور تھے۔ تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کی شکنیں چمک رہی تھیں۔

بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۰۲ :

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔ کَانَ وَجْہُ النَّبِیِّ مِثْلُ السَّیْفِ قَالَ لَا۔ بَلْ مِثْلُ الْقَمَرِ
کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس تلوار کی مثل تھا۔
جواب دیا، نہیں۔ بلکہ چاند کی مثل تھا۔
کیوں ؟ — اس لئے کہ تلوار میں گولائی نہیں ہوتی۔ اور چاند میں گولائی ہوتی ہے۔ جو کہ حسن اور خوبصورتی میں زیادتی کی طرف اشارہ ہے
قطعۃ قمر — چاند کا ٹکڑا۔

قارئین کرام اور حضرات گرامی !
میں نے مختصر طور پر آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہلِ ایمان کا عقیدہ، مسلک اور ایمان لکھ دیا ہے۔ تاکہ دنیائے اسلام اور پوری ملت اسلامیہ کو پتہ چل جائے۔ کہ اسلام کے ان مایۂ ناز احبابِ کرام، دین کے اس عظیم انسانوں، توحید و رسالت کے ان مقدس فرزندوں اور شریعت مطہرہ کے ان بلند مرتبہ و عالی مقام مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے

اچھی طرح حسنِ محمد اور جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور پھر بشرٌ مثلکم کی آیت پڑھ کر اور اس کے معانی کو سمجھتے ہوئے وہ اپنے آقا و مولا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بے مثل بشر اور بے نظیر انسان سمجھتے تھے۔
اور اس کے مقابلے میں اہلِ بصیرت حضرات پر یہ راز بھی کھل جائے، کہ آج کل کے بے ادب، گستاخ اور بد عقیدہ لوگ نام نہاد سُنّیت کے پردہ میں اس نورِ خدا کو اپنی مثل ہی کا ایک معمولی بشر اور بے اختیار انسان جان کر اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ کیسی ضلالت و گمراہی پھیلا رہے ہیں!
یہ عجیب بات ہے کہ رب تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے کہ اعلان کر دو۔ کہ میں بھی تمہاری مثل ایک بشر ہوں۔ اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اعلان فرمائیں ـــــ کہ میری مثل کون ہے ؟ ـــــ یعنی کوئی بھی نہیں !

اللہ کا حکم ـــــ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

نبی کا اعلان ـــــ اَیُّكُمْ مِثْلِی ـــــ اِنِّی لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ

اِنِّی لَسْتُ مِثْلُكُمْ

کہ میں تمہاری طرح کا نہیں ہوں۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں

اِنِّی لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ

کہ میں تم سے کسی ایک کی مثل نہیں ہوں۔

ان بے ادب اور نام نہاد سنّیوں سے میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ جھوٹ بولا۔ جھوٹ کہا اور غلط بیانی سے کام لیا ؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کرو۔ اور اگر جواب نفی میں ہے۔ اور یقیناً ہے۔ تو پھر آمنہؓ کے

لال صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل بشر اور بے نظیر انسان تسلیم کرنے میں دیر کیوں ؟ اور بشر مشکمہ پر اتنی ضد اور ہٹ دھرمی کیوں ؟

حقیقت یہ ہے ـــ کہ فطرتِ ابدی و ازلی نے حسُن محمدؐ اور جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کے پردوں کو مزمّل و مدثّر کا نام دے کر ان میں چھپا دیا۔ کہ نظام دو عالم برہم نہ ہو جائے۔ ؎

ان کے رخ سے پردہ اٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس کو کتنی بے خودی اور کس کو کتنا ہوش ہے!

قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ

جمہور اہلِ اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ ہے، کہ قرآن پاک تمام آسمانی کتابوں میں بے مثل و بے نظیر ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ قرآنِ پاک کلام الہٰی ہے۔ بلکہ اسلئے کہ اس کی نسبت نبی کریم علیہ السلام کی طرف ہے۔ اور یہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کتاب ہے۔ کیونکہ اگر یہ صرف اس لئے ہی بے مثل اور بے نظیر ہوتا کہ یہ کلامِ الہٰی ہے۔ تو تورات، زبور، اور انجیل بھی تو کلام الہٰی ہیں۔ مگر جس کتاب کی مثل لانے کے لئے کفار کو تحدی اور اعلانِ عام کیا گیا ہے، وہ نہ تورات کے لئے ہے اور نہ ہی زبور و انجیل کے لئے۔

کملی والے ؐ نے چاند کو توڑا۔ خدا نے کفارِ مکّہ کو یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی توڑ کر دکھاؤ سیّد المرسلین ؐ نے پتھروں کو پانی پر تیرایا۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی ایسا کر کے دکھاؤ۔ شہنشاہِ کون و مکاں نے جلی ہوئی کھجور کو اگایا۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی ایسا کر کے دکھاؤ۔ مگر جب امام الانبیاء ؐ نے قرآن پاک کی تلاوت کرنا شروع کی اور کفّارِ مکّہ نے اس کے کلام الہٰی ہونے کا انکار کیا تو اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک ؐ سے ایک عام اعلان کروایا۔

○ سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵۔ آیت ۸۸ :

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

لِبَعْضٍ ظَهِيْراً ۔

"اے محبوب پاکؐ! اعلان کردو، کہ اگر ساری دنیا کے انسان اور جن ایک دوسرے کے مددگار بن کر بھی کوشش کریں کہ ایسا قرآن لے آویں، تو نہ لادیں گے اس کی مثل۔

اس آیت میں تو سارے قرآن کی مثل لانے کو کہا گیا ہے، لیکن سورۂ ہود میں صرف دس سورتوں کا جواب مانگا گیا ہے

○ سورہ ہود۔ پ ۱۲۔ آیت ۱۳

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرَاہُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ

"کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے باندھ لایا ہے۔ تو اے کملی والےؐ! تو کہہ دے کہ تم ایسی دس سورتیں لے آؤ"!

اس کے بعد دس سورتوں کو بھی گھٹا کر ایک ہی سورت لانے کا اعلان کیا گیا ہے۔

○ سورہ یونس۔ پ ۱۱۔ آیت ۳۸ :

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّثْلِہٖ

"اے میرے محبوبؐ! تم کہہ دو کہ اگر تم کو اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے تو اس جیسی ایک سورت پیش کردو"!

پھر ایک سورت کو کم کرکے صرف ایک بات پیش کرنے کو کہا گیا ہے

○ سورہ الطور۔ پ ۲۷۔ آیت ۳۴ : فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِہٖ۔

پس اگر تمھیں کوئی شک ہے تو ایسی ہی ایک بات کرکے دکھاؤ۔ اور وہ یقیناً نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ کملی والےؐ جیسی بات تو وہ تب کرتے جب ان کا ویسا منہ ہوتا۔ قرآن پاک کی ان تصریحات پر غور کرنے کے بعد کیا یہ حقیقت واضح نہیں ہو جاتی کہ آج سے چودہ سو سال پہلے کوہِ صفا کی ایک چٹان پر کھڑے ہو کر شہنشاہِ دوجہاں نے یہ اعلان فرمایا۔ کہ

دنیا کا کوئی انسان اس قرآن کی مثل پیش کرے۔ مگر کیا یہ امر واقع نہیں ہے، کہ ان چودہ صدیوں کا ایک ایک سال گزر گیا لیکن ایک آواز بھی اس تحدّی کو قبول کرنے کیلئے بلند نہیں ہوئی، اور پھر یہ اعلان اس وقت فرمایا گیا، جبکہ سرزمین عرب کے قبیلہ قبیلہ میں فصیح اللّسان شاعر اور آتش بیان خطیب موجود تھے۔ مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ کفّارِ عرب نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تکذیب کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے اس راہ میں جان و مال قربان کیا۔ دین و مذہب برباد کیا۔ اپنے عزیزوں اور فرزندوں کو نثار کیا۔ خود اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھیں۔ ان کے سپاہیوں نے جنگ کے میدانوں میں پرے جمائے۔ ان کے دولتمندوں نے اپنے خزانے کھول دیئے۔ اور ان کے شاعروں اور خطیبوں نے اپنی آتش بیانیوں سے عرب کے تمام ریگستانوں کو تنور بنا دیا۔ انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن پاک کی مثال پیش نہ کر سکے۔ کیونکہ اس کے سیپارے، اس کی سورتیں، اس کی آئتیں اور ان آئتوں کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کملی والے کی زبانِ پاک سے نکلا ہوا تھا۔

وہ نبیؐ، جس کی زبانِ پاک سے نکل کر کلام الہٰی بے مثل و بے نظیر ہو جائے۔ وہ ہماری مثل کیسے ہو سکتا ہے۔ اور قرآن پاک کو بے مثل اور بے نظیر بنانے اور پھر یہ اعلان کرنے، کہ "اس کی مثل پیش کرو" میں یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ جب یہ کتاب ساری دنیا کی آسمانی اور غیر آسمانی کتابوں میں بے مثل ہے، تو صاحب قرآن علیہ السّلام دنیا کے کسی بشر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے؟ گویا قرآن کا بہانہ تھا —— اور نبیؐ کا نشانہ تھا!

سوال وجواب

سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بے مثل وبے نظیر ہونے کے دلائل قرآن وحدیث اور روایاتِ معتبرہ سے ثابت کرنے کے بعد اب ان سوالوں کا جواب پیش کیا جائے گا۔ جو مخالفین کی طرف سے عقائدِ حقہ اہلسنت والجماعت پر ہوتے ہیں۔

سوال : بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۸۔ ابن ماجہ شریف صفحہ ۸۵ میں کہا ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا تو ایک صحابیؓ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! کیا نماز میں کمی ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا :

وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَاَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِىْ ط کہ "میں بھی تمہاری مثل ایک بشر ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کرادیا کرو"۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السّلام ہماری مثل بشر بھی تھے اور بھولتے بھی تھے۔

جواب : بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۹۔ اور ابن ماجہ شریف صفحہ ۸۶ میں اس کا جواب ہے، کہ حضرت ذوالیدین نے جب عرض کی کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَمْ اَنْسَ وَ لَمْ تُقْصَرْ ۔ کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم ہوئی ہے،
تو حضور علیہ السلام کا ہماری مثل ہونا ان کے بھولنے پر موقوف تھا۔ اور جب آپؐ
بھولتے ہی نہ تھے تو ہماری مثل بھی نہ ہوئے۔ اصل بات یہ ہے کہ کملی والے آقاؐ
کو خدا کی طرف سے کسی خاص وقت بھلایا جاتا تھا۔ کیونکہ اگر آپؐ کو بھلایا نہ جاتا
تو نمازیں ہمارے بھولنے پر ہماری نمازیں کیسے صحیح ہوتیں؟ گویا نبی کریم علیہ
السلام کا بھولنا بھی دین اور شریعت ہے۔

سورہ الاعلیٰ۔ پ۳۰۔ آیت ۶ : سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا
شَآءَ اللّٰهُ۔ ہم پڑھا دینگے تجھ کو کہ تو پھر نہ بھولے گا، مگر جو چاہے اللہ۔

سوال : اگر حضور علیہ السلام نور تھے تو میدانِ اُحد میں دندانِ مبارک کیوں شہید
ہوئے اور خون کیسے نکلا۔ جبکہ نور کے نہ دانت ہوتے ہیں اور نہ اس کا خون؟

جواب : مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی طرف ان کی روح مبارک قبض کرنے کو بھیجا۔ اور جب عزرائیل علیہ السلام حضرت
موسیٰؑ کے پاس آئے تو فَلَطَمَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَيْ مَلَكِ
الْمَوْتِ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا۔ کہ عزرائیلؑ کی
آنکھ نکل گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کے مطابق خُلِقَتِ
الْمَلٰٓئِكَةُ مِنَ النُّوْرِ۔ کہ تمام فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔
حضرت عزرائیل علیہ السلام بھی نور سے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ
مارنے پر ان کی آنکھ نکل آتی ہے مگر عزرائیل کے نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ تو اسی طرح
میدان احد میں کملی والے کے دندانِ مبارک شہید ہونے اور خون نکلنے سے آپؐ کے
نور ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔

سوال : اگر حضور علیہ السلام نور تھے تو کھاتے پیتے کیوں تھے؟ اور آپؐ کی اولاد کیوں تھی؟ اور آپؐ کے جسمِ پاک سے خون کیوں نکلتا تھا؟ یہ سب چیزیں نور کے منافی ہیں۔

جواب : حق تو یہ تھا کہ جن میں امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی بسر کی اور جن کو حضور فرمایا کرتے تھے ۔۔ اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ وَ كُلُّ خَلَائِقِ مِّنْ نُّوْرِیْ ۔ کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔ اور اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ۔ کہ سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا، وہ یہ سوال کرتے !

مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ ۵۱۳ / ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۱ :

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ کہ اس وقت بھی میں نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی میں تھے۔ ان تمام امور کے پیشِ نظر حق تو یہ تھا، کہ وہ لوگ یہ سوال کرتے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے متعلق مجسمۂ نور ہونے کا بھی اعلان فرماتے ہو اور پھر کھاتے پیتے بھی ہو۔ اور اولاد بھی پیدا کرتے ہو۔ مگر کسی نے حضور علیہ السلام سے اس قسم کا کبھی سوال نہیں کیا تھا۔ مگر چودہ سو سال کے بعد پاکستان کے جدید ملا کو خدا جانے نبی کریم سے کیا دشمنی ہے؟ اس کی پوری تشریح پر غور کرنے سے یہ مسئلہ پوری طرح سمجھ میں آجائے گا جو مندرجہ ذیل ہے :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حیثیتوں میں سے دو حیثیتیں یہ بھی ہیں۔ نورانیت اور بشریت۔ اور یہ دونوں اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں اور علمائے حق اہلِ سنّت والجماعت کا ان دونوں پر ایمان ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ لیکن بحث مطلقاً بشر ہونے میں نہیں ہے بلکہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں ہے

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نور کے ہونگے۔ تو اس وقت نور کے تمام لوازمات بھی ان کے ساتھ ہونگے اور جب بحیثیت بشر کے ہونگے تو بشریت کے تمام تقاضے بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اور بعض امور نور کے لئے محالِ عادی ہوتے ہیں اور بعض بشر کیلئے۔ مثلاً کھانا پینا، نکاح کرنا، اولاد پیدا کرنا اور جسم کے کسی حصّہ سے خون کا جاری ہونا یہ نور کیلئے محال عادی ہیں۔ اور کئی کئی دن تک کچھ نہ کھانا اور آنِ واحد میں لوح و قلم۔ عرش و کرسی کی سیر کرنا اور لامکان تک جانا یہ بشر کے لئے محالِ عادی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے فتوے لگانے والوں کو حضور علیہ السلام کھاتے پیتے، نکاح کرتے، اولاد پیدا کرتے اور آپ کے جسمِ اطہر سے خون نکلتا تو نظر آگیا، مگر کملی والے کا کئی کئی دن تک کچھ نہ کھانا اور آنِ واحد میں عرش پر جانا ان کو نظر نہ آیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ نور کھاتا پیتا نہیں۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ بشر کھائے پیے بغیر رہتا بھی نہیں۔ مگر یہ احادیث سے ثابت ہے کہ کملی والا آقا کئی کئی دن تک کچھ نہ کھاتے پیتے۔ اور یہ صحیح ہے کہ میدانِ اُحد میں نبی کریم علیہ السلام کے جسم پاک سے خون نکلا تو یہ بھی ثابت ہے کہ امام الانبیاء علیہ السلام کا سینہ چاک کیا گیا تو خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۵۲۴

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهٖ —— حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام ایک دن بچوں میں کھیل رہے تھے۔ کہ جبریل علیہ السلام آگئے اور انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کو لٹایا اور کملی والے کے سینہ پاک کو چاک کیا۔ یہانتک کہ بچوں نے حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو آکر کہا، کہ فَقَالُوْا اَنَّ

مُحَمَّدُ اُقتُدُ قتُِلَ - کہ حضرت محمد قتل کر دیئے گئے ہیں — اور پھر معراج کی پاک رات کو حضرت جبریل علیہ السلام نے کملی والے کا سینہ چاک کیا۔

مسلم شریف جلد اول صفحہ ۹۴ — فَشَرِحَ صَدْرِی کہ میرا سینہ کھولا گیا اور پھر دل کو باہر نکال کر چیرا گیا۔ اور پھر اس کو آبِ زمزم سے دھویا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر لہو کی ایک بوند بھی نہ ٹپکی۔ تو ان حقائق کے پیش نظر سید المرسلین کو اپنی مثل بشر کہنے والوں سے پوچھا جائے کہ کھانے پینے اور خون نکلنے کی وجہ سے اگر حضور علیہ السلام ہماری طرح کے ایک بشر تھے تو جب، کئی کئی دن تک حضور علیہ السلام کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اور جب آپ کے جسم پاک سے لہو کی ایک بوند بھی نہ نکلی تھی، تو اس وقت آپ کیا تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کملی والے کا مجسمۂ اعجاز ہونا ثابت ہو کر کمال نبوّت و رسالت کی اور بھی ایک بیّن دلیل بن جاتا ہے۔ مثلاً نور کھاتا نہیں ہے۔ اور اگر وہ کسی وقت کھالے تو یہ نور کا معجزہ' اور بشر کھائے بغیر رہتا نہیں۔ اور اگر وہ نہ کھائے تو یہ بشریت کا معجزہ ہے۔ نور سے خون نہیں نکلتا، اور اگر کسی وقت اس سے نکل آئے تو یہ نور کا معجزہ۔ اور بشر سے خون ضرور نکلتا ہے۔ اور اگر کسی وقت اس سے نہ نکلے تو یہ بشریت کا معجزہ۔ مثلاً لکڑی کھاتی نہیں، مگر جب اس کی ماہیت بدل جائے اور وہ ایک اژدہا کی صورت بن جائے تو پھر اسے فرعون کے سانپ کھانے ہی پڑتے ہیں۔

بلا تشبیہ و مثال امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب تک نور کی حیثیت میں خدا تعالیٰ کی رحمت کی جھولی میں تھے، کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے۔ مگر جب بشریت کا جامہ اوڑھ کر مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کو بھی کھانا اور پینا پڑا۔

سوال : کیا نور لباس بشری میں آسکتا ہے ؟

جواب : کیوں نہیں۔ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے نور ہونے کے باوجود لباس بشری میں آتے رہے

سورہ مریم۔ پ ۱۶ ۔ آیت ۱۷، ۱۸ :

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ط

"پس ہم نے جبریل علیہ السلام کو مریم کے پاس بھیجا مکمل بشری صورت میں"

سورہ الذٰریات۔ پ ۲۶ ۔ آیت ۲۴ تا ۳۲ :

هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ٥ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ط

خدا تعالیٰ کملی والے محبوب پاک کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی بات بتلا رہا ہے، کہ جب وہ فرشتے لباس بشری میں مہمان بن کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور سلام کہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا کہ تم کچھ اوپرے ہو۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۱۱۔ کتاب الایمان کی پہلی حدیث :

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا۔ اس کے بہت ہی سفید کپڑے تھے۔ اور بہت ہی سیاہ بال تھے۔ اور وہ دو زانو ہو کر ادب کے ساتھ حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا اور کچھ مسئلے پوچھنے لگا۔ حضور علیہ السلام جواب دیتے رہے۔ اور جب وہ چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّہٗ جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ

کہ "اے عمرؓ! کیا تو جانتا ہے کہ یہ کون تھا؟ تو میں نے عرض کی کہ اللہ جانے اور یا اللہ کا رسولؐ۔ تو کملی والےؐ نے فرمایا۔ کہ یہ جبریلؑ تھا جو تمہیں دین سکھانے آیا تھا!"

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ :

عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَاصٍ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ یَوْمَ اُحُدٍ عَنْ یَمِیْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ وَعَنْ یَسَارِہٖ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ یُقَاتِلَانِ اِلٰی اٰخِرِہٖ

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ احد میں حضور علیہ السلام کے دائیں اور بائیں دو آدمی دیکھے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ جنگ کے بعد میں نے عرض کی تو کملی والے نے فرمایا۔ کہ ایک جبریلؑ تھا اور دوسرا میکائیل تھا۔"

مندرجہ بالا قرآن وحدیث کے مطابق اب یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرشتے جو کہ نور ہی نور ہیں۔ لباس بشری اور انسانی صورت میں آتے رہے مگر ان کے نور ہونے میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور کوئی بھی ان کو اپنی مثل بشر نہیں کہتا۔ لیکن آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کالی کملی اور سبز چادر میں اپنے نور خداوندی کو چھپا کر حضرت آمنہؓ کی آغوشِ رحمت میں تشریف لائے تو آپؐ کے نور میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جبریلؑ و میکائیلؑ اور دوسرے نوری فرشتے انسانی صورت اور لباس بشری میں سفید کپڑے پہن کر اور سیاہ بالوں کے ساتھ آجائیں تو پھر بھی

نور کے نور۔ اور اگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کالی کملی اوڑھ کر اور سبز چادر پہن کر تشریف لائیں تو بَشَرٌ مِثْلُکُمْ ! سمجھ میں نہیں آتا۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر سمجھنے والے نبوت اور رسالت کے مقام اور کملی والے کے کمالات وصفات کے دشمن ہیں۔ ورنہ کہاں ہم اور کہاں وہ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم!

اس موضوع کے آخر میں شان مصطفیٰ کی ایک واضح حقیقت پر غور کرو۔ کہ کسی مفسر نے حروف مقطّعات کا کوئی معنیٰ نہیں کیا۔ یعنی طٰہٰ۔ یٰسٓ۔ یہ بھی حروف مقطّعات میں سے ہیں۔ اور قرآن پاک کا ترجمہ کرنے والوں نے ان کا کوئی معنیٰ نہیں کیا۔۔۔ کیونکہ ان کے معانی و مطالب انسانی علم و عقل اور فہم و فراست سے بالاتر ہیں۔ اور طٰہٰ، یٰسٓ نبی کریم علیہ السلام کی ہی دو صفات ہیں۔ تو جس کی صفات انسانی علم و فراست سے باہر ہیں۔ اس کی ذات کو کون سمجھ سکتا ہے؟

"اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانئے کیا ہو"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سِرَاجًا مُّنِیْرًا

خدا تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجًا منیرا فرمایا ہے۔ یعنی ہمیشہ چمکنے والا چراغ - اور قرآن پاک میں دوسرے مقامات پر اللہ کریم نے سورج اور چاند کو بھی سراج فرمایا ہے

سورۃ الفرقان - پ ۱۹ :

تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ط

سورۃ نوح - پ ۲۹ :

وَ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ط

سورۃ یونس - پ ۱۱ :

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا

تفسیر روح البیان جلد ۳ - صفحہ ۱۳۰ :

سورج بھی چراغ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چراغ ہیں ——
"آں چراغِ آسمانست و ایں چراغِ زمین است - آں چراغِ دنیا است و ایں چراغِ دین است - و آں چراغ از خواب بیدار شوند و بظہورِ ایں چراغ از خوابِ عدم برخاستہ بعرصہ گاہ وجود آمدند"

کہ سورج آسمان کا چراغ ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے چراغ ہیں۔ سورج دنیا کا چراغ ہے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دین کے چراغ ہیں۔ اور سورج طلوع ہونے پر سوئے ہوئے لوگ جاگ اٹھتے ہیں لیکن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے تمام کائنات وجود میں آگئی۔"

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ المفردات صفحہ ۱۴۷ پر سراجًا منیرًا کا معنیٰ بیان کرتے ہیں یُعَبَّرُ بِہٖ عَنْ کُلِّ مُضِیْءٍ کہ ہر وہ شے جو خود روشن ہو اور دوسری چیز کو روشن کرے اسے سراج کہتے ہیں۔

قرآن پاک میں سورج کو سراج اور چاند کو منیرًا فرمایا ہے۔ مگر ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں صفات سے متصف کیا گیا ہے۔ یعنی سراج بھی اور منیرا بھی۔ سورج کی روشنی دن کو ہوتی ہے، اور چاند کی ضیا رات کو۔ لیکن آمنہ کے لال ؐ کے نور کی ضیا پاشیاں دن کو بھی اور رات کو بھی ہوتی رہتی ہیں۔

پھر اسی سراجًا منیرا کی روشنی کفر و شرک کے اندھیروں میں پھیلی، ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں اسی چراغ کی لو نے رشد و ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اور الحاد و باطل کی ظلمتوں میں گھرے ہوئے انسانوں کو حق و صداقت کی روشنی ملی۔

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

زرقانی جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ - علامہ محمد بن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ

سُمِّیَ السِّرَاجَ لِاَنَّ السِّرَاجَ الْوَاحِدَ یُؤْخَذُ مِنْہُ السِّرَاجُ الْکَثِیْرُ وَلَا یَنْقُصُ مِنْ ضَوْئِہٖ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے سراج یعنی چراغ کہا گیا ہے کہ ایک چراغ سے دوسرے ہزاروں چراغ روشن کیا جا سکتے ہیں۔ اور پہلے چراغ کی روشنی میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ سے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں کے چراغ روشن ہوئے، اور اسی چراغ کی ضیا پاشی سے ہی ساری کائنات عدم کے اندھیروں سے نکل کر وجود کے اجالوں میں آئی۔ جیسا کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ـــــ

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِّنْ نُّوْرِیْ

کہ میں اللہ کے نور سے ہوں۔ اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے"

بیان المیلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۹۔ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سِرَاجًا لِکَوْنِنَا وَ مُنِیْرًا عَلٰی وُجُوْدِنَا۔ کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے وجود کے لئے سراج ہیں اور ہمارے وجود پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ یعنی منیراً

المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ ـــــ علامہ قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

فَھُوَ السِّرَاجُ الْکَامِلُ فِی الْاَضَائَۃِ وَلَمْ یُوْصَفْ بِالْوَھَّاجِ لِاَنَّ الْمُنِیْرَا ھُوَ الَّذِیْ یُنِیْرُ مِنْ غَیْرِ اِحْرَاقٍ بِخِلَافِ الْوَھَّاجِ۔

کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم روشنی میں سراج کامل ہیں۔ لیکن سورج کی طرح وہاج یعنی تپش دینے والی اور جلانے والی صفت سے متصف نہیں ہیں۔ بلکہ منیراً فرمایا۔ کیونکہ منیرا

اس چراغ کو کہتے ہیں جو روشنی تو دے لیکن جلائے نہ۔

سورج کی صفت وہاج ہے۔ اور چاند کی صفت منیرا۔ سراجًا و
ھاجًا۔ اور قمراً منیرا

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر خدا تعالے نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج یعنی چراغ کیوں فرمایا۔ جبکہ سورج کی روشنی چاند کی چمک، اور ستاروں کی دمک چراغ سے بہت زیادہ ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں :-

(۱) یہ تو ٹھیک ہے کہ سورج، چاند اور ستاروں کی روشنی اور چمک دمک بہت ہے، لیکن قرآنِ پاک کے مطابق ان کی منزلیں مقرر ہیں۔ اور ان کے چلنے کے راستے متعین ہیں، یہ ان منزلوں اور راستوں کے علاوہ اِدھر اُدھر نہیں چل سکتے۔ مثلاً سورہ یٰسین میں ہے :

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝

کہ "سورج اپنی مقررہ راہ پر چلا جاتا ہے۔ اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں متعین کر دی ہیں"

مگر ان کے خلاف چراغ کے لئے کوئی راہ اور کوئی منزل مقرر نہیں ہے، اسے جہاں کوئی چاہے لے جائے۔ جہاں اندھیرا ہو چراغ کو لے جایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ اور ہر آن حاضر و ناظر ہیں

(۲) نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ ۔ علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ

لِاَنَّ الشَّمْسَ بَعِيْدَةٌ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرِيْبٌ مِنْ كُلِّ قَاصِدٍ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج اور چاند کی بجائے چراغ اس لئے کہا گیا ہے کہ سورج بہت دور ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر پکارنے والے کے قریب ہیں۔

(۳) لِاَنَّ النَّاظِرَ اِذَا اَحَدَقَ نَظْرَهٗ فِی الشَّمْسِ ضُعِفَ بَصَرُهٗ بِخِلَافِ السِّرَاجِ

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے سراج فرمایا گیا ہے کہ سورج کی طرف دیکھا جائے تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور نظر ٹھہرتی رہی لیکن بخلاف اس کے سراج یعنی چراغ کو جب کوئی چاہے دیکھ سکتا ہے۔

(۴) خواجۂ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج، چاند اور ستارہ اس لئے نہیں کہا گیا — لِاَنَّهٗ لَا یُوْجَدُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا کَوْکَبٌ — کہ قیامت کے دن نہ سورج رہے گا، نہ چاند رہیگا۔ اور نہ ہی ستارے رہیں گے۔

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ — وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

کہ سورج بے نور ہو جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے اور چاند پھٹ جائے گا۔

مطلب یہ کہ خداوند کریم نے یہ قبول نہ کیا کہ میں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی چیز کہوں جو مٹنے والی ہے۔ یہ تو سب کچھ مٹ جائے گا لیکن امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چراغ تو قیامت میں بھی چمکے گا!

(۵) لِاَنَّ السِّرَاجَ مِنْ اٰلَاتِ الْفُقَرَاءِ وَالضُّعَفَاءِ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مُتَكَبِّرٌ وَلَا مُتَجَبِّرٌ،

اس لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج یعنی چراغ کہا گیا ہے کہ چراغ مسکینوں، فقیروں، محتاجوں اور غریبوں کی علامات میں سے ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی غریبوں کے حامی، فقیروں کے دستگیر، محتاجوں کے آسرا، کمزوروں کے مددگار مسکینوں کے سہارا ہیں!

موجودہ عیاشی و فحاشی کے دور اور فسق و فجور کے زمانہ کی طرف نگاہ اٹھائیں تو دولتمندوں کی رنگین کوٹھیوں اور سرمایہ داروں کے مزین بنگلوں میں طرح طرح کے بجلی کے قمقمے، قسم قسم کے فانوس اور رنگ برنگ کی قندیلیں جگمگاتی نظر آئیں گی ۔۔۔ مگر اس کے برخلاف ۔۔ غریبوں کی جھونپڑیوں مفلسوں کے کچے مکانوں اور مزدوروں کی بوسیدہ کوٹھڑیوں میں آج بھی ٹمٹماتے ہوئے چراغ اور مٹی کے دیوں کی مدھم سی روشنی دکھائی دیتی ہے۔

(۶) اِنَّ الشَّمْسَ عُبِدَتْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بِخِلَافِ السِّرَاجِ

کہ لوگوں نے اللہ کے سوا سورج کی پرستش کی اور اللہ کریم نے یہ منظور نہ کیا کہ جس چیز اور جس مخلوق کی لوگ میرے سوا پوجا کریں اس شے اور اس مخلوق کا نام میں اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دوں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کی بجائے سراج کہا ہے۔ کیونکہ آج تک کسی نے سراج کو اپنا رب نہیں کہا۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک ایسا وقت بھی آیا تھا۔ کہ اپنی قوم کو بطور توریہ، بطور تعجب اور قوم کے زعم باطل کی بنا پر اسے جھوٹا ثابت کرنے

کے لئے سورج کو دیکھ کر۔ پھر چاند اور ستارے کو دیکھ کر کہا تھا۔ کہ یہ میرا رب ہے۔ حالانکہ قوم کو بتانا یہ تھا۔ کہ سورج۔ چاند اور ستاروں کی پرستش کرنے والو! جو طلوع ہو کر ڈوب جائے، وہ میرا رب کیسے ہو سکتا ہے ؟

(۷) سورج۔ چاند اور ستارے اپنا قائمقام نہیں رکھتے۔ یعنی ان سے کسی اور چیز کو منور نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان سے کوئی اپنا چراغ روشن نہیں کر سکتا۔ مگر چراغ اپنا قائمقام رکھتا ہے۔ اور ایک چراغ سے ہزاروں اور لاکھوں چراغ جلائے جا سکتے ہیں۔ جیسے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے چراغ سے اصحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے چراغ روشن ہوئے۔

سورج اور سراج کہنے میں حکمت اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ :

بِوُجُوْدِ الشَّمْسِ یُحَرِّمُ الطَّعَامُ عَلَی الصَّائِمِ وَ بِغُرُوْبِهَا یُحِلُّ لَهٗ

کہ جس طرح سورج کے وجود سے روزہ دار پر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے، اور اس کے غروب ہونے پر حلال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح

بِوُجُوْدِ حُبِّ مُحَمَّدٍ تَحَرِّمُ النَّارُ عَلَی الْمُؤْمِنِ وَ بِفَقْدِ حُبِّهٖ تُحِلُّ لَهُ النَّارُ۔

کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ہوتے ہوئے ہر مومن پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور محبت کے نہ ہونے سے آتشِ جہنم لازم ہو جاتی ہے۔

قارئینِ کرام! یاد رہے کہ سراجاً منیرا فرمایا ہے۔ سراجاً مضئیاً نہیں کہا۔ حالانکہ معنیٰ دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی چمکنا اور روشن ہونا۔ مگر معنیٰ ایک ہونے کے باوجود بھی منیراً اور مضیئاً میں فرق ہے۔ وجہ یہ کہ مضیئا اس چراغ کو کہتے ہیں جو پھونک اور ہوا سے بجھ جائے۔ لیکن منیرا

اس چراغ کو کہتے ہیں جو طوفانوں اور آندھیوں سے بھی نہ بجھے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

(الصف ۔ پ ۲۸ ۔ آیت ۷)

تفسیر درّ منثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۱ ۔ تفسیر نسفی ص ۹۴

نور اللہ سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے نور کے چراغ کو میں نے روشن کیا ہے ۔ لیکن ان کافروں کا ارادہ ہے کہ پھونکوں سے تمہارے چراغ کو بجھا دیں ۔ لیکن وہ قیامت تک ایسا نہ کر سکیں گے ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نورِ پاک کے چراغ کو تمام اور پورا رکھے گا ۔ یعنی قیامت تک اور قیامت کے دن بھی تمہاری نبوت کا چراغ جلتا رہے گا ۔

(۸) سورج ۔ چاند اور ستاروں کی روشنی زمین کے اوپر ہی رہتی ہے ، زمین کے اندر نہیں جاتی ۔ لیکن پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چراغ کی روشنی تو انسانوں کے دلوں کو بھی نورِ ایمان سے منور کرتی ہے ۔ اور زمین کے اندر قبر کے ظلمتکدہ میں بھی اجالا کرتی ہے ۔

سوال : اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو السراج سے تشبیہہ کیوں دی ؟

اس کے بھی کئی جوابات ہیں :

(۱) تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ :

اَنَّہٗ یَسْتَضَآءُ بِہٖ فِیْ ظُلُمٰتِ الْجَہْلِ وَالْغَوَایَتِہٖ وَ یَہْتَدِیُ بَانُوَارِہٖ اِلیٰ مَنَاھِجِ الرُّشدِ والھدایتہٖ کَمَا یَہْتَدِیْ بِالسِّرَاجِ الْمُنِیْرُ فِی الظَّلَامِ اِلیٰ سَمْتِ الْمُرَامِ۔

کہ جب دنیا پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو روشنی کے لئے اللہ تعالےٰ آفتاب نکالتا ہے۔ اسی طرح جب خطّۂ ارضی پر کفر کا اندھیرا چھا گیا۔ شرک کی ظلمت اور ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا گئی تو خدا تعالیٰ نے سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت کے آفتاب کو روشن کر دیا۔ تاکہ لوگ رشد وہدایت کی روشنی حاصل کر سکیں۔ اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے انسان منزل مقصود کا سیدھا راستہ دیکھ سکیں!“

(۲) حق تعالےٰ پیغمبرِ ما را چراغ خواند۔ زیرا کہ ضوءِ چراغ ظلمتِ کفر را محو کند۔ و وجودِ آں حضرت نیّر ظلمتِ کفر را از عرصۂ جہان نابود ساخت!

کہ حق تعالےٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ فرمایا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس طرح چراغ کی روشنی اندھیرے کو مٹا دیتی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے وجودِ پاک کا چراغ جب روشن ہُوا تو جہان سے کفر کا اندھیرا مٹ گیا۔

(۳) چراغ اہل خانہ را باعثِ امن و راحت است و دُزد را واسطۂ خجلت و عقوبت ـــــ آں حضرتؐ دوستاں را وسیلۂ سلامت است و منکراں را حسرت و ندامت۔

کہ چراغ گھر والوں کے لئے امن وسلامتی اور خوشی و راحت کا سبب ہوتا ہے۔ اور چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کے لئے شرمندگی اور سزا کا باعث

ہوتا ہے۔ اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ محبت کے لئے سلامتی کا وسیلہ ہیں اور دشمنوں کے لئے حسرت و ندامت :

مطلب یہ کہ ــــ جس گھر میں چراغ جلتا ہو۔ اس گھر میں چور نہیں آتے اور جس دل میں آمنہ کے لال کی محبت کے چراغ کی روشنی ہو۔ اس دل میں شیطان نہیں آسکتا۔

بیان المیلاد النبی ص ۵۴ علامہ جوزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

اِذَا اَدُضَعْتُہٗ فِی الْمَنْزِلِ اَسْتَغْنِیْ عَنِ الْمِصْبَاحِ

کہ "جب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گھر میں رات کے اندھیرے میں دودھ پلاتی تھی، مجھے چراغ کی ضرورت نہ رہتی تھی۔"

چنانچہ ایک دن مجھے ام خولہ سعدیہ نے پوچھا۔ اے حلیمہ! کیا تو گھر میں ساری رات آگ جلائے رکھتی ہے؟ تو نے جواب دیا۔ لَا وَاللّٰہِ لَا اُوْقِدُ نَاراً وَلٰکِنَّہٗ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ــ نہیں، اللہ کی قسم میں آگ تو نہیں جلاتی۔ لیکن یہ نور اور روشنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔

دیوبند کے مشہور و معروف علامہ جناب قاری محمد طیب صاحب نے اپنی کتاب "آفتاب نبوت" صفحہ ۳۳ تا ۴۰ میں سراجاً منیرا کی جو تشریح کی ہے وہ قابلِ ستائش ہے :

وَجَعَلَ فِیْھَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ط

اس آیت سے تو یہ واضح ہوا کہ قرآن کی زبان میں یعنی قرآنی عرف میں سراج آفتاب ہی کا لقب ہے۔ اور قرآنی اصطلاح میں سراج

آفتاب ہی کو کہتے ہیں۔

اب غور کیجئے۔ کہ ایک طرف تو قرآن نے سورج کا مخصوص لقب سراج بتلایا ہے اور ادھر قرآن ہی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سراج فرمایا ہے۔ جیساکہ آیت میں ہے سراجا منیرا تو لقب کی اس وحدت سے کہ سورج بھی سراج ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سراج ہیں اور سراج کے معنی قرآنی عرف میں آفتاب کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ — قرآنی اصطلاح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ثابت ہوئے۔ جو تشبیہ کا حاصل ہے۔ اور خلاصہ یہ نکل آیا۔ کہ

اگر سورج فلکی آفتاب ہے تو رسول پاک ملکی آفتاب ہیں
وہ افق آسمان سے طلوع کرتا ہے تو یہ افق زمین سے

اور چاند کو قرآن نے منیرا اور نور فرمایا ہے۔ قمراً منیرا — اور والقمر نورا جس روشنی کے ساتھ ٹھنڈک بھی ملی ہوئی ہے۔ منیرا کا معنی ٹھنڈی روشنی والے کے ہوئے۔ اور ثابت ہوا کہ اس آفتابِ روحانی (یعنی ذات نبوی) میں روشنی تو سورج کی ہے لیکن ٹھنڈک چاند کی۔

حاصل یہ نکلا کہ مادی سورج نار ہے اور روحانی سورج نور۔ اس لئے دونوں آفتابوں کا فرق معلوم ہو گیا۔ کہ ایک ناری ہے اور ایک نوری۔ اب دونوں آفتابوں کی اصلیت کا فرق بھی کھل جاتا ہے، کہ مادی سورج چونکہ "ناریت" لئے ہوئے ہے، اور فساد کا مخزن ہے۔ جبکہ روحانی آفتاب ناریت کی بجائے نورانیت کا پیکر ہے۔ جس میں روشنی کے ساتھ ساتھ سلامتی اور ٹھنڈک ہے۔ اور نور سلامتی کا مخزن جنت ہے۔ چنانچہ جنت کی ہر ہر چیز میں راحت اور

نورانیت ثابت ہے۔ بلکہ یہ آفتاب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ بن کر وہاں سے نور و سلامتی جذب کرتا ہوا دنیا پر پھینکتا ہے۔

آخر میں صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن پھر کہتا ہے — کہ خداوند کریم نے اپنے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سورج، چاند، اور ستارہ نہیں کہا، بلکہ سراج یعنی چراغ کہا ہے۔ اس لئے کہ

سورج۔ چاند اور ستاروں کی راہیں اور منزلیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ وہ انہیں راہوں اور منزلوں پر مشرق و مغرب کا سفر کرتے ہیں۔ مگر شہنشاہِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان یہ ہے کہ کبھی مکّہ مکرّمہ میں اور کبھی مدینہ منوّرہ میں۔ کبھی طائف کے بازاروں میں اور کبھی بدر و حنین کے کارزاروں میں۔ اور کبھی فرش پر تو کبھی عرش پر۔ غرضیکہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چراغ کائناتِ ارضی و سماوی کو ہر لحظہ، ہر وقت، ہر گھڑی اور ہر مکان میں روشنی پہنچاتا رہتا ہے۔

کسی اندھیری کوٹھڑی میں اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو وہاں سورج کی روشنی چاند کی کرن اور ستاروں کی چمک کام نہیں آئے گی۔ بلکہ چراغ کی روشنی ہی کام آئے گی۔ اور اگر کسی کا زیورِ ایمان گم ہو جائے، تو سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت و محبت کے چراغ ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے!

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوئی رات کے اندھیرے میں گم ہو گئی، وہ تلاش کرتی ہیں لیکن نہیں ملتی۔ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پوچھا — عائشہ رضؓ! کیا تلاش کر رہی ہو؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! سوئی گم ہو گئی ہے، اسے تلاش کر رہی ہوں۔ پیکرِ نور نے تبسّم

فرمایا تو اندھیری کوٹھڑی چمک اٹھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گم شدہ سوئی چراغِ مصطفوی صلّی اللہ علیہ وسلم سے مل گئی۔

سورج طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی۔ چاند روشن بھی ہوتا ہے اور ڈوبتا بھی ہے۔ اور ستارے چمکتے بھی ہیں اور چھپ بھی جاتے ہیں۔ لیکن آمنہ کے لال صلّی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چراغ ایسا روشن ہوا۔ کہ پھر نہ کسی سے بجھا اور نہ قیامت تک بجھے گا۔ کفارِ مکّہ نے اسے بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن یہ نہ بجھ سکا۔ کیوں ؟ —— اس لئے کہ اس چراغ کی روشنی اللہ کے نور سے ہے۔

بجلی کے ایک انڈے کو ہزار پھونکیں لگائیں وہ نہیں بجھے گا۔ اس لئے کہ اس کا منبع پاور ہاؤس ہے۔ وہ قمقمہ زبانِ حال سے پکار اٹھے گا، کہ مجھے پھونکیں مار کر بجھانے والے — مجھے بجھانا ہے تو پہلے اسے بجھا جہاں سے میں آیا ہوں۔ انا من نور الله کہ میں اللہ کے نور سے ہوں۔

حاصل کلام —— جب تک اللہ موجود ہے، اس چراغ کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔

سوال - کہ چراغ تو بجھ بھی جاتا ہے —— وہ ایسے اور یوں، کہ جب گھر والے گھر کا کام کاج کر لیتے ہیں: سکول کے بچے سکول کا کام کر چکتے ہیں تو جب گھر کے مالک کو سونا ہوتا ہے تو نوکر کو آواز دیتا ہے کہ چراغ بجھا دو! تو وہ بجھ جاتا ہے۔

جواب : یہ تو ٹھیک ہے، لیکن کملی والے آقائے دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کا مالک وہ ہے جسے نیند ہی نہیں آتی۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعیتِ کبریٰ

یعنی

آقائے دو عالم ﷺ افضل الانبیاء ہیں

جامعیّت کبریٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں میں جتنے محاسن و بینات اور کمالات و معجزات موجود تھے وہ تمام کے تمام بطریقِ احسن کملی والے آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے۔

ہر نبی کو خداوند تعالےٰ کی طرف سے معجزات عطا ہوتے رہے ہیں۔ کسی کو ایک، کسی کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو تیرہ۔ اس سے زیادہ گذشتہ انبیاء میں سے کسی نبی کو معجزات نہیں ملے۔ اور معتبر روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیّد المرسلین علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول اس کائنات کی ہدایت اور رہبری کے لئے تشریف لائے۔ اگر تمام انبیاء کے معجزات کی اوسط چھ نکالیں، اور ایک لاکھ چوبیس ہزار سے ضرب دیں تو سات لاکھ اور چوالیس ہزار بنتے ہیں۔ مطلب یہ، کہ سات لاکھ اور چوالیس ہزار معجزات تمام انبیاء سابقہ میں تھے۔ مگر یہ سارے کے سارے کملی والے میں موجود تھے۔

گویا کہ اس کم سے کم مدح و ثنا کے مطابق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ اور چوالیس ہزار معجزات کا مجموعہ تھے، اور یہی نہیں، بلکہ دوسرے انبیاء کرام کو معجزات عطا کئے گئے اور امام الانبیاء علیہ السلام کو معجزہ بنایا گیا۔ اور معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ جو انسانی علم و فہم اور بشری فراست و ادراک میں نہ آسکے۔ دوسرے انبیاءؑ نے جبریلؑ سے سن کر کہا کہ خدا ہے۔ مگر حضور علیہ السلام نے خدا کو دیکھ کر فرمایا کہ خدا ہے۔ اور دوسرے انبیاء کو حق دیا گیا، مگر تاجدار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسمۂ حق بنایا گیا۔

سورہ یونس۔ پ ۱۱۔ آیت ۱۰۷ :

قُلْ يَآاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ

اے میرے محبوب پاکؐ تم اپنے متعلق اعلان کر دو، کہ اے دنیا میں بسنے والو! بحقیق تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے !"

گویا کہ بھیجنے والا بھی حق، اور آنے والا بھی حق۔ دوسرے لفظوں میں خدا بھی حق اور مصطفیٰؐ بھی حق ؛

الحاصل، شہنشاہِ کون و مکاں میں حضرت آدمؑ کا خلق، حضرت شیثؑ کا عرفان۔ حضرت داؤدؑ کی زبان، حضرت ابراہیمؑ کی رضا۔ حضرت ایوبؑ کا صبر، حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی، حضرت یعقوبؑ کا گریہ، حضرت موسیٰؑ کا جلال اور حضرت عیسیٰؑ کا زہد و تقویٰ موجود تھا۔ (علیہم السلام)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبی وصفِ نبوت و رسالت میں برابر ہیں۔ لیکن محاسن و کمالات کے لحاظ سے جو مقام ہمارے آقائے دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عطا کیا۔ کسی اور نبی کو وہ مقام نہیں دیا گیا۔

دوسرے انبیاء کرامؑ اور سید المرسلینؐ کی نبوت میں مرتبہ اور مقام کے لحاظ

سے پہلا بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلے نبیوں میں سے کوئی نبی کسی ملک کے لئے آیا اور کوئی کسی قوم کے لئے۔ کوئی نبی کسی علاقے کے لئے آیا اور کوئی کسی بستی کے لئے۔ لیکن حبیب خدا تعالے کے اپنے محبوبؐ کی باری آئی تو فرمایا۔ کہ اے کملی والےؐ! تو کسی ملک یا کسی قوم کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح میں ساری کائنات کا رب ہوں، تو ساری کائنات کے لئے نبیؐ ہے۔ جہاں تک میری خدائی وہاں تک تیری مصطفائی۔

دوسرے انبیائے عظام اور ان کی امتوں کے لئے خدا تعالے زمین کا ایک ٹکڑا ان کی عبادت کے لئے منتخب کر دیتا۔ کہ اس معین جگہ کے سوا ان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر وہ اس جگہ سے کہیں دور ہوتے تو نماز وہیں آکر پڑھتے تھے۔ لیکن کملی والے آقاؐ کی شان یہ ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔

ہر کجا باشد نماز میکنی

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دوسرے انبیاءؑ کے لئے نماز پڑھنے کے لئے تو ایک جگہ معین ہوتی تھی، مگر میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جہاں آپؐ کا دل چاہتا ہے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ تو سیدالمرسلین علیہ السلام نے فرمایا ؎

گفت پیغمبرؐ کہ از بہر جہاں

حق نجس را پاک گرداند بداں

کہ اے عائشہؓ! میں اپنی پیشانی زمین پر اس لئے لگاتا ہوں، تاکہ ساری زمین میری اُمت کے لئے پاک ہو جائے اور بھر ہو کے رہی۔

ہزاروں بن گئے کعبے جبیں تو نے جہاں رکھ دی

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۶۲ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۲ :

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے

فرمایا کہ مجھے خدا نے پانچ ایسی چیزیں عطا کی ہیں کہ جو کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :

وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا ط

کہ ساری زمین میرے لئے اور میری امت کے لئے پاک کر دی گئی ہے اور مسجد بنادی گئی ہے۔ اس لئے میری امت کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے۔ خدا قبول کرے گا

ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۲۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صحابہ کرام رضی انبیاء کرام کا ذکر پاک کر رہے تھے تو نبی کریم علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اور پوچھا، کہ کیا باتیں کر رہے تھے۔ تو عرض کی گئی کہ انبیاء کا ذکرِ خیر کر رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ حضرت آدمؑ صفی اللہ ہیں۔ کسی نے کہا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ اور کوئی کہتا کہ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ ہیں اور کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ روح اللہ ہیں۔ تو کملی والے نے فرمایا۔ اَلَا وَ اَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ۔ کہ خبردار! میں اللہ کا حبیب ہوں۔

حاشیہ ترمذی شریف :

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْخَلِيْلِ وَالْحَبِيْبِ وَالْخَلِيْلُ يَكُوْنُ فِعْلُهٗ بِرِضَى اللّٰهِ وَالْحَبِيْبُ يَكُوْنُ فِعْلُ اللّٰهِ بِرِضَائِهٖ

"کہ خلیل اور حبیب میں فرق یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جو ہر کام اللہ کو راضی کرنے کے لئے کرے۔ اور حبیب وہ ہے، کہ اللہ کا ہر فعل اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے ہو!"

تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵ :

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ یَا مُحَمَّدَ کُلُّ اَحَدٍ یَطْلُبُ رَضَائِیْ وَ اَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَ کَ فِی الدَّارَیْنِ ط

کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ کہ اے میرے محبوب پاک ؐ کائنات کی ہر چیز میری رضا چاہتی ہے، لیکن اے کملی والے ؐ! میں دونوں جہان میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

اس جہان یعنی دنیا میں یوں کہ ہم نے تیری مرضی کے مطابق قبلہ تبدیل کر دیا۔ اور اُس جہان یعنی قیامت میں میں تجھے اتنا دونگا کہ تو راضی ہو جائیگا۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

اصحابی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت پاک نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری ساری امت نہ بخشی جائیگی۔

اور کلیم وہ ہے جو خدا سے ہمکلام ہونے کے لئے کوہ طور پر جائے۔ اور حبیب وہ ہے جو دیدار الہٰی کے لئے آغوشِ نور میں آئے۔ کلیم کے لئے لَنْ تَرَانِیْ ہے، اور حبیب کے لئے اُدْنُ مِنِّیْ ہے۔ کلیم عرض کرتا ہے۔ مولا مجھے اپنا آپ دکھا، اور حبیب کو حکم ہوتا ہے کہ کملی والے ؐ! مجھے دیکھ! کیونکہ اے میرے کلیم ؑ:

نہ تیری آنکھ دیکھے اور نہ چشمِ انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفےٰ ؐ دیکھے!۔

اور کلیم وہ ہے جو جلوۂ خداوندی کی ایک ذرے سے بھی کم تجلی کو دیکھ کر بے ہوش ہو جائے اور حبیب وہ ہے جو مرکزِ تجلّیاتِ الہٰی کی نور کی جھولی میں بیٹھ کر ذاتِ خداوندی کو دیکھے اور آنکھ نہ جھپکے۔

حضرت آدمؑ

حضرت آدم علیہ السّلام کی شان پاک یہ ہے کہ آپ کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر کملی والے کی شانِ مقدس اس سے کئی گنا افضل ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو فرشتوں نے ایک وقت کے لئے سجدہ کیا۔ مگر نبی کریم علیہ السّلام پر فرشتے قیامت تک کے لئے درود پڑھتے رہیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

اور خدا نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم ادب سکھانے کے لئے دیا۔ اور کملی والے پر درود پاک عزت و تکریم اور قرب الٰہی کے لئے ہے۔

تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰۱ :

وَاَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخَذَ بِرِكَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ وَهٰذَا اَعْظَمُ مِنَ السُّجُوْدِ الْمَلَائِكَةِ

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے معراج کی رات نبی کریم علیہ السّلام کے براق کی رکاب پکڑی اور یہ فرشتوں کے سجدہ کرنے سے افضل ہے۔ اور پھر امام الانبیاء علیہ السّلام نے فرمایا۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۲۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳ :

مختلف الفاظ کے ساتھ حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنِهٖ تَحْتَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

کہ حضرت آدمؑ اور دوسرے قیامت کے دن میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور مَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السّلام اور دوسرے انبیاء بھی میرے جھنڈے

کے نیچے ہو نگے۔ اور یہ سجدہ ہونے سے افضل ہے۔ اور پھر کملی والے نے فرمایا۔
كُنْتُ نَبِيًّا وَ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ ۔ کہ میں اس وقت بھی نبی
تھا، جبکہ حضرت آدمؑ ابھی مٹی اور پانی میں تھے۔ اور یہ بھی سجدہ ہونے سے افضل
ہے۔ اور پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کن بات کی ہے :

تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۰۲ :

اَنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ جَبْهَتِهٖ اٰدَمُ

کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا
گیا کہ نورِ محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔

اور تفسیر روح البیان جلد سوم صفحہ ۵۴۳ :

وَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ جَعَلَ نُوْرَ حَبِيْبِهٖ فِيْ ظَهْرِهٖ فَكَانَ
يَلْمَعُ فِيْ جَبِيْنِهٖ

اور جب خداوند تعالٰے نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے محبوبِ پاک
کے نور کو اس کی پیشانی میں رکھا۔ پس وہ نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السّلام کی
پیشانی میں چمکنے لگا۔

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود
آب و گِل را کے ملک کردے سجود

حضرت آدم علیہ السلام کی شانِ پاک میں ہے۔

البقرہ ۔ پارہ اول ۔ آیت ۳۱ :

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو اول سے لے کر آخر تک تمام چیزوں کے نام تبلادیئے۔

مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ارشاد خداوندی ہے :

سورہ القمر ۔ پ ۲۷ ۔ آیت ۵۳ :

وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ؕ

اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز اس میں لکھی ہوئی ہے ۔

سورہ انعام ۔ پ ۷ ۔ آیت ۵۹

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

"اور کوئی خشک اور تر شئے ایسی نہیں ہے جو اس کتاب یعنی قرآن پاک میں نہ لکھی گئی ہو !"

سورہ یونس ۔ پ ۱۱ ۔ آیت ۶۱ :

وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز اس کتاب میں مذکور ہے ۔
غرضیکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھلائے گئے ۔ مگر حبیب سید المرسلین علیہ السلام کی باری آئی تو اول سے آخر تک ، ابتداء سے لے کر انتہا تک اور ازل سے لیکر ابد تک جو کچھ ہو چکا تھا اور قیامت تک جو کچھ ہونا تھا ، سب کا سب قرآن پاک میں بند کر کے خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی جھولی میں ڈال دیا ۔ اور یہ وہی قرآن پاک ہے ، جس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے ۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ؕ رحمٰن وہ ہے جس نے پیار کی تھپکیاں دیکر اور اپنی رحمت کی آغوش میں بٹھا کر اپنے محبوب پاک کو قرآن پاک سکھایا ۔ اور پڑھایا ۔ اور پھر انسان کو پیدا کیا ۔ گویا کہ تعلیم قرآن پاک پہلے ہے اور تخلیق انسان بعد میں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک کے پتھر پر مارنے پر پانی کے چشمے بہہ نکلے تھے ۔ مگر شہنشاہِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک انگلیوں سے پانی

کی نہریں جاری ہوتی تھیں ۔

سورۃ البقرہ ۔ پ اول ۔ آیت ۶۰ :

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۔

" اور جب پانی مانگا حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے تو ہم نے کہا، اپنا عصا پتھر پر مار (تب اس نے مارا) پس اس سے پانی کے بارہ چشمے بہہ نکلے"

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۴۵ / بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۹ ، ۵۰۴ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۴ / مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۳۲ ۔ :

مختلف مقامات ، مختلف مواقع ، مختلف الفاظ اور مختلف راویوں کے ساتھ مثلاً حضرت انس رضؓ ، حضرت جابر رضؓ ، حضرت معاذ بن جبل رضؓ اور حضرت عمران بن حصین رضؓ فرماتے ہیں ۔ کہ جب بھی کبھی مسلمانوں کو ضرورت پڑتی تو وہ حضور علیہ السّلام سے درخواست کرتے اور پھر دیکھتے کہ :

فَجَعَلَ الْمَآءُ يَفُوْرُ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ

" کہ کملی والے کی مقدس انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہوجاتا تھا" !

تو مطلب یہ ہے کہ :

عرب جیسے خشک اور ریگستانی ملک میں اسلام کے فاتحانہ لشکر کے ساتھ اگر نبوت کے برکات الٰہی کے یہ چشمے نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ ایسے معرکے سر نہ ہوتے جن میں پانی کی کمی تھی ۔ غور کرو ، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے صرف ایک دفعہ پتھر کی رگیں پانی کی سوتیں بنیں لیکن امام الانبیاء علیہ السلام کے لئے چمڑوں کے مشکیزے ، مٹی کے لوٹے ، سوکھے ہوئے کنوؤں کے دہانے دہانِ مبارک کی کلیاں اور گوشت و پوست کی نرم و نازک انگلیاں کئی دفعہ پانی کا چشمہ ثابت ہوئیں ۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو جب پانی کی ضرورت پڑتی ہے تو قوم اپنے نبی سے کہتی ہے، اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے عرض کرتے ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں کو پانی ضرورت پیش آتی ہے، اور وہ کملی والے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی نہ ملنے کی شکایت کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام خدا سے نہیں کہتے بلکہ اپنا دستِ مبارک ایک برتن میں ڈال دیتے ہیں تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل آتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور کملی والے کے دستِ مبارک میں ایک امتیازی فرق تھا۔ وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کا اپنا تھا۔ اور کملی والے کا ہاتھ دستِ قدرت تھا۔ یعنی خدا کا ہاتھ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ نے جب حضور علیہ السلام سے بیعت کی تو خدا نے فرمایا۔ کہ جن مسلمانوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

سورہ الفتح۔ پ ۲۶۔ آیت ۱۰ :

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ

"تحقیق وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں تجھ سے، وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریائے نیل میں عصا مارنے سے پانی کے ٹکڑے ہو گئے تھے، اور کلیم اللہ کی امت کے گذرنے کے لئے بارہ راستے بن گئے تھے، جیسے کہ قرآن شاہد ہے۔

سورہ الشعراء۔ پ ۱۹۔ آیت ۶۳ :

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ

"کہ پھر ہم نے حکم دیا موسیٰ علیہ السلام کو کہ اپنے عصا کو دریا میں مار اور جب انہوں نے اپنے عصا کو دریا میں مارا تو دریا پھٹ گیا"۔

لیکن امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چاند پھٹ گیا۔ قرآن گواہ ہے اور حدیث شاہد

سورہ القمر۔ پ ۲۷۔ آیت ۱:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا!

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۷۳ / ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۶۱

(۱) عَنْ عَبْدُ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى اِنْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَفَلْقَةٌ دُوْنَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

(۲) اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

(۳) اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَارَ فِرْقَتَيْنِ عَلٰى هٰذَا الْجَبَلَ وَعَلٰى هٰذَا الْجَبَلُ فَقَالُوْا سَحَرَنَا فَمَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ

(۴) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ

حدیث پاک کی اکثر کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ انشقاق قمر کا یہ حیرت انگیز واقعہ مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مِنیٰ میں تھے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا پہاڑ کی اُس طرف چلا گیا۔ پس رسول خدا علیہ السلام نے فرمایا، کہ تم گواہ ہو جاؤ۔ کفار مکہ یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کہنے لگے کہ اگر یہ جادو ہوتا، تو صرف ہم پر ہی ہوتا۔ تمام انسانوں کو ایسا جادو نہ کر سکتا تھا، کیونکہ انہوں نے دوسرے ملکوں سے آنے والے قافلوں سے بھی اس واقعہ کی تصدیق کر لی تھی۔

کائنات کا ذرہ ذرہ نبیؐ کی صداقت کی گواہی دیتا ہے۔ زمین و آسمان، شجر و حجر، درندے اور پرندے۔ اور سورج اور چاند اور اس عالم موجودات کی ہر شئے پیغمبر کی صداقت کا ثبوت بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے پر چلتے تھے، درختوں اور پتھروں سے یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اور کبھی پہاڑوں نے آپؐ کی نبوت کی شہادت دی۔ اور کبھی درخت آپؐ کی رسالت کے گواہ بنے۔ کبھی جانوروں نے آپؐ کے قدموں میں سر جھکایا۔ اور کبھی ابوجہل کی بند مٹھی میں کنکروں نے کلمہ سنایا۔ کبھی ڈوبا ہوا سورج آپؐ کے حکم سے واپس لوٹا اور کبھی آپؐ کی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چاند نے پھٹ کر آپؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی

کفارِ مکہ نے تاجدار کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، کہ اگر تو نبی ہے، تو آسمان پر چاند کو توڑ دے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا، کہ نعوذ باللہ یہ جادوگر ہے۔ لیکن اس کا جادو آسمان کی کسی چیز پر نہیں چلے گا۔ اور چونکہ وہ کملی والے

کو اپنی طرح کا ایک کمزور، بے اختیار اور محض بشر ہی سمجھتے تھے، اس لئے ان کا خیال تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ کفّارِ مکّہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی، بد فطرتی اور اسلام دشمنی کی بنا پر اس حیرت انگیز اعجاز نبویؐ کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ لیکن حضور علیہ السّلام نے تو ان کے دونوں بدعقیدوں کو خاک میں ملا دیا اور چاند کو توڑ کر نبی کریم علیہ السّلام نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ نہ تو میں جادوگر ہوں، اور نہ ہی تمہاری طرح کا ایک کمزور بے اختیار محض بشر۔ بلکہ میں اللہ کا صاحبِ کمالات و اختیارات نبی ہوں۔ اور مجھ میں خداداد قوّتِ الٰہیّہ اور طاقت خداوندی بھی ہے

الغرض سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا چاند کو توڑنا صرف کفّارِ مکہ ہی کو اپنی نبوت کا کمال دکھانا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ چاند کی پرستش کرنے والوں کو بھی یہ بتانا تھا۔ کہ وہ چاند جو محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم انگلی کے ایک اشارے کو برداشت نہیں کر سکا وہ تمہارا خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام کی شان پاک بیان فرماتے ہوئے خدا تعالےٰ نے فرمایا :

سورۂ النمل۔ پ ۱۹۔ آیت ۱۷ :

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنوں اور انسانوں اور اڑنے والے پرندوں کا ایک بھاری لشکر جمع کر دیا گیا۔

لیکن سیّد العرب والعجم حضرت امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم کو پر خلوص اور مقدس انسانوں کی ایک نورانی جماعت کے ساتھ ساتھ خداوند تعالےٰ کے فرشتوں

کا بھی ایک عظیم لشکر عطا کر دیا تھا۔

سورۂ انفال۔ پ ۹۔ آیت ۹ تا ۱۲

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

کہ اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو۔ جبکہ تم نے اپنے رب سے امداد اور پانی کے لئے فریاد کی اور دعا کی تو خدا تعالے نے تمہاری امداد کے لئے آسمانوں سے ایک ہزار فرشتوں کا مسلح لشکر بھیج دیا۔ اور پھر ہم نے فرشتوں کے لشکر سے فرمایا۔ کہ تم جاؤ۔ اور اَنِّیْ مَعَكُمْ کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ اور

سورۂ آل عمران، پ ۴۔ آیت ۱۲۴ میں ہے:

اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

کہ ہم نے تین ہزار فرشتوں کی فوج تمہاری مدد کے لئے بھیج دی۔

فرشتوں کا یہ لشکرِ نورانی مسلمانوں کی امداد و نصرت کے لئے اس وقت بھیجا گیا، جب کہ شہنشاہِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین سو تیرہ اسلام کے مجاہدوں، دین کے غازیوں، مذہب کے شیدائیوں اور حق کے فدائیوں کی ایک مٹھی بھر روحانی جماعت لے کر کفر و الحاد۔ ضلالت و گمراہی اور باطل پرستی مٹانے کے لئے کفّارِ مکہ کی پوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے خود امیرِ لشکر بن کر میدان بدر میں جلوہ افروز ہوا۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم اور دو دو چار چار کھجوریں کھا کر روزہ رکھنے والے یہ غازیانِ اسلام، جن کی مقدس پیشانیوں پر سجدوں کے نشان اور ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں۔ آج ساری دنیا کی

تقدیر بنانے جا رہے تھے۔ اگرچہ ان کے پاس سامانِ جنگ نہیں تھا۔ گھوڑے نہیں تھے۔ تلواریں نہیں تھیں۔ مگر پھر بھی ؎

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

کسی نے عرض کی — کہ اے کملی والے آقا! دشمن کے پاس سامان ہے۔ تو کملی والے نے مسکرا کر فرمایا — کہ تمہارے پاس ایمان ہے — ان کی طرف شیطان ہے اور تمہارے ساتھ رحمٰن ہے۔ اَنِّیْ مَعَکُمْ

یہ دلق پوشوں کا روحانی ٹولہ۔ یہ صبر کوشوں کی مقدس جماعت اور یہ فاقہ مستوں کا پیارا گروہ، گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنی ہوئی کمانیں۔ ٹوٹے ہوئے نیزے اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سر بکف اور کفن بدوش ہو کر جب تاجدارِ عرب و عجم کی قیادت میں میدان بدر میں آیا تو اس کا مقصد جاہ و حشمت، دولت و ثروت اور ملک گیری کی ہوس نہیں تھی۔ بلکہ یہ حق پرستوں کی جماعت اسلام کی سربلندی دین کی حفاظت، مذہب کی رکھوالی، کملی والے کی عظمت اور قرآن پاک کی نشر و اشاعت کے لئے کفارِ مکہ کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے ریگستان میں آئی تھی۔

یہ وہی جنگ ہے جس میں بھائی کو بھائی سے، بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے لڑتا ہوا دیکھا گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور آپ کا صاحبزادہ عبدالرحمٰن ایک دن محوِ گفتگو تھے۔ کہ عبدالرحمٰن نے کہا، کہ ابا جان! میدان بدر میں تین بار آپ میری تلوار کی زد میں آئے مگر میں نے یہ جان کر کہ آپ میرے باپ ہیں، وار نہ کیا۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا۔

بیٹا! تو نے تو مجھے اس لئے قتل نہ کیا کہ میں تمہارا باپ تھا۔ لیکن خدا کی قسم! اگر تم ایک بار بھی میرے سامنے آجاتے تو میری تلوار ہوتی اور تمہارا سر ہوتا

اور یہ وہی جنگ ہے کہ جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں۔ ایک ہی قبیلے کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹوٹے آپس میں دست وگریباں ہوئے۔ ایک کفر وشرک، ضلالت وگمراہی اور وحشت وظلمت کے دریا میں غرق تھا۔ اور دوسرا توحید و رسالت، رشد و ہدایت اور یمن وسعادت کے سدابہار گلشن کا محافظ۔ ایک اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا اور دوسرا بچانے کے لئے۔ ایک شمع توحید کو بجھانے کے لئے آیا تھا اور دوسرا روشن کرنے کے لئے۔ ایک ناموس مصطفٰیؐ پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس کی تدبیر پر خندہ زن تھا۔ ایک طرف عتبہ اور امیہ تھے اور دوسری طرف صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ تھے۔ ایک طرف ابوجہل اور ولید تھے۔ دوسری طرف حمزہؓ اور علیؓ تھے۔ ایک طرف ابوجہل تھا اور دوسری طرف اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، برادری ایک تھی قبیلہ ایک تھا اور خاندان بھی ایک لیکن بھائی کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تلوار بیٹے سے کیونکہ تبانا یہ تھا کہ مذہب کی حفاظت دین کی بقا اور اسلام کی عظمت کے مقابلے میں کیسی برادری۔ کیسا خاندان۔ کون بھائی اور کس کا باپ!

اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر فتح ونصرت کے لئے دعا فرمائی

مسلم شریف جلد دوئم صفحہ ۹۳ ۔ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَهُمْ اَلْفٌ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن نبی کریم علیہ السلام

نے مشرکین کی طرف دیکھا اور اُن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ پھر کملی والے نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہٖ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ۔

کہ اے اللہ ان تین سو تیرہ جانثاروں کی جماعت لے کر میدان میں آیا ہوں آج اگر تو نے ان کی امداد نہ کی۔ اور اگر یہ ہلاک ہو گئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اور پھر سرورِ کائنات بذاتِ خود میدانِ جنگ میں تشریف لائے بقول حفیظ ؎

مگر جب کملی والا آ گیا اُٹھ کر مُصلّے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے حملے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اُٹھی وادی
کہ اُمت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں۔ نیزے اُبھرے اور چلے۔ تیر کمانوں سے نکلے اور برسے۔ میدانِ کارزار گرم ہوا۔ کافروں کو اپنے سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے ایمان پر۔ اُن کو زہر آلود تیروں اور فولادی تلواروں کا بھروسہ تھا اور اِن کو ؎

نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر نہ بھالے پر
بھروسہ تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر

جونہی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں تشریف لائے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ اُدھر مصطفےٰ ؐ نے دُعا کی اُدھر خدا نے فرشتوں کی ایک فوج عطا کی اور کملی والے نے ایک مٹھی ریت کی دشمنوں پر ماری اور پھر فتح و نصرت نے مسلمانوں کے

قدم چُوم لئے اور یہ اسلام کے جاں نثار۔ مذہب کے وفادار اور دین کے فدا کار حق و صداقت کا پرچم لہراتے ہوئے واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

تو حضرتِ سلیمان علیہ السّلام کو جنّوں کا لشکر دیا گیا تھا۔ لیکن تاجدارِ کون و مکان کو فرشتوں کی ایک مسلح فوج دی گئی جو جنّوں کے لشکر سے یقیناً افضل ہے۔ اور آج بھی اگر مسلمانوں میں اسلام کی سچی تڑپ دین کا صحیح جذبہ اور مذہب سے پوری محبت ہو تو آج بھی اُن کی مدد کے لیئے نصرتِ الٰہی فرشتوں کے لشکر کی صورت میں آ سکتی ہے۔

؎ آج بھی گر ہو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

مگر بقول درویش لاہوری اقبال مرحومؒ

شب پیشِ خُدا بگریستم من
مسلمانان چرا خوارند و زارند

جواب آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دِلے دارند محبُوبؐ ندارند

اقبالؒ کہتا ہے۔ ایک رات میں نے دربارِ خداوندی میں رو کر عرض کی کہ اے میرے مولا۔ آج مسلمان ہر طرف کیوں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ تو ہاتفِ غیبی سے آواز آئی کہ تو نہیں جانتا کہ اس قوم کے پاس دل تو ہے لیکن دل میں عشقِ مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم نہیں ہے۔

اور پھر حضرتِ سلیمان علیہ السلام کی شانِ پاک کو بیان کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا:۔

پارہ ۱۹۔ سورۃ النمل۔ آیت ۱۶ :۔ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔

اور وارث ہوئے حضرتِ سلیمانؑ۔ حضرتِ داؤد علیہ السلام کے اور کہا حضرتِ سلیمانؑ نے کہ اے لوگو! مجھے اڑنے والے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ حضرتِ سلیمان علیہ السّلام پرندوں کی زبان بھی جانتے تھے مگر تاجدارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقامِ پاک یہ ہے کہ آپؐ سے اُڑنے والے پرندوں نے بھی کلام کی اور پتھروں اور درختوں نے بھی اور پہاڑوں اور جانوروں نے بھی۔

ترمذی شریف جلد دوئم۔ صفحہ ۲۰۳ —— عَنْ علی اِبْنِ اَبِی طَالِبٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ فَخَرَجْنَا فِی بَعْضِ نَوَاحِیْہَا فَمَا اسْتَقْبَلَہُ الْجَبَلُ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ کے بعض اطراف میں نبیؐ کریم علیہ السّلام کے ہمراہ تھا۔ تو جو پہاڑ اور درخت راستے میں ملتا تھا وہ السّلامُ علیک یا رسُول اللہ پکارتا تھا۔

مُسلم شریف جلد دوئم صفحہ ۲۴۵۔ ترمذی شریف جلد دوئم صد ۲۰۳

عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ کے اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۰۶۔ ترمذی شریف جلد دوئم صد ۲۰۳

مشکوات شریف صفحہ ۵۴۱۔ ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۱۰۳

عَنْ اِبْنِ عَبَّاس وَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ يَقُوْمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَنَّ الْجِذْعُ حَتّٰى تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَمِعَ صَوْتَ الْجِذْعِ فَمَسَحَهُ بِيَدِهٖ حَتّٰى سَكَنَ فَقَالَ لَوْ لَمْ اَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرتِ انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ منبر تیار ہو جانے کے بعد کملی والے جب سُوکھی ہوئی لکڑی کے اس تھم کو کہ جس پر پہلے تکیہ لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ سُوکھا ہوا تھم انسانوں کی طرح رونے لگا اور حُضور علیہ السّلام منبرِ پاک سے نیچے اُترے اور اس پر دست شفقت پھیرا تو وہ چُپ ہو گیا۔ تو حُضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر میں اس کو پیار نہ دیتا تو یہ میرے فراق میں قیامت تک روتا رہتا۔

اسی حدیثِ پاک کا ترجمہ مولانا عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کیا ہے۔ ؎

اُستنِ حنانہ از ہجرِ رسولؐ
نالہ میزد ہمچو اربابِ عقول!

گُفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون
گفت جانم از فراقت گشت خون

مسندت من بودم از من تاختی
بر سرِ منبر تو مسند ساختی

پس رسولش گُفت کاے نیکو درخت
اے شدہ با سِترِ تو ہمراز بخت

گر نخواہی سازمت پر بار نخل

تا برو شرقی و غربی از تو دخل

گر تو میخواہی ترا نخلے کند

شرقی و غربی ز تو میوہ چند

گفت آں خواہم کہ دائم شد لقاش

ایک نسخہ میں لقاش تحریر ہے

واقعہ یہ ہے کہ منبرِ پاک سے پہلے مسجدِ نبوی میں سوکھی ہوئی لکڑی کا ایک تھم (ستون) تھا۔ جس سے تکیہ لگا کر حضور علیہ السلام خطبۂ مبارک ارشاد فرمایا کرتے تھے مگر منبر تیار ہو جانے پر نبی کریم نے اس تھم کو چھوڑ دیا۔ تو وہ سوکھا ہوا تھم (ستون) رونے لگا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اے کملی والے تیرے فراق میں مر چلا ہوں اس لئے کہ تو نے مجھے چھوڑ کر منبرِ پاک کو اپنی مسند بنا لیا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو تجھے تر و تازہ کر کے پھلدار بنا دوں تاکہ مشرق و مغرب اور ساری دنیا والے تیرا ہی پھل کھائیں۔

تو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ علیہ السلام میں تر و تازہ اور پھلدار نہیں ہونا چاہتا۔ بس میری تمنا اور خواہش تو یہ ہے کہ میں ہمیشہ تیری رفاقت میں رہوں اور ہر وقت تیرے جمالِ پاک کا نظارہ کرتا رہوں۔ اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے اس کو مسجد میں دفن کروا دیا۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۴۴۹ — عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ اُھْدِیَتْ لِلنَّبِیِّ شَاۃٌ فِیْھَا سُمٌّ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو کفار نے حضور علیہ السلام کو زہر دینے کی سازش کی اور ایک عورت سے بکری کے گوشت

میں زہر ملوادیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے لگے تو فرمایا کہ تمام کافروں کو اکٹھا کر لو۔ جب وہ تمام جمع ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔

هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هٰذِهِ الشَّاةِ سِمًّا قَالُوْا نَعَمْ

کہ کیا تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تجھے کس نے بتایا ہے۔ تو کملی والے آقا نے جواب دیا کہ اس گوشت کے بھنے ہوئے ٹکڑے نے مجھے بتایا ہے۔

مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۱۱۱ ۔ ۱۱۲ ـــــ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روایت کردہ است کہ طائر می آمد وگرد۔ سرِ مبارک گردید وگفت۔ کہ ایک پرندہ حضور علیہ السلام کے ارد گرد چکر لگانے لگا اور پھر اس نے نبی کریم علیہ السلام سے کوئی بات کی۔ صحابہؓ کے پوچھنے پر حضورؐ نے جواب دیا کہ اس کے بچوں کو کوئی اٹھا کرلے گیا ہے تو اس نے میرے پاس آکر فریاد کی ہے۔

بے شک حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں کا لشکر دیا گیا تھا۔ اور پرندوں کی بولی بھی لیکن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ السلام کو فرشتوں کا لشکر عطا کیا گیا اور آپؐ سے پتھروں۔ درختوں۔ پہاڑوں۔ جانوروں اور پرندوں نے کلام کی اور گوشت کے بھنے ہوئے زہر آلود ٹکڑے نے اپنا راز بتا دیا اور پھر لکڑی کا سوکھا ہوا تھم آپؐ کے فراق میں انسانوں کی طرح رویا اور یہ سب کچھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمالات سے افضل ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی شانِ پاک یہ بھی تھی کہ جب آپؑ مصر کے بادشاہ بنے اور قحط کے زمانہ میں آپؑ نے غلہ تقسیم کرنا شروع کیا اور اس طرح سے بھوکے انسانوں کی خوراک کا سامان کیا اور ابھی قحط ختم ہونے میں تین مہینے باقی تھے کہ غلہ ختم ہو

گیا تو حضرتِ یوسف علیہ السلام نے سربسجود ہو کر دربارِ خداوندی میں عرض کی کہ اے میرے مولا قحط ختم ہونے میں ابھی تین مہینے باقی ہیں مگر غلہ ختم ہو گیا ہے اب بتائیں کہ میں کیا کروں۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر گھبراؤ نہیں۔ مصر کے بازار میں فرش بچھاؤ اور اپنے چہرۂ انور سے پردہ اٹھا کر بیٹھ جاؤ۔ جو تمہیں دیکھے گا اُسے تین مہینے بھوک ہی نہیں لگے گی۔ اور پھر حضرتِ یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو اس طرح اس وقت کے بھوکے انسان حضرتِ یوسف علیہ السلام کی زیارت سے ہی اپنی بھوک مٹاتے رہے۔ لیکن افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے افضل و بلند ہے۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۵۵۴ — عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِی اَوْ رَاٰی مَنْ رَآنِی۔

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو بھی دیکھا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور پھر حضرتِ یوسف علیہ السلام کے حُسن پاک کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر کملی والے کے جمالِ لازوال کو دیکھ کر عرب کے مردوں نے جانیں قربان کر دیں۔

حضرتِ نوح علیہ السلام کی شانِ پاک یہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے تباہ کن عذاب طوفان سے آپؑ کے ماننے والوں کو ایک کشتی کے ذریعہ کنارے لگا دیا۔

پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء۔ آیت ۱۱۹

فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔

پھر بچا لیا ہم نے نوحؑ کو اور اس کے ساتھیوں کو اس لدی ہوئی کشتی میں اور وہ کشتی کئی دن تک اس طوفان میں تیرتی رہی لیکن سید العرب والعجم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ آپ کے حکم سے پتھر پانی پر تیرا۔

تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۹۹ ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام پانی کے کنارے کھڑے تھے اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی آپؐ کے ساتھ تھا تو عکرمہ کہنے لگا۔

اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَادْعُ ذَالِكَ الْحَجَرَ الَّذِىْ هُوَ فِى الْجَانِبِ الْاٰخِرِ

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو سچا نبی ہے تو وہ پتھر جو دوسرے کنارے پر ہے اس کو بلا۔ وہ تیرتا ہوا تیرے پاس آئے اور ڈوبے نہ اور آکر تیری نبوت کی گواہی دے۔

فَاَشَارَ الرَّسُوْلُ اِلَيْهِ فَانْقَلَعَ الْحَجَرُ الَّذِىْ مِنْ مَكَانِهٖ وَ شَهِدَ بِالرِّسَالَتِهٖ

پس حضور علیہ السلام نے اس پتھر کی طرف اشارہ کیا تو وہ پتھر اپنے مکان سے چلا اور پانی پر تیرتا ہوا نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی۔ کملی والے نے فرمایا کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے؟

تو عکرمہ نے کہا کہ اب یہ اپنی جگہ پر پھر پانی پر تیرتا ہوا واپس چلا جائے تو حضور علیہ السلام نے پھر اشارہ فرمایا تو وہ پتھر پانی پر تیرتا ہوا واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

حضرتِ نوحؑ علیہ السلام کے لئے کشتی کا کئی دن تک پانی میں تیرنا اعجاز ہی سہی لیکن کملی والے کے حکم سے پتھر کا پانی پر تیرنا کمال اعجاز ہے۔

وہ رسولؐ جن کی ہر دعا قبول

بارگاہِ خداوندی میں کسی کی دعا کا قبول ہونا بھی اس کی بزرگی۔ طہارت۔ پاکیزگی اس کے برگزیدہ اور مقبول الٰہی ہونے کی دلیل ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السّلام سے بڑھ کر اور کون بزرگ برگزیدہ اور مقبولِ الٰہی ہو سکتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخش کر ان کی صداقت کی دلیل بنایا۔

- حضرتِ آدم علیہ السلام نے ندامت کے ساتھ خدا کو پکارا تو ان کو معاف کیا گیا۔
- حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے برکت اور نبوت کی دعا کی تو قبول ہوئی۔
- حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر کی تہہ میں خدا کو پکارا تو اس نے نجات دی۔
- حضرت ذکریا علیہ السلام نے نبوت کے لئے ایک وارث مانگا تو دیا گیا ـــــ اور
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بھوکی قوم کے لئے فریاد کی تو آسمان سے دسترخوان نازل کیا گیا۔

پارہ ۸ ۔ سورۃ اعراف ۔ آیت ۲۳۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۔

حضرتِ آدم و حوّا نے کہا کہ اے ہمارے ربّ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ۔ اگر تو ہم پر رحم نہ کرے اور نہ بخشے تو ہم ہو جاویں گے گھاٹے والوں میں سے ۔

پارہ اوّل ۔ آیت ۱۲۹ ــــ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلاً

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دُعا کی کہ اے میرے ربّ اپنے گھر کو آباد کرنے کے لئے ایک رسُول مبعوث کر ۔

پارہ ۲۳ ۔ سورۃ والصّٰفّٰت ۔ آیت ۱۰۰ ۔ ۱۰۱

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ ٥ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی ۔ کہ اے میرے ربّ مجھے ایک نیک ۔ پاک طینت اور حسین بیٹا عطا فرما ۔ پھر ہم نے خوشخبری دی ایک بُردبار لڑکے کی ۔

حضرت یُونس علیہ السّلام کے متعلّق ارشادِ باری ہے ۔

پارہ ۱۷ ۔ سورۃ انبیاء ۔ آیت ۸۸ ۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

حضرت یونس علیہ السّلام نے اندھیروں میں مجھے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبُود نہیں ہے اور تُو سب عیوب و نقائص سے پاک ہے ۔ بے شک میں قصوروار ہوں پس ہم نے اس کی دُعا قبُول کی اور اس کو غم سے نجات دی اور ایسے ہی ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں ۔

پارہ ۳ ۔ سورۃ آلِ عمران ۔ آیت ۳۷ ۔ ۳۸

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے رب عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے
اولادِ پاکیزہ۔ بے شک تو دُعا کو سننے والا ہے پھر خدا نے اس کی دعا کو قبول کیا
اور اسے ایک لڑکے کی بشارت دی۔ جس کا نام یحییٰ تھا۔

پارہ ۷۔ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۴
قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً
مِّنَ السَّمَاءِ۔

حضرت علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے اللہ۔ ہمارے پالنے والے ہمارے
لئے آسمان سے کھانا نازل فرما۔۔ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ۔۔ تو کہا
اللہ تعالیٰ نے میں وہ دسترخوان اتاروں گا۔

پارہ ۲۔ سورۃ البقر۔ آیت ۱۸۴۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ میں ہر ایک کی پکار کو یعنی دُعا کو قبول کرتا ہوں جب
بھی اور کہیں بھی مجھے پکارے۔

توجب عوام کے لیئے ایسی خوشخبری ہے کہ وہ پکارنے والے کی پکار کو قبول
کرتا ہے تو انبیاء علیہم السلام کی دُعائیں کیوں کر نہ قبول ہوتیں اور پھر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم تو افضل الانبیاء ہیں تو پھر حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے قبول ہونے میں کیوں
کر شک وشبہ ہو سکتا ہے بلکہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ :۔

ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۶۴
عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ ۔ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ

اَلسَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْہُ شَیْئٌ حَتّٰی تُصَلِّی عَلٰی نَبِیِّكَ ۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی کی کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی جب تک کہ حضور علیہ السلام پر دُرود شریف نہ پڑھا جائے بلکہ وہ دُعا زمین اور آسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے اور اس میں سے کوئی شے اُوپر یعنی بارگاہِ ایزدی میں نہیں جاتی تو جس کے دُرود پاک کے وسیلے سے ہماری دعائیں قبول ہوتی ہوں تو اگر وہ ذاتِ مکرم خود ہاتھ اٹھا کر کوئی دُعا کرے تو وہ قبول کیوں نہ ہو ۔

اہل سنت الجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ ہمارا آقا وہ رسُول ہے جس کی ہر دُعا قبول ہے ! اور اسی عقیدے اور ایمان کی بناء پر کہ نبی کریم علیہ السلام کے دربارِ گہر بار میں جانے والا کبھی خالی نہیں آتا۔ حاجت مندوں نے آپ کے آگے دامن پھیلائے بیماروں نے شفا چاہی اور بیچاروں نے چارہ ۔ فقر وفاقہ میں لوگوں نے امداد چاہی اور مصیبت زدوں نے اپنے دُکھ کا علاج طلب کیا۔ خالی جھولی والے دامن بھر کے جاتے ۔ بیماروں کو شفا ملتی اور دُکھیوں کو سُکھ۔ غم کے ماروں کو راحت ملتی اور باطل پرستوں کو حق کیوں کہ ہر وقت مکی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ قبول و حاجات کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔

مسلم شریف جلد دوئم صفحہ ۳۰۱ ۔ مشکوٰت شریف ۵۳۵

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حال میں کہ میں رو رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کیوں روتے ہو ۔ تو میں نے عرض کی کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم میری ماں مشرکہ ہے اور میں نے اسے راہِ راست پر لانے کے لئے بڑی کوشش
کی ہے مگر ناکام رہا ہوں اور اس لئے روتا ہوں کہ قیامت کے دن میں تو جنّت جاؤں اور
میری ماں میرے سامنے دوزخ میں جائے گی تو مجھ سے دیکھا نہ جائے گا۔ اس لئے اے کملی
والے آقا فَادعُ اللّٰہ ان یَھدِیَ اُمَّ اَبِی ھُرَیرَۃ ۔ آپؐ دعا فرما دیں کہ خُدا
تعالیٰ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے دے۔ تو حضور علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر
دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اھدِ اُمَّ اَبِی ھُرَیرَۃ ـــــ کہ اے اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو مسلمان
کر دے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حُضور علیہ السلام کی زبانِ پاک سے یہ ایمان
افروز الفاظ سن کر میں خوشی خوشی گھر گیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ نبی کی دُعا میں خُدا کی عطا
ہے اور جب میں گھر گیا تو مکان کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے
ماں نے پُوچھا۔ کون ہے؟ میں نے کہا۔ میں تیرا بیٹا ابوہریرہؓ ہوں۔ فَقَالَت مَکَانَکَ
یَا اَبُو ھُرَیرَۃ ۔ تو ماں نے کہا! کہ اے ابوہریرہؓ دروازے پر کھڑے رہو۔ میں
غسل کر رہی ہوں۔ اور میں غسل کا پانی بہتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جب ماں غسل سے فارغ
ہوئی تو اس نے نئے کپڑے پہنے اور فَفَتَحَتِ البَابَ ثُمَّ قَالَت یَا اَبَا ھُرَیرَۃ ۔
اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ
ـــــ پس میری ماں نے دروازہ کھولا اور بُلند آواز کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان
ہو گئی۔ پس میں خوشی اور مسرت سے دوڑتا ہوا نبیؐ کریم علیہ السّلام کے پاس گیا اور میری
آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل رہے تھے۔

قُلتُ یَا رَسُولَ اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَبشِر قَدِ استَجَابَ دَعوَتَکَ
ـــــ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کو مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کی دُعا کو
قبول فرما لیا ہے اور میری ماں مسلمان ہو گئی ہے۔

نگاہِ نبی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۰۶ ۔ مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۲۹۳ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۳۶ ــــ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ پاک میں بارش نہ ہوئی تو عین اس وقت جب کہ آپؐ مسجدِ نبوی میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کی یارسول اللہ مویشی ہلاک ہو گئے اور بچے بھوکے مرنے لگے۔ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا پس ہمارے لئے اللہ سے بارش کے لئے دُعا فرما دیں۔ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ اللّٰھُمَّ اسْقِنَا ــــ پس حضور علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر بارش کے لئے دُعا فرمائی کہ اے اللہ مدینے کی پیاسی زمین کو سیراب فرما دے اور جس وقت حضور علیہ السّلام نے دُعا فرمائی آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہیں تھا بلکہ آسمان شیشے کی طرح صاف تھا لیکن ــــ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَھَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ــــ پس مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابھی ہاتھ بھی نہیں چھوڑے تھے کہ آسمان پر بادل پہاڑوں کی مانند چھا گئے اور اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور حضور علیہ السّلام منبرِ پاک سے اترے تو آپؐ کی ریش مبارک بارش کے پانی سے تر تھی۔ اور پھر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ اگلا جمعہ آیا تو وہی اعرابی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تَھَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ ــــ اب تو مکان گرنے لگے اور مال غرق ہونے لگے۔ دُعا فرمائیں کہ بارش رک جائے تو حضور علیہ السّلام نے پھر ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی ــــ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا ــــ کہ اے اللہ اب مدینہ سے باہر اور ساتھ ہی انگلی کا اشارہ بھی کر دیا تو جدھر آپؐ کی انگلی جاتی تھی بادل بھی اُدھر ہی جاتے تھے۔

اصحابۂ کرام کا عقیدہ اور ایمان دیکھو کہ بارش بھی حضور علیہ السلام سے طلب کرتے ہیں تو سات دن تک بارش ہوتی رہتی ہے پہلے بادل آتے نہیں اور اب جاتے نہیں۔ پہلے بارش برستی نہیں اور اب رکتی نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ جس کی دعا سے بادل آئے تھے جب تک وہ حکم نہ کرتا وہ جاتے کیسے!

ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۲۲۳ حضرت انسؓ بن مالک حضرت ام سلیم سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے عرض کی کہ یارسول اللہ ——

اَنسُ بنِ مَالِكٍ خَادِمُكَ اُدْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَ بَارِكْ لَهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَهُ

انسؓ بن مالک آپؐ کا خادم ہے اس لئے دعا فرما دیں تو حضور علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ اس کے مال کو زیادہ کر اور اس کی اولاد میں اور جو کچھ تو نے اس کو عطا کیا ہے اس میں برکت دے۔

دوسری روائت میں یہ بھی ہے —— وَاَطِلْ حَيَاتَهُ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ اس کی عمر لمبی کر اور اس کو جنّت میں داخل فرما۔

اس حدیث پاک کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ :-

"تجاوز کرد عمر او از صد سال و بستانِ او میوہ میداد در سال دو بار۔"

کہ نبیؐ کریم علیہ السلام کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرتِ انسؓ کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور ان کا باغ سال میں دو بار پھل دینے لگا۔ جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۲۲۳ —— عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِیْ اِلَيْهِ

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمۡہُ الۡحِکۡمَۃَ ــــ
اور بخاری شریف میں ہے ــــ اَللّٰھُمَّ عَلِّمۡہُ الۡکِتَابَ ــــ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے مجھے اپنے سینے سے لگایا
اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو قرآن۔ فقہ اور حکمت سکھا دے اور پھر آپ
کی دعا کی برکت سے حضرت ابن عباسؓ رئیس المفسرین ہوئے۔

مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۳۸ بیہقی از انس آوردہ کہ یہودی گرفت
از لحیہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم چیزے کہ در لحیہ شریف افتادہ بود پس آنحضرت فرمود
اَللّٰھُمَّ جَمِّلۡہُ ــــ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کے لئے حضور علیہ السلام
نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو حسین وجمیل بنا دے۔ اس یہودی کے بال سفید تھے
لیکن حضور علیہ السلام کی دعا سے اس یہودی کے بال اسی وقت سیاہ ہوگئے اور پھر
وہ سو سال تک بوڑھا نہ ہوا۔

مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۳۸ عیادت کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
علی را در یک بیماری وگفت اَللّٰھُمَّ اشۡفِہٖ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیمار ہوئے
تو حضور علیہ السلام ان کی عیادت کے لئے گئے اور دعا کی کہ اے اللہ علی کو شفا دے اور پھر
فرمایا کہ علی اٹھو۔ تو حضرتِ علیؓ اسی وقت اٹھ بیٹھے اور پھر کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۳۸۔ بیمار شد ابو طالب عم رسول اللہ وگفت
ابوطالب اے برادر زادۂ من دعا کن پروردگارِ خود را تا عافیت دہد۔ پس فرمود آنحضرت
علیہ السلام اَللّٰھُمَّ اشۡفِ عَمِّیۡ پس برخاست ابوطالب۔

نبی کریم علیہ السلام کے چچا ابوطالب بیمار ہوئے تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے
کہا کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ مجھے شفا دے تو حضور علیہ السلام نے دعا کی اے میرے
اللہ میرے چچا کو شفا دے۔ تو ابوطالب اسی وقت اٹھ بیٹھے اور کہا کہ اے میرے بھتیجے

جو تو مانگتا ہے خدا تجھے دیتا ہے اور جو تو کہتا ہے وہ کرتا ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۴۰ جب سورۃ نجم نازل ہوئی اور حضور علیہ السلام نے حرم پاک میں اس سورۃ پاک کو قریش میں سنایا تو ابو لہب کے بیٹے عتبہ نے کہا۔ کَفَرْتُ بِرَبِّ النَّجْمِ کہ میں اس سورۃ پاک کے نازل کرنے والے رب کا انکار کرتا ہوں۔ اور حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کو جو اس وقت اس کے نکاح میں تھی طلاق دے دی۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْباً مِّنْ کِلَابِکَ ـــ اے اللہ اپنے کتوں میں سے اس پر کوئی کتا مسلط کر دے۔ نبی کریم علیہ السلام کی زبانِ پاک سے یہ الفاظ نکل گئے اور وقت گزرتا گیا۔ چند دنوں کے بعد عتبہ اپنے باپ ابُولہب کے ساتھ شام کے ملک میں تجارت کرنے کے لئے گیا۔ ایک جنگل میں پہنچے خیمے لگائے تو ابُولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ساری رات میرے بیٹے عتبہ کی حفاظت کرنا۔ ساتھیوں کے اس کی وجہ پوچھنے پر ابُولہب نے جواب دیا۔ "می ترسم کہ دعائے محمدؐ در وے رسد" کہ میں ڈرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے قبول ہونے کا وقت آ گیا ہے ابُولہب کے کہنے کے مطابق اس کے ساتھیوں نے عتبہ کے اردگرد بستر بچھائے اور اس کو درمیان میں سلا دیا۔ لیکن جب آدھی رات ہوئی تو ایک شیر جنگل سے نکلا اور ان کے خیموں میں آیا اور ہر ایک کے منہ کو سونگھتا اور چھوڑ دیتا کہ کملی والے کا دشمن یہ نہیں ہے لیکن جب شیر نے عتبہ کو سونگھا تو ہلاک کر دیا کہ میرے آقا کا دشمن اور بے ادب یہی ہے۔

وَلَمْ یَاْکُلْہُ لِنَجَاسَتِہٖ اور اس کی خباثت و نجاست کی وجہ سے کھایا نہیں اس لئے یہ بھی معلوم ہوا کہ کملی والے کے بے ادبوں۔ گستاخوں اور دشمنوں کو جنگل کے جانور بھی پہچانتے ہیں۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۵۵۷ ۔ ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۲۰۹

عَنْ ابْنِ عَبَّاس عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ
اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الِاسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَام اَوْ بِعُمَرِ
بْنُ الْخَطَّاب فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِراً ۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا کہ ایک دن حضور علیہ السّلام نے حضرتِ عمر رضی اللہُ تعالےٰ کے لئے دُعا فرمائی ۔ کہ اے اللہ ! اسلام کی عظمت بڑھانے کے لئے یا اَبُوجہل کو مُسلمان کر دے اور یا عُمر کو ۔ پس صُبح ہوئی تو حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حُضور علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام کی نعمت سے مالامال ہو کر خانہ کعبہ میں سب کے سامنے نماز ادا کی ۔ چوں کہ دونوں میں سے ایک کے لئے دُعا تھی اس لئے صرف حضرتِ عمرؓ ہی مسلمان ہوئے اور اگر کملی والا دونوں کے لئے دُعا فرما دیتا تو اَبُوجہل بھی آجاتا ۔ مطلب یہ کہ "او" کی بجائے اگر "و" ہوتی تو دونوں ہی مسلمان ہوتے کیوں کہ دُعا کا معنیٰ پھر یہ ہوتا کہ اے اللہ اَبُوجہل اور عُمر دونوں کو مسلمان کر دے ۔

اصل میں واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی عظمت اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بڑھتی ہوئی عزت و توقیر کو برداشت نہ کرتے ہوئے ابوجہل نے ایک دن اپنی تمام قوم کو اکٹھا کر کے اعلان کیا کہ جو محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرے گا اسے بہت سا انعام دیا جائے گا ۔ یہ اعلان سن کر حضرتِ عمر نے کملی والے کا قتل اپنے ذمّہ لیا ۔ اور تلوار میان سے نکالی ۔

اُدھر عُمرؓ کی تلوار نبیؐ کو قتل کرنے کے لئے میان سے نکلی ۔ اُدھر عمرؓ کو مُسلمان کرنے کے لیئے دُعا نبیؐ کی زبان سے نکلی ۔ حضرتِ عُمرؓ پورے جوش اور غصّے کے ساتھ

ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ابو نعیم ملے تو انہوں نے فرمایا کہ اے عمرؓ تمہاری آنکھوں میں خون ہے۔ اور ہاتھ میں ننگی تلوار۔ اس جوش اور غصہ میں کہاں جا رہے ہو۔ تو حضرتِ عمرؓ نے جواب دیا کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں اور اسلام کا نام ونشان مٹانے جا رہا ہوں۔

تو ابو نعیم نے جواب دیا۔ کہ :-

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور کہا کہ اے عمرؓ زمین و آسمان مِٹ سکتے ہیں اور دونوں جہان مِٹ سکتے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا نام قیامت تک نہیں مِٹ سکتا۔ اور پھر کہا کہ اے عمرؓ نبی کو قتل کرنے سے پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ کیوں کہ جس نبیؐ کو تم قتل کرنے اور جس اسلام کو تم مٹانے جا رہے ہو تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی اسی نبیؐ کے دامنِ رحمت وشفقت میں پناہ لے چکے ہیں اور اسی اسلام کے سایۂ امن وامان میں آ چکے ہیں ابو نعیم کی یہ بات سُن کر حضرتِ عمرؓ کے غصّے کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور جذبۂ انتقام اور بھی اُبھر آیا۔ نبیؐ کے دروازے کو چھوڑا اور اپنی بہن کے گھر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا بہن قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہی تھی۔ پوچھا کون ہے؟

میں عمرؓ ہوں۔ دروازہ کھولو۔ عمرؓ نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

بہن اپنے بھائی عمرؓ کی آواز سے سمجھ گئی کہ آج خیر نہیں۔ آج عشق آزمایا جائے گا اور محبت پرکھی جائے گی۔ قرآنِ پاک کو بند کیا اور دروازہ کھول دیا۔ حضرتِ عمرؓ جذبۂ انتقام میں اسی غصّے میں بھرے جوش اور ننگی تلوار کے ساتھ اندر آئے اور پُرجوش آواز میں کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم محمد کا کلمہ پڑھتے ہو اور مسلمان ہو چکے ہو۔ بہن نے پورے حوصلے کے ساتھ جواب دیا کہ ہم جھوٹ بول دیتے لیکن جب سے کملی والے

کا دامن پکڑا ہے تب سے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہے ہاں ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ کو آگ لگ گئی اور کہا۔ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا چھوڑ دو تو بہتر ورنہ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہن نے پھر پوری متانت سے جواب دیا کہ اے عمرؓ ہم ساری دنیا سے تعلق توڑ سکتے ہیں اور تمہارا رشتہ بھی چھوڑ سکتے ہیں لیکن اس کملی والے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جس کا تعلق قیامت کو بھی کام آئے گا۔ اس جواب نے حضرت عمرؓ کو اور بھی بھڑکا دیا اور پھر انہوں نے اپنی بہن کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اور اتنا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا تو حضرت عمرؓ نے اسی غصے میں کہا کہ اپنا دین تبدیل کر دو یا پھر پٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ تو بہن نے پھر اپنے ایمانی جذبے سے بقول رازی جواب دیا۔

جی بھر کے مجھ کو تختۂ مشقِ ستم بنا
تو میری کوئی فکر نہ کر میں نشے میں ہوں

بہن کا مایوس کن جواب سُن کر حضرت عمرؓ نے پھر پیٹنا شروع کر دیا اور پھر اس قدر پیٹا کہ اس کے جسم سے خون کے فوارے بہہ نکلے اور پھر بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو حضرت عمرؓ نے پھر گرجتے ہوئے کہا کہو کیا ارادہ ہے۔

تو بہن نے پھر بڑے حوصلے سے بقول حفیظ جالندھری جواب دیا۔

بہن بولی عمرؓ ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے
مگر ہم اپنے دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے
بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

بہن کا یہ عشق و محبت سے بھرا جواب سُن کر حضرت عمرؓ کانپ اُٹھے اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ کیوں کہ بہن کے عشق کا امتحان ہو چکا تھا۔ کملی والے کی زبان سے

نکلی ہوئی دعا قبول ہونے کا وقت آچکا تھا۔ اور فطرتِ الٰہی ان کو اپنی آغوشِ رحمت میں لینے کے لئے اپنا دامن پھیلا چکی تھی اس لئے حضرتِ عمرؓ نے تلوار پھینک دی اور کہا کہ اچھا وہ کتاب جو تم پڑھ رہی تھیں مجھے بھی سناؤ۔ تو بہن نے دردبھری آواز میں پورے سوزِ عشق کے ساتھ سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔ بس پھر کیا تھا عمرؓ کی تقدیر بدل چکی تھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ مجھے یہ کتاب دکھاؤ۔ تو بہن نے جواب دیا۔ کہ اے بھائی یہ خُدا کی کتابِ پاک ہے اور تمہارے ہاتھ پلید ہیں اس لئے تُم اسے چھُو نہیں سکتے۔

تو حضرتِ عمرؓ نے فرمایا کہ بہن مجھے معاف کردو اور میرے گلے میں رسّی ڈال کر مجھے اپنی نبیؐ کے پاس لے چلو۔ بہن نے حضرتِ عمرؓ کو ساتھ لیا اور درِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر حاضر ہوئے۔ اس وقت کملی والے آقا حضرتِ حمزہؓ کے گھر میں رونق افروز تھے اور حضرتِ حمزہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پہرہ دے رہے تھے۔ حضرتِ حمزہؓ نے دیکھا تو پکار اٹھے کہ اے عمرؓ اگر نیک ارادے سے آئے ہو تو بسم اللہ اور اگر تمہاری نیت میں کوئی فتور ہے تو پھر تمہارا سر ہوگا اور حمزہؓ کی تلوار۔ کملی والے نے سُنا تو پوچھا۔ حمزہؓ کون ہے؟

عرض کی آقا عمرؓ آیا ہے۔

تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ اسے آنے دو۔ اسے تو میں نے رات خُدا سے مانگ لیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ حضرتِ عمرؓ اندر گئے۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام کو دیکھا اور پھر کلمۂ شہادت پڑھا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ اور پھر کملی والے نے نگاہِ لُطف وکرم سے دیکھا تو خلیفۂ ثانی بنا دیا۔

تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۱۲۴۔ درۃ الناصحین صفحہ ۱۴۲۔

علّامہ اسمٰعیل حقی وعلّامہ عثمان بن حسن بن احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرتِ ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اِنَّ دُحْیَۃَ الْکَلْبِیْ کَانَ مَلِکًا کَافِرًا مِنَ الْعَرَبِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ اِسْلَامَہٗ

کہ دحیہ کلبی عرب کے کافروں میں سے بہت بڑا دولت مند شخص تھا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ایمان لانے کے بہت ہی خواہش مند تھے۔

کیونکہ اس کے زیرِ اثر اس کے خاندان کے سات سو افراد تھے۔ سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو تھی کہ اگر دحیہ کلبی مسلمان ہوگیا تو اس کے خاندان کے سات سو افراد بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوجائیں گے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْلَہٗ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اُرْزُقِ الْاِسْلَامَ دُحْیَۃَ کَلْبِیْ

اس بناء پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام لانے کے لئے دعا فرماتے۔ اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے۔ "اے اللہ دحیہ کلبی کو اسلام کی دولت عطا کر دے۔

آخر آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ اور ہوتی بھی کیوں نہ جب کہ ہمارا نبیؐ وہ رسولؐ ہے جس کی ہر دعا قبول ہے۔

فَلَمَّا اَرَادَ الْاِسْلَامَ اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَذَفْتُ نُوْرَ الْاِیْمَانِ فِیْ قَلْبِ دُحْیَۃِ الْکَلْبِیْ فَھُوَ یَدْخُلُ عَلَیْکَ اَلْآنَ

پھر جب دحیہ کلبی نے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ شہنشاہِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صبح کی نماز کے بعد وحی کی کہ — اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے دحیہ کلبی کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی پیدا کردی ہے اور وہ ابھی تمہاری خدمت میں حاضر ہونیوالا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلَ دِحْيَةُ الْكَلْبِیُّ الْمَسْجِدَ دَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِدَاءَہٗ عَنْ ظَھْرِہٖ وَبَسَطَ عَلَی الْاَرْضِ وَ اِشَارَا اِلٰی رِدَائِہٖ۔

پس جب دحیہ کلبی مسجد نبوی میں داخل ہوا تو سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی چادر مبارک کندھے سے اتار دی — زمین پر بچھا دی اور دحیہ کلبی کو اس پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

دحیہ کلبی نے صاحب خلق عظیم کا حسن اخلاق دیکھا — بکیٰ وَدَفَعَ رِدَاءَہٗ وَقَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی رَأْسِہٖ وَعَیْنَیْہِ — تو وہ رونے لگا۔ اور چادر مبارک کو اٹھا کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں پر لگائی اور اپنے سر پہ رکھ لی اور عرض کی۔

یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مجھ پر اسلام پیش کرو۔

فرمایا — لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اسلام کے مقدس دامن میں آجانے کے بعد وہ پھر رونے لگا —

رحمتِ دو عالمؐ نے پوچھا — اب کیوں روتے ہو؟

عرض کی —۔ اِنِّیْ اَرْتَکَبْتُ ذُنُوْبًا کَبَائِرَ — کہ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں۔ اللہ سے پوچھو ان گناہوں کا کفارا کیا ہے؟

اِنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْتُلَ نَفْسِیْ اَقْتُلُھَا — اگر مجھے حکم ہو تو میں اپنی جان دے دوں۔

تو میں ان گناہوں کے کفارا میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔

نبیؐ نے پوچھا — دحیہ کلبی تو نے کیا کیا گناہ کئے ہیں — (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

عرض کی — قَتَلْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ بَنَاتِیْ بِیَدِیْ — کہ میں اپنے ہاتھوں سے ستر (۷۰) لڑکیاں قتل کر چکا ہوں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہت حیران ہوئے۔

فَنَزَلَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنَّكَ لَمَّا قُلْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ غَفَرْتُ لَكَ كُفْرَكَ فِيْ سِتِّيْنَ سَنَةً ـــ

تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی ـــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دحیۃ کلبی کو کہدو کہ تیرے کلمہ پڑھنے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے ساتھ ہی میں نے اس کے ساٹھ سال کے کفر کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے۔

فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ

پس رسولِ اکرمؐ اور ان کے وفادار اصحابہ کرامؓ بھی رونے لگے ـــ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَفَرْتَ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ قَتْلَ سَبْعِيْنَ بَنَاتِهٖ بِشَهَادَةٍ مَرَّةً وَاحِدَةً فَكَيْفَ لَا تَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ صَغَائِرَهُمْ شَهَادَةً كَثِيْرَةً

کہ میرے غفور رحیم اللہ ـــ تونے دحیۃ کلبی کے کبیرہ گناہ ایک بار کلمہ کی گواہی پر بخش دیئے جو کہ ستر (۷۰) لڑکیوں کے قتل کرنے کی صورت میں تھے تو پھر میری امت کے صغیرہ گناہ تو کیوں نہ بخشے گا۔ حالانکہ یہ کثرت سے کلمہ طیبہ کی گواہی دیتی ہے۔

وہ رسول جس کی ہر دعا قبول

دحیہ کلبی عرب کا ایک حسین وجمیل اور بہت ہی خوبصورت نوجوان تھا ـــ

جب کبھی وہ باہر نکلتا تو عورتیں اسے دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آتیں تھیں اور پھر اس کے حسن وجمال کے باعث جبرئیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوتے رہے۔

مدارج النبوت جلد ۱ صفحہ ۴۳۸۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ یہودی گرفت لحیہ شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم چیزے کہ در لحیہ شریف افتاد۔

ایک یہودی نے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک صاف کی۔ کہ اس میں کوئی تنکا تھا اسے نکالا۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ جَمِّلْہُ ۔ اے اللہ اسے حُسن عطا فرمادے۔ اسے زینت عطا کردے۔ اس یہودی کے تمام بال سفید تھے۔ دُعا قبول ہوئی تو تمام بال سیاہ ہوگئے جو حسن و زینت میں اضافہ کا باعث ہیں۔

صفحہ ۴۳۹ یہودی دوشید ناقہ را برائے آنحضرتؐ ایک یہودی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اونٹنی کا دودھ دوہا۔

آپؐ نے دُعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ جَمِّلْہُ ۔ اے اللہ اسے بھی خوبصورتی عطا فرمادے۔ پس سیاہ گشت موہائے او۔ اس کے بال سفید تھے۔ دُعا قبول ہوئی تو اس کے تمام بال سیاہ ہوگئے۔ وزیست نود سال و پیر نہ شُد۔ اس کے بعد وہ نوے سال تک زندہ رہا لیکن بوڑھا نہیں ہوا۔ شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و ازینجا معلوم میشود کہ کافراں وبیگانگاں از خوانِ نعمت وبرکت وے محروم نبودند چہ جائے مومناں و آشنایاں۔

کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر اور بیگانے لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوانِ نعمت و برکت سے محروم نہ رہتے تھے تو مسلمانوں اور محبت کرنے والوں کا کیا اندازہ

سوال :- قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہے پارہ ۱۰ سورۃ توبہ آیت نمبر ۸۰

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ -

کہ اے میرے محبوب تُو ان کے حق میں بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو اُن کے حق میں ستر بار بھی بخشش مانگے تو بھی اللہ ہرگز اُن کو نہ بخشے گا اس لئے کہ وہ منکر ہوئے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کی بعض دُعائیں قبول نہیں ہوتی تھیں۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ نے عبداللہ ابنِ اُبّی کے لئے دُعا کرنے سے منع کر دیا۔

جواب :- خدا تعالیٰ کا اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کو اس منافق کے حق میں بخشش کی دُعا کرنے سے منع کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ کملی والے کی ہر دُعا قبول ہوتی تھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

کہ اے میرے محبوب ان منافقوں میں سے کوئی مر جاوے تو تُو نہ اس کا جنازہ پڑھانا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ کملی والے کو محض اس لئے منع کیا جا رہا ہے کہ اگر حضور علیہ السّلام دُعا کر دیتے تو خدا کو قبول کرنی پڑتی تھی مگر وہ

بخشش کے قابل نہ تھا۔ کیوں کہ وہ کملی والے کا گستاخ اور بے ادب تھا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب پاک کی رحمت کو دیکھنا چاہتا تھا کہ میرا محبوب جب دو جہانوں کے لئے رحمت ہے تو دیکھوں کہ آج اس منافق کے لئے اپنی رحمت کے موتی کیسے نچھاور کرتا ہے! چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے ستر(٧٠) دفعہ کے لئے فرمایا ہے مگر میں بہتر(٧٢) دفعہ کر دوں گا۔

اور پھر کملی والے نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی اس لئے کہ اگر میں نے پڑھا دی تو میرے خدا کو قبول کرنی پڑے گی اور ادھر وہ وعدہ کر چکا ہے کہ اگر تو ستر بار بھی بخشش مانگے تو میں نہیں بخشوں گا۔ تو لوگ اعتراض کریں گے کہ رب جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

اعتراض تو تب ہوتا کہ جب حضور علیہ السلام دعا کر دیتے اور خدا قبول نہ کرتا تو جب کملی والے نے دعا کی ہی نہیں تو قبول نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر میرا ایمان تو یہ کہتا ہے کہ اگر کملی والے آقا دعا کر دیتے تو پھر چاہے خدا نے کہہ بھی دیا تھا کہ میں نہیں بخشوں گا اپنے یار کے ہاتھوں اور لبِ مبارک کی لاج رکھتے ہوئے خدا کو قبول کرنی ہی پڑتی اس لئے کہ جس خدا نے پچاس نمازیں فرض کر کے یار کی خاطر پانچ کر دیں اس کے لئے یہ کون سی مشکل تھی اور جھوٹا ہونے کا الزام بھی نہ رہتا کیونکہ وعدہ تھا ستر(٧٠) کا اور کملی والے نے دعا کرنی تھی بہتر(٧٢) دفعہ الغرض اگر حضور علیہ السلام جنازہ پڑھا دیتے تو خدا ناراض ہو جاتا کہ میں نے منع بھی کر دیا تھا مگر پھر بھی پڑھا دیا اور اگر حضور علیہ السلام دعا کر دیتے اور خدا قبول نہ کرتا تو محبوب خدا ناراض ہوتا تھا کہ میری مانی نہیں۔

میں نے منع بھی کر دیا تھا مگر پھر بھی پڑھا دیا۔ اور اگر حضور علیہ السلام دعا کر دیتے اور خدا قبول نہ کرتا تو محبوب خدا ناراض ہوتا تھا کہ میری مانی نہیں۔

اصلی واقعہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جب میدان اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کے کفن کے لئے نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ آج جو

میرے چچا کو کفن پہنائے گا۔ میں اس کو اچھا بدلہ دوں گا چنانچہ رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی نے اپنی چادر دے دی۔

تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۸۳ میں ہے۔

اَنَّ الْعَبَّاسَ عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اُخِذَ اَسِیْرًا وَلَمْ یَجِدْ لَہٗ قَمِیْصًا وَکَانَ رَجُلًا طَوِیْلًا فَکَسَاہُ عَبْدُ اللّٰہِ قَمِیْصَہٗ۔

کہ میدانِ بدر کی جنگ میں جب حضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباسؓ جب قیدی بن کر حضور علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے تو اُن کے بدن پر قمیض نہیں تھی اور وہ قد کے لمبے تھے تو عبداللہ ابن اُبی کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا جو کہ صحیح معنوں میں پکا اور سچا مسلمان اور کملی والے آقا علیہ السلام کا غلام تھا نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اس کے کفن کے لئے اپنے بدنِ مبارک سے لگی ہوئی قمیض مبارک عطا فرمائیں اور میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں۔ کیونکہ اگر آپؐ نے جنازہ نہ پڑھایا تو پھر کوئی مسلمان میرے باپ کا جنازہ نہیں پڑھے گا۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنی قمیض مبارک بھی اُتار دی اور جنازہ پڑھنے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ تو حضرتِ عمرؓ نے نبیٔ کریم علیہ السلام کو اس منافق کا جنازہ پڑھنے سے روکا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا فَلَعَلَّ اَنْ یُّدْخَلَ بِہٖ اَلْفًا فِی الْاِسْلَامِ کہ مجھے اُمید ہے کہ میرے ایسا کرنے سے ایک ہزار لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رحمت و شفقت کو دیکھ کر ایک ہزار لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور پھر حضرتِ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔

فَاَخْبَرَہٗ بِاَنَّہٗ مَاتَ عَلٰی کُفْرِہٖ وَنِفَاقِہٖ وَامْتَنَعَ

مِنَ الصَّلٰوۃِ۔

اور خبر دی کہ یہ اپنے کفر اور نفاق پر مرا ہے اور اس کا جنازہ پڑھنے سے روکا اور پھر یہ آیت پاک نازل ہوئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ

کہ اے میرے محبوب پاکؐ ان منافقوں میں سے کوئی مر جائے تو آپ نہ تو اس کا جنازہ پڑھائیں اور نہ ہی اس کی قبر پہ کھڑے ہو کر اس کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبیؐ کریم علیہ السلام کا دامن پکڑ کر خداوند تعالیٰ کا یہ حکم سنایا۔

سوال :- کہ جب حضور علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ کافر ہے اور کفر کی حالت پر مرا ہے تو حضور علیہ السلام نے اپنی قمیص مبارک اس کے کفن کیلئے کیوں عطا کی ؟ اور اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے کیوں تیار ہو گئے ؟

جواب :- یہ کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ میرے ایسا کرنے سے ایک ہزار لوگ مسلمان ہوں گے اور ایسا ہی ہوا۔

دوم :- یہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاکؐ کو فرما دیا تھا کہ :-

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ — کہ اے میرے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے دروازے پر کوئی بھی آ جائے۔ مسلمان ہو یا کافر۔ اپنا ہو یا پرایا۔ یگانہ ہو یا بیگانہ۔ فاسق ہو یا منافق تو کسی کو اپنے دربارِ گہر بار سے خالی واپس نہ کرنا۔

اور چونکہ عبداللہ ابن اُبی کا لڑکا بھی اپنے باپ کے مرنے کے بعد ایک سوالی بن کر حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا اس لئے نبیؐ کریم علیہ السلام نے اس کو خالی واپس کرنا مناسب نہ سمجھا۔

سوم :- یہ کہ چونکہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی قمیص کے بدلے میں اچھا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ اس لئے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے آپؐ کی رحمت جوش میں آ گئی۔

چہارم :- یہ کہ چونکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے یہاں بھی اپنی شانِ رحمت کے اظہار کے لیئے ایسا کیا گیا۔

یہاں غور طلب بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے جدید مُلاّ کو اس آیت میں حضور علیہ السلام کی دُعا قبول نہ ہوتی تو نظر آ گئی لیکن اس کو نبی کریم علیہ السلام کا مختارِ کُل ہونا۔ عالم الغیب ہونا اور رحمۃ للعالمین ہونا نظر نہ آیا۔

سوال :- پارہ ۱۲۔ سُورۃ ھُود

فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ ـــ کہ حضرتِ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دُعا کی تو خدا تعالیٰ نے قبول نہ کی۔ اور حضرتِ نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی طوفان میں غرق ہو گیا۔

جواب :- پاکستان کا جدید ملاّ چونکہ انبیاء علیہ السلام کا بے ادب اور گستاخ ہے اس لئے اس کو ہر نبی میں (نعوذ باللہ) کوئی نہ کوئی عیب نظر آتا ہے ورنہ اگر اس کے دل میں شانِ رسالتؐ اور مقامِ نبوّت کا ذرّہ بھر بھی احترام ہو تو وہ اس آیت سے حضرتِ نوح علیہ السلام کی کبھی بھی توہین نہ کرتا۔

کیوں کہ اس آیت میں حضرتِ نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو بچانے کے لئے دُعا کرنے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی آپ نے یہ دُعا کی ہے کہ اے میرے مولا میرے بیٹے کو بچالے وہ تو صرف اپنے بیٹے

کے اپنی اہل ہونے کے متعلق دریافت کر رہے ہیں۔ جس کا جواب خداوند تعالےٰ نے ان کو ان الفاظ میں دیا کہ

اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ

کہ تیرا بیٹا تیری اہل نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ ورنہ اگر حضرتِ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی رہائی کے لیئے دُعا کرتے اور عرض کر دیتے کہ اے میرے خدا میرے بیٹے کو اس طوفان سے بچالے تو پھر کوئی وجہ ایسی نہ تھی کہ خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا قبول کرتے ہوئے اُسے بچا نہ لیتا۔ کیوں کہ جس نبی کی بد دُعا سے طوفان آیا اور ساری کی ساری قوم تباہ و برباد کر دی گئی اس نبی کی دعا بھلا کیوں قبول نہ ہوتی۔ مگر پاکستان کے جدید مُلّا کے تعقب۔ دشمنیٔ انبیاء اور گستاخیٔ رسولؐ پر افسوس ہے کہ حضرتِ نوح علیہ السلام کی بد دُعا کا تو قائل ہے مگر اس کی دُعا کو نہیں مانتا۔

سوال :۔ اگر نبی کریم علیہ السلام کو کوئی اختیار ہوتا اور اگر آپؐ کی دُعا قبول ہوتی تو اپنے چچا کو مسلمان کرتے۔

جواب :۔ نبیؐ کریم علیہ السلام کو تو رہنے دو۔ میں پاکستان کے جدید مُلّا سے پوچھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو تو اختیار تھا۔ اس نے شیطان سے کیوں نہ سجدہ کروالیا ؟ ـــــ حالانکہ وہ ابھی تک اکڑا ہوا ہے۔ تو جو جواب خُدا کی شان کے لئے وہی جواب مصطفےٰ علیہ السلام کے لئے اور پھر جب حضور علیہ السلام کا وصال پاک ہوا تو اس وقت ہزاروں کی تعداد میں مسلمان موجود تھے۔ مگر حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے جدید مُلّا کو وہ ہزاروں مسلمان تو نظر نہیں آئے صرف چاچے کی فکر ہے۔ حالانکہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے اپنے چاچے کے لئے کبھی بھی دُعا نہیں کی۔ اگر کی ہے تو بتایا جائے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان کا جدید مُلا تو صرف چاچے کی آڑ لے کر توہینِ مصطفےٰ علیہ السلام کر رہا ہے ورنہ وہ کملی والا آقا تو چودہ سو سال کے بعد آج بھی اور قیامت تک جو بھی مسلمان ہوگا وہ نبیٔ کریم ہی کی بدولت ہوگا کیوں کہ ایمان لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں نہیں بلکہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں ہے۔ اور کوئی آدمی جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے گا مسلمان نہیں ہوگا۔ چاہے وہ ہزار بار بھی لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درود پاک

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ جب کسی سے تعلق۔ نسبت۔ محبت اور عشق پیدا ہو جائے تو پھر فطرتی طور پر دل یہ تقاضا کرتا ہے کہ میں اپنے محبوب کو دیکھوں اور اسی حقیقت کی بناء پر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی کہ اے پردوں میں مجھ سے کلام کرنے والے ذرا بے حجاب ہو کر میرے سامنے آ کہ میں تجھے دیکھ لوں۔ اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر ایک خستہ جگر عاشقِ صادق یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے محبوب کو یاد کروں۔ اور میرا محبوب میری آواز کو سُنے اور اس نظریے کو مولانا عارفِ رومی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عارفانہ انداز میں بیان کیا ہے کہ کسی نے مجنوں کو ایک جنگل میں غم کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ ریت پر اپنی انگلیوں سے کچھ لکھ رہا ہے تو اس نے پوچھا۔

گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں
می نویسی نامہ بہر کیست ایں

کہ اے مجنوں یہ خط کس کو لکھ رہے ہو۔ ذرا ہوا چلی تو یہ مٹ جائے گا تو مجنوں نے جواب دیا۔

گفت مشق نام لیلےٰ میکنم
خاطرِ خود را تسلّی میدہم

کہ میں خط تو نہیں لکھ رہا بلکہ اپنی لیلےٰ کے نام کی مشق کرکے اپنے پریشان دل کو تسلّی دے رہا ہوں۔

اس لئے اپنے آقا و مولا۔ امام الانبیاء حضرتِ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہمارے درود پاک پڑھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمیں آقائے دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارتِ باسعادت تو نصیب نہیں ہو سکی لیکن اپنے محبوبِ حقیقی کو درُود پاک کے ذریعے سے یاد کرکے اپنے دلوں کو تسلّی دیتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کو یاد کرنا بھی بے قرار دلوں کے لئے قرار اور اُجڑی ہوئی رُوحوں کے لئے بہار ہے اور پھر ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضور علیہ السلام ہماری اس درد بھری اور پُر شوق آواز کو سنتے ہیں۔ اور درُود پاک پڑھنے والوں کو جانتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی۔

آج اس ضلالت و گمراہی کے زمانے اور معصیت و ظلمت کے دور میں ہر انسان اطمینانِ قلب اور تسکینِ رُوح کا متلاشی ہے اور وہ ان نعمتوں کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش بھی کرتا رہتا ہے تو خُدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے اس کا ذریعہ بتا دیا ہے کہ اطمینانِ قلب۔ تسکینِ روح اور سکونِ دل کوٹھیوں میں اور بنگلوں میں نہیں۔ باغ و بہار میں نہیں۔ سونے اور چاندی کے خزانوں میں نہیں۔ لعل و جواہرات کے ڈھیروں میں نہیں۔ اور تخت و تاج میں نہیں ہے۔ بلکہ فرمایا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

کہ اگر ہے۔ تو اللہ کے ذکر میں ہے۔

تو اگر ذکرِ خدا باعثِ اطمینانِ قلب ہے تو پھر ذکرِ مصطفےٰ علیہ السلام وجہِ سکونِ دل اور باعثِ راحتِ قلب کیوں نہیں ؟ جب کہ خداوند تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے۔

"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"

کہ اے میرے محبوبِ پاک ہم نے تیرے ذکر کو بہت ہی بلند کر دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کوئی وقت۔ کوئی گھڑی۔ اور کوئی ساعت ایسی نہیں ہے کہ جس میں ہر مکان اور ہر زبان میں ہر مسلمان اپنے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے موتی نچھاور نہ کرتا ہو۔

فعلِ شرعی کی جتنی قسمیں ہیں مثلاً فرض ۔ واجب ۔ سنت اور مستحب وہ سب کی سب درود پاک میں موجود ہیں ۔ یعنی درود شریف فرض بھی ہے اور سنت بھی واجب بھی ہے اور مستحب بھی۔

درود شریف فرض ہے لیکن نماز کی طرح نہیں۔ بلکہ حج کی طرح کہ عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسمِ گرامی لے یا سنے تو درود پاک پڑھنا واجب ہے یہاں تک کہ اگر قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے سجدہ کی آیت اگر ہزار دفعہ بھی پڑھ جائے تو بعد میں ایک ہی سجدہ کرنے سے حکمِ خداوندی کی تعمیل ہو جائے گی۔

بخلاف حضور علیہ السلام کے نام کے کہ جتنی بار کملی والے کا نام پاک لیا جاوے گا اتنی ہی دفعہ درودِ پاک پڑھنا واجب ہے ۔ اور نماز میں سنت اور حضور علیہ السلام کی کسی پسندیدہ اور محبوب چیز کو دیکھ کر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

جیسا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا :-

نزہت المجالس جلد دوئم۔ صفحہ ۱۱۰

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَمَّ الْوَرْدَ الْاَحْمَرَ وَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ فَقَدْ جَفَانِیْ .

کہ جس نے گلاب کے سرخ پھول کو سونگھا اور مجھ پر درودِ پاک نہ پڑھا۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

فضائلِ دُرود پاک

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود شریف پڑھتے ہیں۔ نبیٔ کریم علیہ السلام پر۔ اے ایمان والو تم بھی میرے محبوب پاک پر درود و سلام کے موتی نچھاور کیا کرو۔

زمین و آسمان کی۔ مکان و لامکان کی۔ اس جہان کی۔ اس جہان کی۔ فرش کی۔ عرش کی۔ انسان و حیوان، حور و غلمان۔ فرشتے و رضوان۔ جن و بشر۔ شجر و حجر۔ شمس و قمر غرضیکہ کائنات کی ہر چیز خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے محبوب پاک پر درود شریف پڑھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ درود پاک افضل العبادات ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۴۷۔ حضرت سہیل بن عبد اللہ قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ:-

اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی
تَوَلَّاھَا ھُوَ وَمَلٰئِکَتُہٗ ثُمَّ اَمَرَ بِھَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ
سَائِرُ الْعِبَادَاتِ لَیْسَ کَذٰلِکَ (یعنی)
اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَرَ بِسَائِرِ الْعِبَادَاتِ وَلَمْ یَفْعَلْہُ بِنَفْسِہٖ

کہ حضور علیہ السلام پہ درود شریف پڑھنا تمام عبادات سے افضل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود بھی پڑھتا ہے اور فرشتے بھی اور پھر تمام ایمان والوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ دوسرے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے تمام عبادات کا حکم دیا ہے مگر خود نہیں کرتا مثلاً اس نے نماز فرض کی ہے مگر خود نہیں پڑھتا۔ اس نے روزہ فرض کیا ہے مگر خود نہیں رکھتا اس نے حج فرض کیا ہے مگر خود نہیں کرتا۔ اس نے زکواۃ فرض کی ہے مگر خود نہیں دیتا۔ بخلاف درود شریف کے کہ اسے فرض بھی کیا ہے اور خود بھی پڑھتا ہے۔

ترمذی شریف جلد اوّل صفحہ ۶۴

عَنْ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعِدُ مِنْہُ شَیْئٌ حَتّٰی تُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اور جہاں تک اس دعا کے پہلے یا پیچھے درود شریف نہ پڑھا جاوے وہ دعا بارگاہِ ایزدی میں نہیں جاتی۔ مشکواۃ شریف صفحہ ۸۷

ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۱۸۶۔ مشکوات شریف صفحہ ۸۶ عَنْ فَضَالَتَہٖ بِنْ عُبَیْدٍ ـــ حضرت فضالتہ ابن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام مسجدِ نبویؐ میں جلوہ افروز تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھ کر دعا کی کہ اے اللہ مجھ پہ رحم فرما اور مجھے بخش دے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ۔

تو حضور علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ اے نماز پڑھنے والے تو نے

دُعا مانگنے میں بہت جلدی کی ہے ۔ تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کیا کرنا چاہیے تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء کر کے وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ اَدْعُہ اور مجھ پر درود شریف پڑھ کر پھر دُعا کرنی چاہیئے ۔ تو حضور فضار فرماتے ہیں کہ اسی وقت ایک اور آدمی آیا اور اس نے ایسا ہی کیا تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا اُدْعُ تُجَبْ کہ اب دُعا قبول ہوگی ۔

ترمذی شریف جلد اوّل صفحہ ۷۶ ۔ مشکوات شریف صفحہ ۸۷

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ ابوبکر رضؓ اور حضرتِ عمر رضؓ بھی وہاں تھے نماز کے بعد میں بیٹھ گیا اور میں نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی ۔

ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَہ

اور پھر میں نے نبیٔ کریم علیہ السلام پر درود شریف پڑھا اور پھر اپنے لئے دُعا کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تو جو مانگے گا تجھے ملے گا یعنی دُعا قبول ہوگی ۔

مشکوات شریف صفحہ ۸۶

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیّٰاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ ؁

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ — فرمایا نبی کریم علیہ السلام نے کہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے خدا اس پر دس دفعہ پڑھتا ہے یعنی

اس پہ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے درجے بلند کر دیتا ہے۔

مشکوات شریف صفحہ ۸۷

عَنْ عَبْدُ اللّٰہ اِبْنِ عَمْرو قَالَ مَنْ صَلّیٰ عَلیٰ النَّبِی صَلّیٰ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّمْ صَلّیٰ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلٰئِکَتَہُ سَبْعِیْنَ الصَّلوٰۃ۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو ایک بار حضور علیہ السلام پہ درود شریف پڑھتا ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ستر (۷۰) دفعہ اس پہ درود شریف پڑھتے ہیں یعنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۴۷ — حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا کہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ تو اسے بہت ہی رنج ہوا مگر چند دنوں کے بعد اس نے پھر خواب میں اپنے لڑکے کو دیکھا فِی النُّوْرِ وَالرَّحْمَتہِ کہ اس کی قبر نور سے بھری پڑی ہے اور وہ خدا کی رحمت میں ہے تو ماں نے اس کا سبب پوچھا تو لڑکے نے جواب دیا۔

مَرَّ رَجُلٌ بِالْمَقْبَرَۃِ فَصَلّیٰ عَلیٰ النَّبِی وَاَھْدٰی ثَوَابَھَا لِلْاَمْوَاتِ۔

کہ ایک آدمی اس قبرستان سے گزرا اور اس نے نبی کریم علیہ السلام پہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دیا پس اس درود شریف کے سبب خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔

ترمذی شریف جلد اوّل صفحہ ۶۴ مشکوات شریف صفحہ ۸۹

عَنْ عَبْدُ اللّٰہ ابْنِ مَسْعُوْد قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَوْلیٰ النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ فرمایا نبی کریم علیہ السلام نے کہ قیامت کے دن میرے قریب یا میرا ساتھی وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۴ ۔۔۔ قیامت کے دن ایک بندے کا نیکیوں والا پلڑا ہلکا ہوگا۔ اور بدیوں والا بھاری۔ کملی والے آقا بھی وہیں جلوہ افروز ہوں گے تو حضور علیہ السلام کاغذ کا ایک ٹکڑا اس کی نیکیوں والے پلڑے میں ڈالینگے تو وہ پلڑا بھاری ہو جاوے گا۔ وہ گنہگار بندہ عرض کرے گا۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا اَحْسَنَکَ وَجْھَکَ وَاَحْسَنَ خُلُقَکَ مَنْ اَنْتَ ۔ فَیَقُوْلُ اَنَا نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ السَّلَام وَھٰذِہٖ صَلٰوتُکَ الَّتِیْ تَصَلِّیْ عَلَیَّ

کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے اور آپ کا خُلق کتنا بلند ہے۔ آپ کون ہیں میری اس مشکل میں کام آنے والے؟

تو حضور علیہ السلام فرما دیں گے کہ میں تیرا نبی ہوں اور میرا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ تیرا درود پاک ہے جو تو نے فلاں وقت مجھ پر پڑھا تھا۔ اور آج میں نے تیری حاجت پوری کر دی۔

جلاء الافہام حدیث ۱۰۱ ۔۔۔ عَنْ عمرو ابْنُ الْعَاص قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ کُنْتُ شَفِیْعَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

حضرت عمرابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — کہ فرمایا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے، جس نے مجھ پر درُود شریف پڑھا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا۔

مثنوی شریف :- حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شہد کی مکھی کو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کئی قسم کے پھولوں کا رس چوستی ہو مگر اس میں مٹھاس کیسے پیدا ہوتی ہے تو اس شہد کی مکھی نے جواب دیا۔

گفت چوں خوانیم بر احمدؐ درُود
می شود شیریں و تلخی را رُبود

کہ جب ہمارا چھتہ تیار ہو جاتا ہے تو پھر ہم مل کر آپ پر درود شریف پڑھتی ہیں تو مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے۔

درُود شریف کی اس سے زیادہ اور کیا شان ہو سکتی ہے کہ نماز میں اگر کوئی مسلمان قیام ورکوع۔ سجدہ وسلام بھی کرے اور اگر ایک ایک رکعت میں سارا قرآنِ پاک بھی پڑھے مگر جب تک التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ نہ کہے گا نماز ہی نہیں ہو گی۔

حضرت شیخ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اشعت اللمعات کی جلد اوّل صفحہ ۲۰۱ میں مشکوات شریف کی شرح کرتے ہوئے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ — پس آنحضرت در ذاتِ مصلیاں موجودہ حاضر است پس مصلیاں را باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ شد کہ حضور علیہ السلام نمازیوں کے لئے موجود و حاضر ہوتے ہیں۔ نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمع احوال و اوقات خصوصاً در حالتِ عبادات اور

کملی والے آقا مومنوں کے لئے باعثِ راحتِ جان و دل ہیں۔ اور عبادت گزاروں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک تمام حالات میں اور اوقات میں خصوصاً عبادت کی حالت میں۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۴۷ ــ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قدم قدم پر دُرود شریف پڑھتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہاں تو تسبیح و تحلیل کرنی چاہیئے مگر تو درود شریف پڑھتا ہے تو اس نے کہا کہ ایک سال میں اور میرا باپ حج کو جا رہے تھے کہ ایک جنگل میں میرا باپ مر گیا۔ اور اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار بانقاب آیا۔

فَكَشَفَ الْاَزَارَ عَنْ وَجْهِهٖ وَمَسَحَ عَلٰى وَجْهِهٖ فَصَارَ اَشَدَّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنْ

پس اس نے میرے باپ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور اپنا دستِ مبارک میرے باپ کے چہرے پر پھیرا تو میرے باپ کا چہرہ دُودھ کی مانند سفید ہو گیا۔ وہ سوار جانے لگا تو میں نے پوچھا کہ آپ اس جنگل میں ایسی مشکل میں میری مدد کرنے والے ہیں۔

فَقَالَ اَوَمَا تَعْرِفُنِىْ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَىَّ وَاَنَا غِيَاثٌ لِمَنْ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ فِىْ دَارِ الدُّنْيَا۔

تو اس نے کہا کہ کیا تو مجھے پہچانتا نہیں ہے میں اللہ کا رسُول ہوں اور میرا نام محمد علیہ السّلام ہے۔ تیرا باپ مجھ پر کثرت سے دُرُود شریف پڑھا کرتا تھا اور جو مجھ پر کثرت سے دُرُود شریف پڑھے میں اس دنیا میں اس کے لئے مدد گار ہوں۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۴ ۔ حضرت شیخ ابوموسیٰ ضریر رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بہت سے لوگ کشتی میں سوار تھے کہ دریا میں طوفان آگیا۔ لوگ بہت پریشان ہوئے اور رونے لگے "ناگاہ چشم من درخواب شد و حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم را دیدم کہ بکشتی در آمد و گفت یا ابا موسیٰ ضریر اہل کشتی را بگو تا ہزار بار صلوات فرستند بیدار شدم و قصہ با یاراں گفتم و آں کلمات بر زبان من جاری بود ۔۔۔ کہ اچانک مجھے نیند آ گئی اور میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کشتی میں تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ کشتی والوں سے کہو کہ ایک ہزار بار مجھ پر درود شریف پڑھیں میں بیدار ہوا اور دوستوں سے سارا قصہ بیان کیا اور تمام کی زبان پر درود شریف تھا لیکن ابھی ہم نے تین سو بار ہی پڑھا تھا کہ کشتی بسلامت بگذشت کہ کشتی صحیح سلامت کنارے پر لگ گئی ۔

مشکوات شریف صفحہ ۸۷ ۔۔۔ "عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔۔۔ فرمایا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بخیل وہ ہے کہ جس کے پاس میرا نام لیا جاوے تو وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے ۔

جلاء الافہام حدیث ۱۰۸ ۔۔۔ ابن قیم عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلٰئِکَۃُ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ ۔۔۔"

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔۔۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ کیوں کہ یہ قیامت کا دن ہے اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں پس جب بھی اور جہاں بھی کوئی بندہ مجھ پر درود

شریف پڑھتا ہے۔ تو اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے پاکستان کا جدید مُلّا کہتا ہے کہ دُرود شریف پڑھو لیکن یارسول اللہ نہ کہو کیوں کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے حالانکہ اہلِ سنّت والجماعت تو الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ کا ورد کر کے سُنّتِ خداوندی پر عمل کرتے ہیں کیوں کہ ہر نبی کو یا کہہ کر پکارنا سُنّتِ الٰہیہ ہے۔ مثلاً خداوند تعالیٰ نے حضرتِ آدمؑ کو آواز دی تو فرمایا یا آدمُ۔ حضرت ذکریا علیہ السّلام کو آواز دی تو فرمایا— یا ذکریا اِنّا نُبَشِّرُکَ بِغُلام — حضرت یحییٰ علیہ السّلام کو پکارا تو فرمایا— یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ — حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلایا تو فرمایا وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یا موسیٰ — حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو آواز دی تو فرمایا— یا اَیُّھَا النّبیُّ — قرآن پاک کے ان دلائل کے بعد بھی یہ کتنی بڑی حماقت۔ جہالت اور علمی بد دیانتی ہے کہ جو لوگ سُنّتِ الٰہیہ پر عمل کرتے ہیں اور یارسول اللہ علیہ السّلام کا ایمان افروز نعرہ لگاتے ہیں ان کو کافر و مشرک کہا جاتا ہے اور پھر قرآن پاک ہی سے ثابت ہے کہ سُنّتِ الٰہیہ قیامت تک بدل نہیں سکتی۔

پارہ ۲۲۔ سورۃ فاطر۔ آیت ۴۳

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلَہ

پس اے میرے محبوب تو اللہ کی سُنّت کو قیامت تک تبدیل ہوتا نہ پاوے گا— ارشادِ خداوندی کے باوجود بھی اگرچہ کچھ بدعقیدہ لوگ اس سُنّتِ الٰہیہ کو مٹانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں مگر یہ مٹ نہیں سکے گی۔ کیوں کہ علمائے حق اہلِ سنّت وجماعت مُلک کے گوشے گوشے میں عوام کو اس سُنّتِ الٰہیہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین اپنی تقریروں اور تحریروں میں کرتے رہتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ دوسرے انبیاء علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ نے اُن کا ذاتی نام لے کر بلایا۔ مگر کملی والے آقا کا صفاتی نام لے کر آواز دی یا اَیُّھَا النّبیُّ — مندرجہ بالا حقائق کے بعد اب پاکستان

کے جدید مُلّا سے پُوچھا جائے کہ اگر تمہارا کوئی امام نماز میں ان آیات میں سے کہ جن میں خُدا کے ساتھ کسی نبی کو پکارا گیا ہے ۔ کوئی آیت مثلاً یاموسیٰ ۔ یا یحییٰ اور یا زکریا پڑھ دے تو کیا تمہاری نماز ہو جائے گی ؟ تو وہ ضرور کہے گا کہ ہاں ۔ تو پھر اس سے کہا جائے گا ۔ کہ تمہارے عقیدے کے مطابق تو غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اس لئے نماز کا ہونا تو در کنار تمہارا تو امام بھی مشرک ہو گیا اور مشرک کے پیچھے نماز کب ہوتی ہے ۔ مطلب یہ کہ یا تو اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ کسی نبی کو یا کہہ کر پکارنا درست ہے ! اور پھر نماز کے نہ ہونے کا فتویٰ دیں ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسی صورت میں نماز ہو جاتی ہے اور یقیناً ہو جاتی ہے تو پھر وہ عمل جو نماز کے اندر جائز ہے نماز کے باہر کیوں نہیں ۔ مگر قربان جاؤں خدا تعالیٰ کی شانِ ایزدی پر کہ یا رسول ؐ پر فتویٰ لگانے والوں سے بھی میرے مولا نے نماز میں کہلوا لیا کہ جب تک نماز میں تم اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ نہ پڑھو گے تمہاری نماز ہی نہیں ہو گی ۔

پاکستان کے جدید مُلّا کی چالاکی تو دیکھو کہ فتویٰ بھی لگائے جا رہا ہے اور نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ بھی پڑھتا ہے ۔ اگر کوئی اَیُّهَا النَّبِیُّ پر بحث کرے تو اسے کہا جاوے کہ چلو اَیُّهَا النَّبِیُّ کو چھوڑو مگر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ میں (ک) تو مخاطب حاضر کے لئے ہے ۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنے امام الانبیاء نبیؐ کو غیر اللہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو رسول ؐ اللہ ہے اور جو رسول ؐ اللہ ہے وہ غیر اللہ نہیں ۔ اور جو غیر اللہ ہے وہ رسول ؐ اللہ نہیں اور جسے یہ بدعقیدہ لوگ غیر اللہ کہتے ہیں وہ تو حبیب اللہ ہے اور اگر یہ غیر اللہ ہے تو پھر ان سے پُوچھا جائے کہ حبیب اللہ کون ہے اور جو غیر اللہ ہے اس کی اطاعت کرنی کفر و شرک مگر جو حبیب اللہ ہے اس کی اطاعت فرض و واجب ۔

پارہ ۵۔ سورۃ النساء۔ آیت ۸۰

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"۔۔۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اور

پارہ ۲۶۔ سورۃ محمد۔ آیت ۲۳

"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ"

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

درودِ پاک اور

نبیؐ کی قوّتِ سماعت

عوام کو گمراہ کرنے کے لئے پاکستان کا جدید مُلّا یہ بھی کہتا ہے کہ درود شریف اگر پڑھا جاوے تو حضور علیہ السلام خود نہیں سنتے بلکہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ کملی والے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

نزہت المجالس۔ جلد۲۔ صفحہ ۱۱۰ ــــ "اَکْثِرُوا مِنَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَتِہٖ فَاِنِّیْ اَسْمَعُ صَلَاتِیْ مِمَّنْ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ"

کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ کیوں کہ مجھ پر جو بھی درود شریف پڑھتا ہے۔ میں اس کے درود کو خود سنتا ہوں۔

اپنی آواز کو کسی دوسرے تک پہنچانا یا تو متکلّم کی قوّتِ گویائی پر موقوف ہوتا ہے اور یا سامع کی قوّتِ سماعت پر لہذا اگر دنیا کے کسی بھی حصّے سے، حضور علیہ السلام پر کوئی بھی درود شریف پڑھے گا تو دربارِ رسالت میں سُنا جائے گا۔ کیوں کہ پڑھنے والے کی قوّتِ گویائی اگرچہ کمزور ہے مگر کملی والے کی قوّتِ سماعت تو کمزور نہیں بلکہ اس کی قوّتِ سماعت کا مقام تو یہ ہے۔

مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۲۷۱۔ مشکوٰت شریف صفحہ ۱۸۵

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ قَاعِدًا عِنْدَ النَّبِیُّ سَمِعَ نَقِیْضًا مِّنْ فَوْقِہٖ فَرَفَعَ رَاسَہٗ فَقَالَ ھٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ

اَلْیَوْمَ لَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْم ۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ عین اس وقت جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے تو حضور علیہ السلام نے اوپر سے ایک کھڑکی کھلنے کی آواز سنی تو اپنا سرِ مبارک اوپر اٹھایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے کملی والے آقا آج آسمان کا وہ دروازہ کھولا گیا ہے جو کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اب اگر وہ پہلے آسمان کا دروازہ تھا تو بھی پانچ سو سال کی مسافت بنتی ہے اور اگر وہ ساتویں آسمان کا تھا تو پھر تین ہزار پانچ سو برس کا فاصلہ بنتا ہے۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۵۷ ـــــ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ ۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں وہ تم نہیں سنتے، میں آسمان کے چرچڑانے کی آواز سن رہا ہوں۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ ۔ مشکوات شریف صفحہ ۱۱۶ ـــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ بلال رضؓ سے فرمایا۔

فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دُفَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ الْجَنَّۃِ

کہ اے بلال رضؓ تو نے کون سا عمل کیا ہے کہ جس کی بدولت معراج کی رات کو میں نے تیری جوتیوں کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی۔

خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۵۳ ۔ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۰۸

حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میری ملاقات حضور علیہ السلام

سے ہوئی اور میں دیر تک کملی والے کو دیکھتا رہا۔ اور آنکھ نہ جھپکی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یَا عَمّ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَتِهٖ ـــ کہ اے چچا دیکھتے کیا ہو اگر کوئی بات پوچھنی ہے تو پوچھو۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام۔ دل تو چاہتا ہے کہ ایک بات پوچھوں مگر پھر خیال آتا ہے کہ وہ بات آج سے چالیس سال پہلے کی ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو۔ کہ نہ۔ تو کملی والے نے مسکرا کر فرمایا چچا اگر چالیس سال کی بات مجھے نہیں بھولی تو میں تو نبی ہوں۔

حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کی کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آپ کی عمر شریف صرف چالیس دن کی تھی۔ اور آپ پنگھوڑے میں کھیل رہے تھے مگر رَاَيْتُكَ تُخَاطِبُ الْقَمَرَ ـــ میں نے دیکھا کہ آپ چاند سے گفتگو فرما رہے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے پنگھوڑے میں باندھ دیا تھا مجھے تکلیف ہوئی اور میں نے ارادہ کیا کہ روؤں تو چاند نے منع کیا کہ کملی والے آقا رونا نہ کیوں کہ اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو زمین پر قیامت تک سبزی پیدا نہیں ہوگی۔ اور پھر میں اُمت کی شفقت کے لئے نہ رویا۔

حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں جانے لگا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے چچا یہ تو نے کیا پوچھا۔ آ تجھے ایک اور بات بتاؤں ـــ

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ كُنْتُ اَسْمَعُ صَرِیْرَ الْقَلَمِ عَلَى اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا فِیْ ظُلُمَتِهِ الْاَحْشَاءِ وَكُنْتُ اَسْمَعُ سُجُوْدَ الْقَمَرِ اَمَامَ الْعَرْشِ وَاَنَا فِیْ ظُلُمَتِهِ الْاَحْشَاءِ

کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے لوحِ محفوظ پر تقدیر کی قلم چلائی تو میں اس قلم کی آواز اپنی ماں کے پیٹ میں سن رہا تھا اور جب فرشتے اور چاند عرشِ عظیم کے آگے خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے تو میں اُن کی

تسبیح کی آواز بھی اپنی ماں کے پیٹ میں سنتا تھا۔

توہمارا نبیؐ جو پانچ سو سال کے فاصلے سے آسمان کے چرچرانے کی آواز سن سکتا ہے اور ساتویں آسمان سے ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت سے آسمان کی کھڑکی کھلنے کی آواز سن سکتا ہے اور جو لاکھوں میل کی دوری سے حضرت بلال رضؓ کی جوتیوں کی آواز جنّت میں سن سکتا ہے اور کروڑوں میل کی مسافت سے لوحِ محفوظ سے تقدیرِ الٰہی کی قلم کی آواز اپنی ماں کے پیٹ میں سن سکتا ہے وہ نبیؐ پیدا ہونے کے بعد اپنی امّت کا محبت بھرا درود وسلام بھی سُن لیتا ہے۔

درود پاک اور

حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور پھر پاکستان کا جدید مُلّا سادہ دل مسلمانوں کی کشتِ ایمان کو برباد کرنے اور متاعِ دین کو لوٹنے کے لیے یہ بھی کہتا ہے کہ چلو مان لیا کہ حضور علیہ السلام ہمارا درود شریف سنتے تھے مگر یہ آپؐ کی زندگی میں تھا اور اب جب کہ نعوذ باللہ وہ مَر کے مٹی میں مل چکے ہیں تو پھر سننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر میں اپنے کملی والے آقا کے قدموں کی خاک کے قربان جاؤں۔ چونکہ آپؐ کو علم تھا کہ میرے بعد ایسے بدعقیدہ لوگ پیدا ہوں گے جو میری شان میں گستاخیاں کرتے ہوئے میری حیات کے بھی منکر ہوں گے۔ اس لئے پہلے ہی فرما دیا۔

مشکوٰت شریف جلد اوّل صفحہ ۱۲۱۔ ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۱۱۹ عَنْ اَبِیْ دَرْدَاء۔ حضرتِ ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔ تو میں نے عرض کی اے کملی والے آقا آپؐ کے وصال کے بعد بھی۔ تو نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ فَیُرْزَقُ

کہ ہاں میرے وصال کے بعد بھی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کے جسمِ پاک کو زمین پر کھانا حرام کر دیا ہے۔ اور اللہ کا ہر نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ

رہتا ہے اور رزق کھاتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۵ حضرت سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جب یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا جس کو ایام الحرہ کہتے ہیں تو تین دن تک مسجدِ نبویؐ میں نہ اذان ہوئی اور نہ ہی جماعت اور حضرت سعید بن مسیّب حضور علیہ السلام کے روضۂ اقدس میں چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اور وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا۔ امام الانبیاءؑ علیہ السلام کے روضۂ پاک سے اذان کی آواز آتی تھی۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ نمبر ۴۶۵ — حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ جب حضور علیہ السلام کے روضۂ انور پر پہنچا اور صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ بِالْبَابِ فَاِذَا الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ وَهَاتِفٌ يَهْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ اَدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ۔

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا یارِ غار آپ کے دروازے پر آگیا ہے تو روضۂ اقدس کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور روضۂ پاک سے آواز آئی کہ میرے یار کو یار کے پاس جلدی لے آؤ۔ حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی شان تو دیکھو کہ زندگی میں یارِ غار تھے اور وصال کے بعد صاحبِ مزار۔

تفسیر مدارک اور خزائن العرفان میں ہے کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد روضۂ اقدس پر حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گنہگار ہوں۔ بدکار ہوں اور سیہ کار ہوں اور خدا نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ تیرے پاس آئیں

اس لئے اے کملی والے آقا میں تیرے دروازے پر آ گیا ہوں تو روضۂ پاک سے آواز آئی فَنُوْدِیَ مِنْ قَبْرِہٖ لَقَدْ غُفِرَ لَکَ — کہ تجھے بخش دیا گیا ہے اور کوئی گمراہ اور بدعقیدہ انسان کبھی خدائے پاک یا رسول اللہ اور کبھی حیات النبی علیہ السلام پر اعتراض کے بہانے کملی والے پر درود شریف نہیں پڑھتا تو یہ اس کا قصور نہیں ہے کیوں کہ اسے تو پڑھنے کا حکم ہی نہیں ہے۔ مثلاً جس طرح یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ — کہ روزہ رکھنے کا حکم صرف ایمان والوں کو ہی دیا گیا ہے اور روزہ صرف ایمان والوں پر ہی فرض کیا گیا ہے۔ اسی طرح یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا — میں بھی سکھوں اور عیسائیوں کو نہیں۔ پنڈتوں اور ہندوؤں کو نہیں بلکہ درود شریف صرف ایمان والوں پر ہی فرض کیا گیا ہے اور انہیں کو ہی پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسانی درود کے محتاج نہیں ہیں۔ اور نہ ہی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کو انسانوں کا محتاج رکھا ہے بلکہ اگر دنیا میں انسان نہ بھی ہوتے تو بھی کملی والے پر درود پاک کے موتی نچھاور ہوتے ہی رہتے کیوں کہ خدا تعالیٰ نے اس درود میں اپنے ساتھ فرشتوں کو بھی ملا لیا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ بھی اور اس کے فرشتے بھی قیامت تک نبی کریم علیہ السلام پر درود پاک پڑھتے رہیں گے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۶ — حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور حضور علیہ السلام کی باتیں ہونے لگیں۔

فَقَالَ کَعْبٌ مَا مِنْ یَوْمٍ یَطْلَعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ حَتّٰی یَحُفُّوْا الْقَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

تو حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا طلوع نہیں ہوتا جس میں کہ ستر ہزار فرشتے آسمانوں سے نازل ہو کر امام الانبیاء علیہ السلام کے روضۂ اقدس کو گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اپنے نورانی پروں کو کملی والے کے روضۂ انور پر ملتے ہیں۔ وَیُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

اور حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھتے ہیں اور ایسا قیامت تک ہوتا رہے گا اور جو جماعت ایک بار آجاتی ہے پھر قیامت تک اس کی باری نہیں آئے گی۔ تاکہ کوئی فرشتہ کملی والے کے روضۂ اقدس کی زیارت سے محروم نہ رہ جائے۔ تو جس نبیؐ پر خدا اس کے تمام فرشتے اور سارے ایمان والے ہر وقت ہر گھڑی اور ہر ساعت۔ ہر مکان و زبان میں درودِ پاک پڑھتے ہیں اس نبیؐ پر اگر ایک پاکستان کا جدید مُلّا نہ پڑھے گا تو کملی والے کی شانِ پاک میں کون سا فرق آجائے گا۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۸۶ — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ میری رُوحِ مبارک کو لوٹا دیتا ہے اور پھر میں اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

گزشتہ صفحات میں حضرت شیخ موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا جا چکا ہے آپ نے اور آپ کے کشتی والے ساتھیوں نے اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے اور کنارے پر لگانے کے لئے نبی کریم علیہ السلام کے حکمِ مبارک سے جو درودِ پاک پڑھا اس کا کچھ مقدس حصہ قارئینِ کرام کے حصولِ برکت کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

تفسیر رُوح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۴ - ۱۵۵

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفِیَّ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَجِیَّ اللّٰہِ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنِ اخْتَارَہُ اللّٰہُ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ زَیَّنَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ شَرَّفَہُمُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ عَظَّمَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْاَوَّلِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْاٰخِرِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْاُمَّۃِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَظِیْمَ الْہِمَّۃِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَامِلَ لِوَاءِ الْحَمْدِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَاقِیَ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَشِیْرُ وَیَا نَذِیْرُ وَیَا سِرَاجُ الْمُنِیْرُ وَیَا مُخْتَار

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ الثَّقَلَیْنِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ مَنْ فِی الْکَوْنَیْنِ وَشَفِیْعَ مَنْ فِی الدَّارَیْنِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الْقِبْلَتَیْنِ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نُوْرَ الْمَشْرِقَیْنِ وَضِیَاءَ الْمَغْرِبَیْنِ

ونزدِ علمائے معروف ومشہور وبہر مُراد کہ بخواند حاصل گردد و ہر کہ چہل ہا۔ بعداز ادائے فرض بگوید کار فروبستہ او بکشائد و بر دشمن ظفر باید و اگر در حبس بُود حق تعالیٰ او را رہائی بخشد۔

حضرت عارف صمدانی۔ امیر سیّد علی ہمدانی قدس سرّہٗ العزیز فرمود کہ شرط خواندن ایں صلوٰت آنست کہ حضرت پیغمبر را صلّی اللہ علیہ وسلّم حاضر بینید و مشافہہ با ایشاں خطاب کند۔

اس درُودِ پاک کو درُودِ فتح کہتے ہیں اور علماءِ کرام میں مشہور ومعروف ہے کہ اس درودِ پاک کو جس مقصد کے لئے بھی پڑھا جائے گا وہ مقصد انشاء اللہ اس درُودِ پاک سے حاصل ہوگا۔ اور اگر اس کو صُبح کی نماز کے بعد چالیس روز تک پڑھا جاوے تو بگڑے ہوئے تمام کام سنور جائیں گے۔ مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ دشمن پہ فتح ہوگی اور اگر کوئی قید میں ہے تو اُسے رہائی مِل جائے گی۔

حضرت شیخ عارف صمدانی۔ امیر سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس درودِ پاک کے پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ حضور نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حاضر وناظر سمجھا جائے۔

اس روشن حقیقت کے باوجود بھی پاکستان کا جدید مُلّا درودِ پاک پڑھنے والوں اور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ

کہنے والوں پہ اگر کفر و شرک کے فتوے لگاتا ہے تو پھر اس کے اپنے دین و ایمان کی خیر نہیں۔ حالانکہ پاکستان کے جدید مُلّا کے اپنے پیر و مُرشد مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی کتاب امداد المشتاق کے صفحہ ۵۹

میں لکھا ہے کہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللّٰہ

کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

حاضر و ناظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جمہور اہلِ اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ سیّد الکونین حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر زمان و مکان میں اور ہر جگہ ہر آن میں حاضر و ناظر ہیں اور اگر کسی وقت بھی نبی کریم علیہ السّلام کا تعلق اس کائناتِ ارضی و سماوی سے منقطع ہو جائے تو اس دنیائے موجودات کا نظام درہم برہم ہو جائے اور یہ حقیقت ہے کہ جب کملی والے آقا نہیں تھے تو کچھ بھی نہ تھا اور جب وہ آ گئے تو نمودِ دوجہاں اور اب جب کہ وہ نہیں ہوں گے تو کچھ بھی نہ ہو گا۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں۔

مثلاً ایک درخت کی شاخیں اس لئے سرسبز ہوتی ہیں اور اس کے پتے اس لئے ترو تازہ ہوتے ہیں اور اس کی چھاؤں اس لئے ٹھنڈی ہوتی ہے اور اس کا پھل اس لئے میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے کہ اس کی جڑیں زندہ ہیں۔ اور ان کی جڑوں کا تعلّق درخت کی تمام شاخوں۔ پتوں اور اس کے پھل کے ساتھ ہر وقت ہر گھڑی اور ہر زمان رہتا ہے اور کسی وقت بھی وہ جڑیں سوکھ جائیں۔ اور ان کا تعلّق اور رشتہ درخت سے کٹ جائے تو پھر نہ اس درخت کی شاخوں میں تازگی رہے گی اور نہ پتوں میں خوش نمائی نہ اس کی چھاؤں میں پہلی سی مستی رہے گی۔ اور نہ اس کے پھل میں لذّت۔ کیوں کہ اب وہ سُوکھ چکا ہے اور صرف اس لئے سُوکھ گیا ہے کہ اس کی جڑیں سُوکھ گئی ہیں اور اب ان کا تعلق اس درخت سے کٹ گیا ہے۔ بلا تشبیہ و مثال آفتاب کی یہ رنگین اور سنہری

کرنیں۔ چاند کی دلربا چاندنی۔ ستاروں کی چمک۔ موتی کی دمک۔ پھول کی مہک۔ بلبل کی چہک
دریاؤں کی روانی۔ پہاڑوں کی بلندی۔ آسمان کا نیلگوں چھت۔ زمین کا خوشنما فرش
جن و انسان۔ حور و غلمان۔ جنت و رضوان اور یہ دونوں جہان اس لئے قائم ہیں کہ
کائنات کے ذرّے ذرّے میں کملی والے کا نور موجود ہے اور اس تاجدارِ کون و مکان
کا تعلق اور رشتۂ عالم موجودات کے ساتھ ہر گھڑی۔ ہر ساعت اور ہر آن وابستہ
ہے اور جب نبئ کریم علیہ السّلام کا یہ تعلق اور رشتہ اس کائنات سے کٹ گیا تو اسی
کا نام قیامت ہے۔

خدا تعالیٰ جل جلالہٗ نے اس حقیقت کو کئی بار بے نقاب کیا ہے کہ مثلاً خدا تعالےٰ
نے اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کی نبوت کی صفات کو یوں بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے
پارہ ۲۲۔ سورۃ احزاب آیت ۴۹

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا

کہ اے میرے محبوب پاک ہم نے تجھ کو ساری کائنات کے لیئے گواہ (حاضر و ناظر
بنا کر بھیجا ہے) ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے جدید ملّا کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ شاہد کا
معنےٰ تو گواہ ہے یہ شاہد کا معنیٰ حاضر کہاں سے ہو گیا۔ تو اس کے لئے گزارش ہے کہ وہ
نماز جنازہ کی دعا کو پڑھے اور اس کے معانی پر غور کرے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا
وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا۔

کہ اے اللہ بخش ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور جو حاضر ہیں اور ان کو جو
غائب ہیں یہاں تو شاہد کا معنیٰ ہی حاضر ہے۔ اب یہ کتنی بد دیانتی ہے کہ یہ بد عقیدہ
لوگ جب جنازہ کی دعا پڑھتے ہیں تو شاہد کا معنی صرف حاضر ہی کرتے ہیں اور جب
کملی والے کی شان میں قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے ہیں تو شاہد کا معنی صرف گواہ ہی
کرتے ہیں اور اگر شاہد کا معنی صرف گواہ ہی کیا جاوے تو بھی مسلک حقہ اہلِ سنّت

والجماعت کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ قانونی اور شرعی طور پر بھی اسی گواہ کی گواہی معتبر مانی جاتی ہے جس نے کسی واقعہ یا حادثہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور اسی کو عینی گواہ کہتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود بھی کوئی چوری کرنے والا چور اپنے خلاف سچی اور عینی گواہی دینے والے کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ چور جانتا ہے کہ اگر میں نے اس کی گواہی کو صحیح تسلیم کر لیا تو مارا جاؤں گا۔ عدالت میں ایک عینی گواہ برملا کہتا ہے کہ میں نے اس چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور یہ وہی چور ہے جس کو رات لوگوں نے موقعہ پر ہی پکڑ لیا تھا۔ عینی گواہ دہائی دیتا ہے مگر وہ چور نہیں مانتا۔ بلکہ چور کہے گا کہ جناب یہ جھوٹ بولتا ہے یہ اس وقت حاضر نہیں تھا۔ قرآنِ پاک میں خدا تعالیٰ نے اور بھی اس کی وضاحت کر دی ہے۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا۔ کہ قیامت کے دن میرا محبوب تم پر گواہ ہوگا۔ اور مکلی والے کی وہ گواہی نعوذ باللہ جھوٹی ہوگی تو نبوت باطل۔ اور اگر وہ گواہی سچی اور حقیقت پہ مبنی ہوگی اور یقیناً سچی ہوگی تو پھر یہ ماننے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام اس کائنات میں ہر جگہ، ہر وقت حاضر و موجود ہیں کیوں کہ قیامت کے دن سرورِ کائنات علیہ السلام تمام انبیاء علیہم السلام پچھلی امتوں اور اپنی امت کے لئے بھی گواہ ہوں گے۔ اور مکلی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کو جھوٹی کہنا کفر ہے۔ اور سچا اور عینی گواہ وہی ہوتا ہے جو کسی واقعہ یا حادثہ کے وقوع کے وقت وہاں حاضر و موجود ہو اور اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے پوری طرح دیکھے۔

ان تصریحات کے بعد اب اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضرتِ آدمؑ سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات و حادثات و حالات کو نبی کریم علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ہر واقعہ کے وقوع کے وقت جہاں بھی اور جب بھی ہو حاضر و موجود ہوتے ہیں مگر افسوس کہ چور نہیں مانتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک مردِ مومن کے لیئے توحید و رسالت پر ایمان رکھنا ضروری اور لازمی ہے اگر کوئی صرف توحید ہی کو اپنا ایمان سمجھ لے تو بھی ایمان نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی رسالت ہی کو اپنا ایمان سمجھے تو بھی مومن نہ ہوگا۔ غرضیکہ توحید و رسالتؐ پر ایمانِ کامل رکھنے والا ہی مردِ مومن ہوتا ہے اور توحید و رسالتؐ یعنی خدا اور مصطفٰے علیہ السلام دونوں آپس میں اس طرح اکٹھے اور ملے ہوئے ہیں کہ دونوں میں کسی کو بھی کسی وقت بھی اگر جُدا کیا جاوے تو ایمان بھی جاتا رہے گا۔ مثلاً اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہوتا ہے تو اس کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ، اکٹھا ہی پڑھایا جاتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اسے یہ کہا جائے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ اب پڑھ لے اور مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کل یا تھوڑی دیر کے بعد پڑھ لینا۔ کیوں کہ اگر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لینے کے بعد مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کہنے سے پہلے ہی وہ مر جائے گا تو کافر کا کافر ہی مرے گا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان توحید میں نہیں بلکہ رسالتؐ میں ہے۔ یعنی ایمان اللہ میں نہیں بلکہ محمدؐ میں ہے۔ اللہ شان میں پہلے اور محمدؐ ایمان میں پہلے۔ مطلب یہ کہ جہاں توحید ہوگی وہیں رسالت بھی۔ یعنی جہاں خُدا ہوگا وہیں مصطفٰےؐ بھی اور اس پر تمام متفق ہیں کہ خُدا ہر جگہ ہے تو پھر یہ کیوں نہیں مانتے کہ مصطفٰے علیہ السلام بھی ہر جگہ ہے۔ ہر انسان کی تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ مجھے خُدا مل جائے اور اپنی اس مقدّس تمنا اور متبرک خواہش کو پُورا کرنے کے لئے اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق ہر انسان خدا کو تلاش کرتا ہے برہمن نے مندروں میں ڈھونڈھا عیسائی نے گرجوں میں تلاش کی۔ یہُودی نے کلیساؤں میں اسے آواز دی اور مسلمان نے کعبہ میں اس کو پکارا۔ مگر کسی کی بھی تمنا پوری نہ ہو سکی اور کوئی بھی اس کو نہ پا سکا پھر وہ خود ہی پکار اُٹھا کہ مجھے مندروں۔ گرجوں۔ کلیساؤں اور مسجدوں میں تلاش کرنے والوں میں مکان و زمان کی قید سے آزاد ہوں۔ اور اگر مجھے ڈھونڈنا ہے تو پھر میرا پتہ یہ ہے۔

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ کہ میں تمہارے اندر ہوں۔ اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد کہ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔ اور اے میرے محبوب اگر میرے بندے میرے متعلق میرا پتہ تجھ سے دریافت کریں تو میں ہر وقت اور ہر جگہ ان کے قریب ہوں۔

پارہ ۲۶ سورۃ الذاریات آیت ۲۱ ۔ پارہ ۲۶ سورۃ ق آیت ۱۶

پارہ ۲ سورۃ البقر آیت ۱۸۶

اور ہر مکان و زمان میں بھی ہوں اور زمین و آسمان میں بھی۔ فرش و عرش میں بھی ہوں اور بحر و بر میں بھی۔ بلندی و پستی میں بھی ہوں اور عدم و ہستی میں بھی اور میں کسی ایک جگہ مقید بھی نہیں ہوں۔ اس لئے میں کبھی مقدس وادی کے دہکتے ہوئے انگاروں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرتا ہوں اور کبھی کوہِ طور کی بلند چوٹی پر اپنی تجلیات ڈال کر اپنے کلیم کو بیہوش کر دیتا ہوں۔ کبھی طُوبیٰ کی متبرک شاخوں میں سے آواز دیتا ہوں اور کبھی اپنے محبوب پاک کی زبانِ حق بیان پر بولتا ہوں۔ لیکن ان تشریحات کے باوجود بھی اس کا اصل ٹھکانہ اسی کے اعلان کے مطابق فِیْ اَنْفُسِکُمْ ہی ہے۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کو اپنے عارفانہ انداز میں اس طرح سے بے نقاب کیا ہے کہ۔

دِل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دِل بہتر است
کعبہ بنگاہِ خلیلِ آذر است
دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است

کہ ہزار کعبہ سے انسان کا ایک دل بہتر ہے۔ کیوں کہ کعبہ تو صرف خلیلؑ نے بنایا ہے اور انسان کے دل کو خُدا نے خود بنایا۔ پھر بندوں نے عرض کی۔ مولا جب تیرا قانون یہی ہے کہ جہاں تو وہیں تیرا محبوب۔ اور جب تو ہمارے اندر ہے تو پھر تیرا

محبوب کہاں ہے۔ تو خدا نے جواب دیا۔

پارہ ۲۱ - سورۃ احزاب۔ آیت ۶

"اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ــــ"

میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں - اور میرا محبوب پاک مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے خدا کے اس انداز بیان پر غور کرو کہ اپنے لئے فِیْ اَنْفُسِکُمْ ہے - وہاں فِیْ ہے اور یہاں مِنْ - وہاں کُمْ ہے اور یہاں هِمْ - لیکن اپنے یار کے لئے بِالْمُؤْمِنِیْنَ کی تخصیص کر دی گئی ہے کہ میرا محبوب مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ تو ساری کائنات کا خالق - مالک اور رازق ہے اور وہ نسلِ انسانی کا ربّ ہے - سب اس کے بندے ہیں اس لئے وہ کافر کے اندر بھی ہے اور مسلمان کے اندر بھی - لیکن اس کا محبوب پاک ہے اور کافروں کے دل پلید ہیں - اس لئے یہ کملی والے کی شان کے خلاف ہے کہ وہ مجسمۂ طہارت ہو کر پلید دلوں میں رہے اور مومنوں کے دل پاک ہیں - اس لئے خدا نے اپنے یار کا ٹھکانہ بھی مومنوں کی پاک جانوں میں رکھا ہے -

درویش لاہوری علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اپنے قلندرانہ انداز میں اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ ؎

در دِ دل مومن مقامِ مصطفیٰ است

آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

کہ ہر مومن کے دل میں کملی والے مصطفیٰ علیہ السلام کا مقام ہے اور ہماری عزت و توقیر اور عظمت و ہیبت مصطفیٰ کے نام کی برکت سے ہے - تو قرآنِ پاک کی ان تشریحات کے مطابق اب اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ جہاں خدا ہے وہاں ہی مصطفیٰ ہے - اور اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا کے ہر خطے اور ہر گوشے میں مومن موجود ہیں - اور نبی کریم علیہ السلام ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں - تو ثابت ہوا کہ

کملی والے آقا دنیا کے ہر گوشے اور ہر خطے میں ہر آن موجود و حاضر ہیں۔ اور پھر قرآنِ پاک کی اس آیت سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

پارہ ۴ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۱ ــــ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيَاتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُه کہ تم کیسے کفر کر سکتے ہو کہ اللہ کی آیات اور احکامِ الٰہی تم کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں اور تم میں اللہ کا رسولؐ موجود ہے۔

اس آیت میں نسلِ انسانی کے کفر سے بچنے کے دو سبب بیان کئے گئے ہیں ایک اللہ کی آیات اور دوسرے اللہ کا رسولؐ۔ تو قرآنِ پاک قیامت تک کے لئے ہے اور اس کی آیتوں کی تلاوت بھی قیامت تک ہوتی رہے گی ۔ تو جہاں اور جب بھی اللہ کی آیات تلاوت ہوں گی وہیں اللہ کے رسولؐ کا تصور بھی پایا جائے گا۔ یعنی جب بھی اور جہاں بھی اللہ کی آیات پڑھی جائیں گی اللہ کے رسولؐ بھی وہیں موجود ہوں گے ۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۵ ــ عَنْ بَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّيْ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ ؕ

ترجمہ فارسی حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اشعۃ اللمعات جلد ۲۔ صفحہ ۳۷۰ ــــ روایت میکند کہ آنحضرت چوں فرو آمد بموضع کہ نام او خمِ غدیر است۔ گرفت آنحضرت دستِ علی مرتضیٰ راپس گفت آیا نمیدانید شما کہ من نزدیک ترم دوست ترم بمومناں از نفسہائے ایشاں گفتند صحابہ۔ بلی پس گفت آیا نمی دانید کہ من اولیٰ و اقرب ہم بہر مومن از نفس وے ۔

اُردو ترجمہ :- حضرت براء ابنِ عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم علیہ السلام خمِ غدیر کے مقام پہ اُترے تو حضور علیہ السلام نے حضرتِ علی رضی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں تمام مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں تو صحابۂ کرام نے عرض کی کہ ہاں یعنی آپ دنیا کے ہر مومن کی جان سے بھی چاہے وہ کہیں بھی ہوں زیادہ قریب ہیں اس حدیث پر غور کرو کہ کملی والے آقا نے کس طرح سے اپنے غلاموں کو ہر جگہ اور ہر آن میں اپنے حاضر و موجود ہونے کے متعلق ارشاد فرمارہے ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ علیہم کس محبت اور عشق میں اسے تسلیم کر رہے ہیں مگر افسوس کہ پاکستان کا جدید مُلّا نہیں مانتا۔

مشکوات شریف صفحہ ۲۶۳ — عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۴۶ ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو رخصت کرنے کے لئے پیدل میرے ساتھ چل رہے تھے اور وصیت کر رہے تھے۔ اور پھر فرمایا کہ اے معاذ رضؓ شاید اس کے بعد تو مجھ سے نہ مل سکے اور فرمایا لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ — کہ شاید تو پھر میری اس مسجد سے ہی گزرے اور میرے روضے پر ہی آئے۔ حضرتِ معاذ رضؓ حضور علیہ السلام کے فراق میں رونے لگے تو نبی کریم علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی طرف رُخِ انور موڑا اور فرمایا — اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَیْثُ كَانُوْا — کہ ہر پرہیز گار اور متقی انسان ہر وقت میرے قریب ہے۔ یا میں اُن کے ہر وقت قریب تر ہوں۔ وہ جہاں بھی ہوں اور جو بھی ہوں۔

بخاری شریف۔ جلد اوّل صفحہ ۳۲۳ — عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَ اَنَا اَوْلٰی بِهٖ فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ میں جس کے قریب نہ ہوں۔ اس دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۱۸۳۔ مشکوات شریف صفحہ ۲۴-۲۵

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کو مرنے کے بعد جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو دو فرشتے منکر اور نکیر قبر میں آتے ہیں اور میّت کو اٹھا کر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے۔

مسلمان جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے۔

اور پھر فرشتے مجھے میّت کے سامنے کھڑا کر کے سوال کرتے ہیں۔

مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ۔

کہ یہ نورانی صورت والا آدمی جو تیرے سامنے کھڑا ہے اور جس کا نام نامی اسم گرامی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے اس کے متعلق تو کیا جانتا ہے؟ اور کیا اسے پہچانتا ہے؟ پس مومن جواب دے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے مقبول اور پیارے بندے ہیں۔ اور اس کے رسول ہیں۔ پس پھر آسمانوں سے ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے کہ اور یہ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے اس لئے اب اس کے لئے جنّت کا فرش بچھا دو۔ اور اس کو جنّت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے ابھی سے جنّت کا دروازہ کھول دو تاکہ اب یہ قیامت تک اسی کیف و مستی اور مسرت و راحت کے ساتھ یہاں رہے غور کرو کہ ایک مسلمان پر خدا کی طرف سے یہ انعام و اکرام کی بارش اور دامنِ رحمت و بخشش کا سایہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی علیہ السلام کو مرنے کے بعد بھی حاضر و موجود

جان کر پہچان لیا ہے۔ اور پہچانتا بھی کیوں نہ۔ کیونکہ گھر آکر طالب علم وہی سبق یاد کرتا ہے جو وہ سکول میں پڑھ کر آتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں جس کا یہ عقیدہ اور ایمان ہو کہ کملی والے آقا ہر وقت ہر جگہ حاضر و موجود ہیں تو اس کا قبر میں جا کر بھی یہی عقیدہ اور ایمان رہے گا۔ اور یہی عقیدہ اس کے امتحان کی کامیابی کا سبب اور اس کی نجات کا ذریعہ بنے گا۔ ورنہ حدیث شریف میں آگے آتا ہے۔

وَاَمَّا الْکَافِرُ فَیُقَالُ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ ــــــ

کہ جب کافر سے حضور علیہ السلام کے متعلق سوال ہو گا۔ تو وہ کافر کہے گا کہ میں نہیں جانتا اور نہ جاننے اور نہ پہچاننے کا سبب یہی ہو گا کہ اس نے دنیا میں یہ کبھی تسلیم نہیں کیا تھا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ ہر وقت حاضر و موجود ہیں اور پھر اس کی قبر اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی ہڈیاں تک پس جائیں گی اور اس کے لئے اسی وقت جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ تاکہ قیامت تک اب یہ اس دردناک عذاب میں مبتلا رہے تو قبر کے اس ہولناک عذاب سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سید المرسلین علیہ السلام کو اس دنیا میں ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم کیا جاوے تاکہ یہی سبق۔ یہی عقیدہ اور یہی ایمان قبروں میں بھی کام آئے۔ مگر پاکستان کا جدید ملاّ پھر بھی نہیں مانتا۔ حالانکہ اسے یہ علم ہے کہ قبر میں مجھ سے بھی یہی سوال ہو گا اور کملی والے آقا کو میرے سامنے کھڑا کر کے مجھ سے بھی پوچھا جائے گا کہ اس نورانی صورت والے کو جانتا اور پہچانتا ہے اور اس کی زبان سے وہاں بھی لَا اَدْرِیْ کہ میں نہیں جانتا نکل گیا۔ اور نکل جاتا ہے کیوں کہ اس کا سبق ہی یہی ہے۔ تو پھر اس کا بھی وہی حشر ہو گا جو دوسرے عیسائیوں۔ یہودیوں اور کافروں کا ہو گا۔

ایک دوسری حدیث میں یہ حقیقت اور واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام بذاتِ

خود ہر ایک کی قبر میں تشریف لاتے ہیں۔

مشکوات شریف جلد اوّل ص ۲۶ — عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَیِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَہُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِھَا فَیَجْلِسُ یَمْسَحُ عَیْنَیْہِ وَیَقُوْلُ دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میّت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو وہ آنکھیں ملتا ہُوا اُٹھتا ہے تو اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سُورج ڈوب رہا ہوتا ہے۔ تو وہ مسلمان فرشتوں سے کہتا ہے کہ ذرا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔

اب غور کرو کہ قبر میں نہ تو سورج ہے اور نہ ہی وہ مرنے والا نماز کا مکلف ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میّت کو جب دفن کیا گیا تو اُدھر وہ فرشتے اس کی قبر میں آئے اور ادھر رحمتِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سواری روضۂ اقدس سے چلی اور جونہی کملی والے کا روئے تاباں اس اندھیرے میں چمکا تو مرنے والے نے سمجھا کہ سُورج ہے اور یہی وجہ ہے کہ میّت کو قبر میں لٹاتے وقت اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جاتا ہے۔

اور پھر غور کرو کہ زمین پر بسنے والے انسان ہر روز مرتے ہیں ہر ملک میں اور ہر شہر میں مرتے ہیں۔ ہر وقت اور ہر گھڑی مرتے ہیں کوئی دن کو مرتا ہے اور کوئی رات کو۔ کوئی صُبح کو مرتا ہے اور کوئی شام کو غرضیکہ اس فرشِ زمین پر کوئی وقت۔ کوئی گھڑی اور کوئی ساعت ایسی نہیں ہے کہ جس میں کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں مُردہ دفن نہ ہوتا ہو۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں تو پھر حضور علیہ السلام کا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔

اشعۃ اللمعات۔ جلد اوّل صفحہ ۶۳ — حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث

دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اس لیئے ہر ایک قبر میں تشریف لاتے ہیں تا کہ بمشاہدۂ جمال جاں افزائے او عقدۂ اشکال کہ در کار افتادہ کشادہ شود و ظلمت فراق بنور لقائے دلکشائے او روشن گردد۔ کہ مسلمان جو اس اندھیرے میں مشکل میں پڑا ہوا ہے۔ وہ کملی والے کے حسن لازوال سے جو باعثِ تسکینِ دل و جاں ہے وہ مشکل آسان ہو جائے اور ہجر و فراق کا اندھیرا حضور علیہ السلام کے وصل و ملاقات کے چراغ سے دور ہو جائے۔

الحاوی للفتاوی جلد ۲ صـ۲۶۴ الطبقات الکبریٰ جلد ا صـ۱۴۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ وسعادتِ دارین صـ۴۳۱ مطبوعہ مصر۔

شیخ ابو العباس مرسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لِیْ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً مَا حُجِبْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ مجھے چالیس سال گزر گئے ہیں میں ایک لمحہ کے لئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل نہیں ہوا۔ یعنی میں ہر وقت رسولِ اعظم کو دیکھتا رہتا ہوں۔

وَلَوْ حُجِبَ عَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا عَدَدْتُ نَفْسِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آنکھ جھپکنے کے برابر بھی مجھ سے اوجھل ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں۔

فیوض الحرمین صـ۲۷ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند اردو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمَّا دَخَلْتُ الْمَدِیْنَةَ الْمُنَوَّرَةَ وَزُرْتُ الرَّوْضَةَ الْمُقَدَّسَةَ رَأَیْتُ رُوْحَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهِرَةً بَارِزَةً لَا فِیْ عَالَمِ الْاَرْوَاحِ فَقَطْ بَلْ فِی الْمِثَالِ الْقَرِیْبِ مِنَ الْحِسِّ۔

کہ جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدس کی زیارت کی ___ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ کو ظاہری طور پر دیکھا ___ عالمِ ارواح میں نہیں ___ عالمِ مثال قریب میں حسی طور پر۔

فَاَدْرَكْتُ اَنَّ الْعَوَامَ اِنَّمَا يَذْكُرُوْنَ حُضُوْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ وَاِمَامَتَهٗ بِالنَّاسِ فِيْهَا۔

پس میں نے معلوم کر لیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں خود موجود ہوتے ہیں اور لوگوں کو نماز بھی پڑھاتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے اس کے علاوہ اور بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

ثُمَّ تَوَجَّهْتُ اِلَى الْقَبْرِ الشَّائِحِ الْمُقَدَّسِ مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰى فَبَرَزَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَقِيْقَتِهٖ بَعْدَ دَقِيْقَتِهٖ۔

پھر جب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی طرف بار بار متوجہ ہوا تو ہر بار رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی توجہ فرماتے دیکھا ___ حَتّٰى التَّخَيُّلَ اَنَّ الْفَضَا مُمْتَلِئٌ بِرُوْحِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یہاں تک کہ میں نے خیال کیا اور سمجھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس سے ساری فضا بھری ہوئی ہے۔

وَلَمْ يَزَلْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْخَلْقِ مُقْبِلًا اِلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ لِمَا كَانَ وَجْهُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَلْقِ كَانَ قَرِيْبًا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مخلوق کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور خلق کی طرف چہرۂ مبارک کئے ہوئے ہیں ___ اور جب آپ متوجہ ہوتے ہیں

تو بہت قریب ہوتے ہیں۔ اَنۡ یُرۡتَفَعَ النَّاس بجُھۡدِ ہِمَّتِہٖ فَیَغۡیُثِہ فِیۡ نَائِبَۃٍ اَوۡ یُفِیۡضُ عَلَیۡہِ مِنۡ بَرَکَاتِہٖ ۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنی محبت اور کوشش سے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کرے — فریاد کرے اور درخواست کرے۔

اور آپؐ انسان کی مصیبت میں فریاد رسی کریں یا اس پر اپنی برکتوں کا اضافہ فرمائیں یا فیوض و برکات نازل فرمائیں۔

تنویر الملک و الحاوی للفتاوی للسیوطی جلد ۲ صـ۴۴۵ ۔ سعادتِ دارین صـ۴۳۱ وقصیدہ لنعمانیہ صـ۴۲

مجموعۂ قصائد — شیخ صفی الدین بن ابی منصور اپنے رسالہ میں اور شیخ عبد الغفار (الوحید) میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن وتانی سے یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے شیخ ابو العباس طنجی نے خبر دی — وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت احمد بن رفاعی کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تیرا پیر میں نہیں بلکہ تیرے مرشد شیخ عبد الرحیم ہیں جو (قنا) میں رہتے ہیں —

پھر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت رکھتا ہے؟

عرض کی — نہیں

تو فرمایا — بیت المقدس چلا جا تا کہ تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہو جائے۔

شیخ ابو العباس طنجیؒ فرماتے ہیں کہ —

پھر میں بیت المقدس پہنچا —

یعنی ابھی میں نے قدم رکھا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں ـــ

وَاِذَ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ مَمْلُوْءَةٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ

کہ زمین و آسمان اور عرش و کرسی نبیٔ اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے بھرے پڑے ہیں۔ مطلب یہ ـــ کہ ہر جگہ ـــ ہر مکان اور ہر طرف محمدؐ ہی محمدؐ ہیں (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم)

عارفِ رُومیؒ بھی یہی فرماتے ہیں ـــ کہ

ع جزؐ محمدؐ نیست در ارض و سما

کہ زمین و آسمان میں محمدؐ کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم)

فرماتے ہیں کہ ـــ میں پھر واپس شیخ احمد رفاعیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا ـــ تو انہوں نے فرمایا ـــ

رسُولِ کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو پہچانا اور نبیٔ پاکؐ کی شان دیکھی ؟ ـــ

عرض کی ـــ ہاں !

فرمایا ـــ تمہارا کام ہو گیا۔

اور یاد رکھو ـــ کہ سیّد الانبیاء صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی معرفت کے بغیر نہ کوئی ولی ہو سکتا ہے اور نہ کوئی درویش اور نہ ہی کوئی قطب ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اوتاد ـــ

انفاس العارفین ص ۶-۷ دُرِّ ثمین فی مبشرات النبیؐ ـــ حضرت شاہ ولی اللّٰہ محدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللّٰہ علیہ نے مجھے خبر دی کہ میرے شیخ سیّد عبد اللّٰہ قاری رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاری زاہد سے قرآنِ مجید حفظ کیا جو جنگل میں رہتے تھے ـــ ایک دن ہم دونوں استاد و

قرآنِ پاک کا دور کر رہے تھے کہ اچانک عربوں کی ایک جماعت ہمارے پاس آئی ــــ
ان کے آگے آگے اس جماعت کے سردار تھے ــــ
انہوں نے ہمارا قرآنِ پاک سُنا اور فرمایا :۔
"بَارَکَ اللّٰہُ اَدَّیْتَ حَقَّ الْقُرْاٰنِ"
کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے تُم نے قرآنِ مجید میں حق ادا کر دیا ہے۔
عربوں کی وہ نورانی جماعت چلی گئی تو ایک اور شخص عربی لباس۔ عربی رنگ اور عربی زبان والا آیا اور کہنے لگا۔
کہ کل رات نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کرام سے فرمایا تھا کہ فلاں جنگل میں قاری صاحب کا قرآن سننے جائیں گے۔
قَالَ وَقَدْ رَاَیْتُہٗ بِعَیْنَیَّ ھَاتَیْنِ ــــ
فرمایا ــــ کہ میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے حُضورِ پُر نور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہے ــــ ان بے ادب اور گستاخ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ حاضر و ناظر اور کِسے کہتے ہیں؟
ان روشن حقائق اور مضبوط دلائل کی روشنی میں یہ تسلیم کر لو ــــ کہ ؎

اُو حاضر ہر مکان اندر
تے ناظر ہر زمان اندر

انفاس العارفین صـــ ۴۱-۴۲ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے والد محترم جناب شاہ عبد الرحیم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا اور بیماری لمبی ہو گئی کہ میرے بچنے کی کوئی امید نہ رہی اور میں زندگی سے نا امید ہو چکا تھا کہ اچانک مجھ پر نیند طاری ہو گئی ــــ اور حضرت شیخ عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور فرمایا بیٹیا رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہاری بیمار پُرسی

کے لئے تشریف لا رہے ہیں اور شاید وہ اس طرف سے جلوہ ریز ہوں۔ جس طرف تمہارے پاؤں ہیں لہٰذا چارپائی کو بدل لو ـــ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پاؤں نہ ہوں ـــ

مجھے کچھ افاقہ ہو گیا ـــ میں نے اشارہ سے حاضرین کو کہا کہ میری چارپائی بدل دو ـــ چنانچہ چارپائی بدل دی گئی ـــ

اس کے بعد رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:۔

كَيْفَ حَالُكَ يَا بُنَيَّ ـــ اے میرے بیٹے کیا حال ہے ـــ

میرے بیٹے اس لئے کہا تھا ـــ کہ نبیؐ پاکؐ نے فرمایا ہے ـــ كُلُّ تَقِيٍّ وَنَقِيٍّ فَهُوَ آلِي ـــ کہ ہر متقی و پرہیز گار میری آل ہے۔

ورنہ آپ یعنی شاہ عبدالرحیمؒ تو فاروقی ہیں! اس پیاری گفتگو کی حلاوت مجھ پر ایسی طاری ہوئی کہ وجد۔ اضطراب اور بکا مجھ پر ظاہر ہوا ـــ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح سے گلے لگایا کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک میرے سر پر تھی۔ اور آپ کی قمیص مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر مجھے تسکین ہو گئی۔

اور پھر مجھے خیال آیا کہ مدت سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی آرزو رکھتا ہوں ـــ کتنا کرم ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا فرما دیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل کے خیال سے آگاہ ہو گئے اور اپنی ریشِ مبارک پر دستِ مبارک پھیرا اور دو بال شریف میرے ہاتھ میں دے دیئے۔

مجھے خیال آیا کہ بیداری میں بھی یہ بال مبارک میرے پاس ہوں گے۔ میرے اس خیال سے بھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ہوئے اور فرمایا ہاں بیداری میں بھی تیرے پاس ہوں گے۔

اس کے بعد کلی صحت اور درازیٔ عمر کی خوشخبری دی تو اس وقت آفاقہ ہوا
میں نے چراغ طلب کیا مگر وہ بال مبارک میں نے اپنے ہاتھ میں نہ پائے ـــ میں
مغموم ہوا اور پھر توجہ کی ـــ
مجھے پھر اونگھ آگئی ۔
نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پھر متمثل ہوئے اور فرمایا کہ بال مبارک حفاظت
کے لئے تکیہ کے نیچے ہیں ۔ میں نے انہیں تکیہ سے اٹھالیا اور ایک محفوظ جگہ پر
رکھ دیا ۔
ان دو بال شریف کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہوتے
لیکن جب درود شریف پڑھا جاتا تو دونوں آپس میں مل جاتے تھے ـــ اور پیچیدہ
ہو جاتے تھے ۔
دوسری خصوصیت یہ ظاہر ہوئی کہ تین منکروں نے ان بالوں کا امتحان لینا
چاہا کہ کیا واقعی یہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال مبارک ہیں ۔
وہ تینوں منکر ان بالوں کو دھوپ میں لے گئے تو فوراً ابر کا ٹکڑا آیا اور
ان پر سایہ کر دیا ۔
ایک منکر نے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال مبارک کی یہ کرامت دیکھ کر
توبہ کر لی ـــ دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا اور تیسرے نے بھی ـــ
اور تیسری خصوصیت یہ تھی کہ ان بالوں کا سایہ بھی نہ تھا ـــ
ایک دفعہ کچھ لوگ بالوں مبارک کی زیارت کے لئے آئے میں نے قفل
کھولنے کی کوشش کی مگر قفل نہ کھلا ۔ میں نے مراقبہ کیا ۔
پتہ چلا کہ مجمع میں فلاں آدمی ناپاک ہے ۔ بے وضو ہے اور بے طہارت
ہے ۔

میں نے پردہ پوشی کے لئے اعلان کیا کہ سب غسل کر کے آؤ — وہ آدمی بھی باہر چلا گیا تو قفل فوراً کھُل گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقت افروز بیانات — بصیرت افروز خطبات اور ایمان افروز اقتباسات سے جو حقائق سامنے آتے ہیں وہ آج کل کے دیوبندی حضرات کے لئے مشعلِ راہ ہیں — اس لئے کہ انہوں نے جس زمانے میں اپنے جس عقیدہ و مسلک کا اظہار فرمایا ہے اس زمانہ میں نہ کوئی دیوبندی تھا اور نہ کوئی بریلوی اور پھر آپ کی عظیم ہستی کو فریقین تسلیم کرتے ہیں۔

فیوض الحرمین اور انفاس العارفین کی دو عبارتوں سے جن حقائق پر پوری طرح سے روشنی پڑتی ہے وہ ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت کے لئے قصداً اور ارادتاً جانا درست اور جائز ہے — شرک نہیں۔

۲۔ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک مثالی طور پر عالمِ موجودات میں کارفرما رہتی ہے۔

۳۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسّی طور پر ہر ایمان والے کے قریب رہتے ہیں۔

۴۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں آنا اور لوگوں کو نماز پڑھانا بالکل ٹھیک ہے۔

۵۔ زمین و آسمانوں کی ساری فضا رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ انور سے بھری پڑی ہے۔

ان کے علاوہ انفاس العارفین کے ایک روح پرور اور ایمان افروز واقعہ سے بھی کئی ایسے عقائد کی تصدیق ہوتی ہے جن کا تعلق بریلویت سے ہے۔

مثلاً — رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں تشریف لانا —

جیسا کہ شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی بیمار پُرسی کے لئے جلوہ افروز ہوئے ـــ اور شاہ عبدالرحیمؒ کو پورا اور مکمل یقین ہے کہ بیمار پُرسی کے لئے خواب میں تشریف لانے والے محبوبِ خدا ہی تھے ـــ اس لئے کہ رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا ـــ یا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق یعنی اللہ کو دیکھا۔

اس لئے کہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ یعنی کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا نبی ہوں۔

اور پھر حضور علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب مجھے بیداری اور جاگتے ہوئے بھی دیکھے گا۔

شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آقا و مولا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھا تو حدیثِ مبارک کی روشنی میں انہوں نے جاگتے بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ تو ثابت ہوا کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر وقت۔ ہر جگہ اور ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر ہیں۔

۲۔ رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے اور کلّی صحت اور درازیٔ عمر کی بشارت فرمائی ـــ ثابت ہوا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ـــ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ ـ ہیں۔

یعنی بلاؤں کو دُور کرنے والے۔ وباؤں کو ہٹانے والے۔ قحط کو ختم کرنے والے ـــ بیمار کو شفاء بخشنے والے۔ رنج و الم کو مٹانے والے اور زندگی و عمر کو لمبا کرنے والے بھی ہیں۔

۳۔ ثابت ہوا ـــ کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم دلوں کے خیالات کی بھی خبر رکھتے ہیں ـــ اور یہی علمِ غیب ہے۔

۴۔ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم جب اپنے امتّی کو خواب میں کوئی چیز عطا فرمائیں تو بیداری

میں بھی وہ چیز موجود رہتی ہے۔

یعنی حضور علیہ السلام کی عطا کردہ کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔

۵۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالِ مبارک درود شریف پڑھنے سے جڑ جاتے اور پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔

جس محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف درود پاک پڑھنے سے آپس میں مِل جاتے ہوں وہ ہمارے کملی والے آقا و مولا درود شریف پڑھنے والے اپنے امتی کو گلے لگائیں گے۔

۶۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف پر بادل سایہ کرتے ہوں تو ان کی اپنی ذاتِ پاک کی رحمت کا سایہ ہر چیز پر کیوں نہ ہوگا۔ اس دنیا میں بھی اور میدانِ حشر میں بھی۔

۷۔ ثابت ہوا کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاکؐ کا سایہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ آپؐ کے بالِ مبارک کا سایہ نہ تھا۔
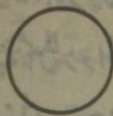
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضِ نبوّت

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی زندگی جس تنگی و عسرت سے گزری وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے اُن کے پاس نہ کوئی دولت تھی اور نہ کوئی سرمایہ۔ نہ سونے چاندی کے خزانے تھے اور نہ ہی لعل و جواہرات کے ڈھیر۔ نہ ہی خوشنما باغات تھے اور نہ ہی شاہی محلات۔ لیکن اس فقر و فاقہ میں بھی ان کو سکونِ قلب۔ تسکینِ رُوح۔ سرورِ زندگی اور راحتِ قلب و جگر حاصل تھی۔ اس لئے کہ وہ اس عارضی نشو و نما۔ فانی شان و شوکت اور غیر یقینی جاہ و حشمت کے مقابلے میں دائمی مسّرت۔ ابدی کیف و مستی اور غیر فانی زندگی کو زیادہ اہمیّت دیتے تھے اور جب ان کی پُر شوق نگاہیں جمالِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھ لیتی تھیں تو پھر زندگی کی تمام رعنائیاں سمٹ کر اُن کے دامنِ مُراد میں پھیل جاتی تھیں۔ اور وہ اسی نشۂ عشق و محبّت سے سرشار ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر جب اُس لازوال حُسن کا مشاہدہ کرتے تو نہ انہیں بھوک لگتی اور نہ پیاس۔ بلکہ وہ دنیا کی ہر چیز کو بھول جاتے کیوں کہ جمالِ یار کو دیکھنا ہی اُن کے لئے زندگی کی سب سے بڑی نعمت تھی۔

لیکن ان کی غربت۔ مفلسی۔ تنگی اور عُسرت کو دیکھ کر مکّہ مکرّمہ کے فرعونی دماغ رکھنے والے کافر اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے جھُوٹا ہونے کی ایک دلیل سمجھ لیتے کیونکہ

دولت کے نشے اور سرمایہ داری کے جنون اور امارت کے غرور نے اُن کی آنکھوں پر پردے۔ اوران کے دلوں پر مہریں لگادی تھیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک حق و صداقت کا معیار ہی بدل چکا تھا اور اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ غریب اور مفلس انسان خدا کی رحمت کا سرے سے حق دار ہی نہیں ہے۔ اور وہ حق وصداقت کے معیار کو طہارتِ قلب۔ تزکیۂ نفس، اتقاء اور پرہیز گاری کی بجائے سرمایہ داری۔ جاگیرداری اور ظاہری شان وشوکت اور عارضی جاہ وحشمت سمجھتے تھے اور وہ اسی بناء پر کملی والے کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ اگر خُدا نے کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہی تھا تو پھر مکّے کے کسی بڑے سردار۔ قریش کے کسی بڑے جاگیردار اور طائف کے کسی بڑے سرمایہ دار کو نبوت عطا کرتا۔ آخر یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے جو رہتا ہے ٹوٹے ہوئے حجرے میں۔ بیٹھتا ہے کھجور کی چٹائی پر اور پہنتا ہے پھٹی ہوئی چادر۔ اور دعویٰ کرتا ہے ساری کائنات کے لئے نبی ہونے کا اس لیئے وہ کہتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتا تو اس کے پاس سونے اور چاندی کے خزانے ہوتے۔ لعل وجواہرات کے ڈھیر اور سنہری محلات ہوتے اورجب اُن کا غرور تکبر۔ عناد اور تعصب حد سے بڑھ گیا تو پھر غیرت خداوندی نے پکار کر کہا کہ میرے محبوب کی نبوت کو سونے چاندی کے خزانوں۔ لعل وجواہرات کے ڈھیروں سبز باغات کے پھولوں۔ ریشمی لباسوں اور سنہری محلات میں تلاش نہ کرو بلکہ میرے محبوب کی نبوت کو اگر دیکھنا ہے تو کسی یتیم کے ٹوٹے ہوئے دل میں دیکھو آخر آہستہ آہستہ زمانے نے کروٹ بدلی تو وہی دلق پوشوں کی مقدس جماعت فاقہ مستوں کا متبرک گروہ اور صحرا نشینوں کا نورانی ٹولہ ساری دُنیا کے لئے امن وسلامتی۔ عدل وانصاف اور لطف وکرم کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور پھر وہی تنگی وعسرت اور فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرنے والے دنیا کے تاجدار ہوئے آج دنیا کے نفس پرست اور ننگِ انسانیت حکمران بھی آئے

ون یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ غریبو ہم تمہارے لیئے ہیں۔ امریکہ کی نام نہاد جمہوریت اور روس کی نسلِ انسانی کو تباہ کر دینے والی آمریت بھی غریبوں کی حمایت کی مدّعی ہے مگر یہ سب دھوکا۔ فریب۔ مکّاری اور عیّاری ہے اور ایسے اعلانات و بیانات میں صداقت کا نام تک نہیں۔ اس لیئے کہ آج تک کسی نے اس کا عملی ثبوت کوئی نہیں دیا۔ کوئی ریح پیکر کار میں بیٹھ کر اور کوئی ہوائی جہاز میں پرواز کرتے ہوئے غریبوں سے ہمدردی کا اعلان کرتا ہے۔ غریب کی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھوں نے دیکھا تو اسے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ہر طرف سے مایوسی نظر آئی تو پھر اس نے حسرت بھری نگاہ سے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے دیکھا کہ ساری کائنات کا ہادی زمین و آسمان کا مالک۔ کون و مکان کا شہنشاہ اور عرب و عجم کا تاجدار ایک ٹوٹے ہوئے حجرے میں کھجور کی ایک پھٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اور پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھے دُعا کر رہا ہے۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۴۷ — اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ۔

کہ اے اللہ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھنا اور مسکینوں میں ہی مارنا اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے گروہ میں ہی اٹھانا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ اے کملی والے آقا آپ مولائے کل اور شہنشاہِ کون و مکان اور محبوبِ ربِّ دو جہاں ہو کر ایسی دُعا کیوں کرتے ہیں۔ تو کملی والے آقا نے جواب دیا کہ غریب اور مسکین لوگ قیامت کو امیروں سے چالیس برس پہلے جنّت میں جائیں گے۔ اور پھر امام الانبیاء علیہ السلام نے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کی عملی تصویر دنیا والوں کے سامنے اس طرح پیش کی کہ اگر

کوئی غریب اُمتی دو دن سے بھوکا ہے تو کملی والے آقا کے پیٹ پر بھی پتھر بندھا ہے

تھا قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور پیٹ پر تھا پتھر کئی دن سے بندھا ہوا

آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں بھی غریبوں کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن دولت وثروت اور سرمایہ داری کے نشے میں سرمست ومتکبر انسان شاید یہ بھی نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد جتنی زمین کسی بڑے سے بڑے امیر کو ملتی ہے۔ اتنی ہی کسی فقیر کو اور وہی کفن جو ملک کے بادشاہ کو ملتا ہے وہ بستی کے گدا کو۔

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے اس کی ترجمانی اس طرح کی ہے کہ

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آراء تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب

اور — اُمراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے مِلّتِ بیضا غُرباء کے دم سے

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس طرح کے اس ابتدائی دور میں جب کہ مسلمان فقر وفاقہ کی زندگی بسر کر رہے تھے اور کئی کئی دن تک ان کو کوئی شے کھانے کو نہیں ملتی تھی اس وقت اگر فیضِ نبوت ان کی غریبی اور مفلسی میں اُن کے شاملِ حال نہ ہوتا اور کملی والے آقا کا دستِ کرم اگر ان کی دستگیری نہ کرتا تو بہت ممکن تھا کہ حالات کچھ اور ہوتے۔

اب فیضِ نبوّت اور کملی والے کے دستِ کرم کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں ۔
مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۴۶ ۔ مشکوات شریف صفحہ ۵۴۴ ۔
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غریب اور مفلس آدمی امام الانبیاء علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ۔ اور اس نے کملی والے آقا سے اپنی غربت اور تنگدستی کی شکائیت کرتے ہوئے کچھ کھانے کو مانگا (کیوں کہ اس وقت کسی کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ نبی سے مانگو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے ۔ تو حضور علیہ السلام نے اس کو ایک سیر جو دیئے اور وہ گھر لے آیا ۔ تو ان میں اتنی برکت ہوئی کہ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ یَاکُلُ وَامْرَاتُہٗ وَضَیْفُھُمَا ۔ کہ کئی سال تک وہ اصحابی اور اس کی بیوی اور مہمان کھاتے رہے مگر وہ جو ختم نہ ہوئے ۔ ایک دن اس نے پکلنے سے پہلے ان کو تول دیا تو جو ختم ہو گئے ۔ وہ پھر نبیٔ کریم علیہ السلام کے پاس گیا اور عرض کی ۔ یارسول اللہ جو ختم ہو گئے ہیں ۔ تو کملی والے آقا نے فرمایا ۔ لَوْ لَمْ تَکِلْہُ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ وَ لَقَامَ لَکُمْ ۔ کہ تم اگر ان کو نہ تولتے تو وہ کبھی ختم نہ ہوتے ۔

پاکستان کا جدید مُلّا کہتا ہے کہ نبی دیتا کچھ نہیں مگر میں کہتا ہوں کہ نبی ایسا دیتا ہے کہ پھر ختم نہیں ہوتا ۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جس نے نبی کی دی ہوئی کوئی شئے تولی تو وہ شئے ختم ۔ اور جس نے اللہ کا دیا ہوا نبی کا علم تولا اس کا ایمان ختم ۔
بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۰۵ ۔ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۳ مشکوات شریف صفحہ ۵۳۷ ۔ ایک دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیٔ کریم علیہ السلام کی آواز سے معلوم کیا کہ آپ کو بھوک کی شدت نے کمزور کر دیا ہے وہ گھر آئے تو اُمّ سلیمؓ سے فرمایا کہ مجھ کو حضور علیہ السلام کی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہیں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے ۔ تو انہوں نے جَو کی چند روٹیاں دوپٹے میں

پلیٹ کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ہاتھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کر دیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں گیا تو نبیٔ کریم علیہ السلام مسجدِ نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا اَرْسَلَکَ اَبُوْ طَلْحَۃُ — کہ تجھے ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے۔

میں نے عرض کی ہاں!

تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے پھر فرمایا — بِطَعَامٍ۔ کہ روٹیاں دے کر

میں نے دوبارہ عرض کی ہاں! —— (بدعقیدہ لوگوں سے پوچھو کہ یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے)

اس کے بعد کملی والے آقا اُٹھے اور تمام صحابہ کو ساتھ لے کر ابو طلحہؓ کے گھر تشریف لے آئے۔

"فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَۃَ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَیْسَ عِنْدَنَا نُطْعِمُھُمْ قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ"۔

پس ابو طلحہؓ نے اُمِ سلیمؓ سے فرمایا کہ حضور علیہ السلام اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے۔ اور ہمارے پاس کوئی شے نہیں کہ ان کو کھلائیں —— تو اُمِ سلیم نے جواب دیا کہ تم گھبراؤ نہیں۔ اللہ اور اس کا رسولؐ جانے

یعنی ؎

ہمارے مصطفےٰ کے سر پہ تو اللہ کا سایہ ہے
وہی ان کو کھلائے گا جو ان کو ساتھ لایا ہے

پھر نبیٔ کریم علیہ السلام اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے

لے آؤ۔ تو وہی روٹیاں آگے رکھ دی گئیں۔ پھر کملی والے نے ان روٹیوں کو سامنے رکھا اور ثُمَّ قَالَ فِیْہِ پھر حضور علیہ السّلام نے ان پر دُعا فرمائی پھر کملی والے آقا نے حکم دیا۔ کہ دس دس ہو کر آتے جاؤ اور کھاتے جاؤ۔ فَاَکَلَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ ــــ پس تمام نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ ستر (۷۰) تھے یا اسی (۸۰) ثُمَّ اَخَذَ مَا بَقِیَ فَجَمَعَہٗ ثُمَّ دَعَا فِیْہِ بِالْبَرَکَۃِ فَعَادَ کَمَا کَانَ فَقَالَ دُوْنَکُمْ ــــ پھر باقی جو کچھ بچ گیا حضور علیہ السّلام نے اس کو جمع کیا اور اس پر برکت کے لئے دُعا فرمائی۔ پس وہ کھانا جتنا پہلے تھا اتنا ہی ہو گیا۔ پھر حضور علیہ السّلام نے فرمایا ــــ کہ اپنا کھانا لے جاؤ۔ ہم نے تمہارا کچھ بھی نہیں کھایا۔

. بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۸۹۔ مشکوات شریف صفحہ ۵۳۲۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں تمام مہاجرین و انصار خندق کھود رہے تھے۔ میں نے معلوم کیا کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام بھوکے ہیں۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے ایک صاع جَو نکالے۔ گھر میں ایک بکری بھی تھی، میں نے اس کو ذبح کیا اور بیوی نے آٹا گوندھا اور گوشت دیگچی میں چڑھا دیا اور میں نبیؐ کریم علیہ السّلام کو لینے چلا تو میری بیوی نے کہا کہ دیکھو حضور علیہ السّلام کے ساتھ اور آدمیوں کو لا کر مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور پھر میں نبی کریم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور فَسَارَرْتُہٗ ــــ تو میں نے چپکے سے عرض کی کہ آپ کی دعوت میرے گھر ہے۔ فَصَاحَ النَّبِیُّ یَا اَھْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا ــــ پس نبی کریم علیہ السّلام نے زور سے آواز دی کہ اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے جلدی چلو اور حضور علیہ السّلام نے مجھے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں چولہے سے دیگچی نہ اتارنا اور روٹی نہ پکانا۔ پس کملی والے آقا

تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر میرے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ بیوی نے آٹا پیش کیا۔
فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَ بَارَكَ
پس حضور علیہ السّلام نے آٹے میں بھی اور دیگچی میں بھی لعاب دہن ڈال دیا
اس کے بعد آپؐ نے روٹیاں اور سالن لانے کا حکم دیا۔ پھر تمام نے پیٹ بھر کر کھانا
کھایا۔ وَهُمْ اَلْفٌ ـــ اور وہ کھانے والے ایک ہزار تھے وَاِنَّ بُرْمَتَنَا
لَتَغِطُّ ـــ اور ہمارے سالن اور روٹیوں میں کوئی کمی نہ آئی۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم
کا لعابِ دہن بھی پاک و مطہر ہے جس کی برکت اور فیض سے تھوڑا سا کھانا ایک
ہزار نے کھا لیا ہمارے تھوک نجس۔ کملی والے کا پاک۔ ہمارے تھوک میں زحمت و
وبا۔ کملی والے کے تھوک میں رحمت و شفا۔ ہم تھوکیں تو سالن و آٹا پلید۔ کملی والا
تھوکے تو اُن میں برکت۔

شمائل ترمذی شریف صفحہ ۱۲ حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے نبیؐ کریم علیہ السّلام کی دعوت کی اور گوشت پکایا۔ چونکہ حضور علیہ السّلام کو
شانہ بہت پسند تھا۔ اس لئے میں نے شانہ پیش کیا۔ حضور علیہ السّلام نے تناول فرما کر فرمایا
فَنَاوِلْنِيْ الذِّرَاعَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنَ
الذِّرَاعِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِيَ
الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ ـــ

کہ اور شانہ لاؤ۔ میں نے دوسرا بھی پیش کر دیا۔ پھر کملی والے نے فرمایا کہ اور
لاؤ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ایک بکری کے کتنے شانے ہوتے ہیں۔ تو حضور علیہ
السّلام نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے،
اگر تو خاموش رہتا تو جتنے شانے مانگتا تم مجھے دیتے رہتے۔

مُسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۴۶۱ مشکوات شریف صفحہ ۵۳۸ ۔

حضرت ابن بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جب حضرت زینب رضؓ سے نکاح کیا تو میری ماں نے کچھ کھانا پکا کر مجھے دیا۔ اور کہا یہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔

وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَهَبْتُ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَفُلَانًا۔

اور کہنا کہ میری ماں آپؐ کو سلام عرض کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ تھوڑا سا کھانا آپؐ کے لئے ہے۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور اس طرح کہا۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے رکھ دو اور فلاں کو فلاں کو بلا لاؤ پس میں تمام کو بلا لایا اور وہ تین سو ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دس دس ہو کے کھاتے جاؤ۔ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا۔ پس تمام نے کھایا اور سیر ہو گئے۔

قَالَ فَرُفِعَتْ فَمَا اَدْرِيْ حِيْنَ وُضِعَتْ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رُفِعَتْ۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کھانا اٹھا لیا مگر میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے کھانا رکھا اس وقت کھانا زیادہ تھا جس وقت میں نے اٹھایا اس وقت کھانا زیادہ تھا۔

مُسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۴۶ ۔ مشکوات شریف صفحہ ۵۳۷ ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ اُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا۔ کہ امِ مالک کا دستور تھا کہ وہ ایک برتن میں ہدیہ کے طور پر حضور علیہ السلام کو گھی یا شہد بھیجا کرتی تھیں اور

اُن کے بچے جب سالن مانگتے اور گھر میں نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو اُٹھا لاتیں اور اس سے بقدرِ ضرورت گھی یا شہد نکل آتا۔

حَتّیٰ عَصَرَتْہُ فَاَتَتِ النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ عَصَرْتِیْھَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَکْتِیْھَا مَا زَالَ قَائِمًا۔

ایک دن انہوں نے اس برتن کو نچوڑ لیا اور پھر کملی والے کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ تو نے اس برتن کو نچوڑ لیا ہے تو انہوں نے عرض کی کہ ہاں تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اس برتن کو نہ نچوڑا جاتا تو اس میں سے ہمیشہ گھی یا شہد نکلتا رہتا۔

مشکوات شریف صفحہ ۵۴۴ حضرت حرام بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم علیہ السّلام جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے اور حضرتِ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور دیگر ساتھی آپؐ کے ہمراہ تھے تو یہ مقدس قافلہ اُمِ معبد کے خیمہ میں پہنچا۔

"فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلیٰ شَاۃٍ فِیْ کَسْرِ الْخَیْمَۃِ فَقَالَ مَا ھٰذِہِ الشَّاۃُ یَا اُمَّ مَعْبَدٍ"

تو حضور علیہ السّلام نے خیمے میں ایک بکری بندھی ہوئی دیکھی تو کملی والے نے فرمایا۔ اُمِ معبد یہ بکری کیسی ہے ھَلْ بِھَا مِنْ لَبَنٍ ۔ کیا یہ دُودھ دینے کے قابل نہیں ہے تو اُمِ معبد نے عرض کی یا رسُول اللہ علیہ السّلام یہ بکری دُودھ دینے سے خالی ہے۔ تو کملی والے نے فرمایا کہ اے اُمِ معبد اگر یہ بکری دُودھ سے خالی ہے۔ مگر میں محمدؐ تو خالی نہیں میری شان تو یہ ہے کہ ہاتھ لگا یا نہیں اور دُودھ آیا نہیں۔ اور فرمایا کہ اس بکری کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں اس کا دودھ دُوھوں۔ قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اِنْ رَاَیْتَ بِھَا حَلَبًا فَاحْلُبْھَا۔ تو اُمِ معبد نے عرض کی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان

اگر یہ اس قابل ہے تو یا رسول اللہ اس سے دودھ حاصل کر لو۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَمَسَحَ بِیَدِہٖ ضَرْعَھَا وَسَمَّی اللّٰہ

تو رسولِ اکرم علیہ السّلام نے اس بکری کو جو کہ دودھ دینے کے قابل نہ تھی اپنے پاس بلایا اور اس کے تھنوں کو چھوا اور اللہ کا نام لے کر دوہنا شروع کر دیا بس پھر کیا تھا اس سوکھی موٹی بکری سے دودھ کی نہریں بہہ نکلیں اور پھر کئی برتن بھر گئے اور تمام ساتھیوں نے پیا اور اُمِ معبد فرماتی ہیں کہ میں نے اس بکری میں ایسا فیضِ نبوّت دیکھا کہ وہ بکری پھر کبھی نہیں سوکھی۔

فیضِ نبوّت کے ان چشموں کو دیکھو کہ کس طرح سے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب کہ مسلمان انتہائی فکر و فاقہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی بھوک اور پیاس بجھاتے تھے۔ اور کملی والے آقا کے دستِ کرم پہ غور کرو کہ کس طرح مسلمانوں کی تنگی و عسرت اور غربت و مفلسی میں دستگیری اور حاجت روائی فرماتے رہے کبھی نرم و نازک انگلیوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے اور کبھی فیضِ نبوّت سے تھوڑی سی شے میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا تھا۔ اور ہوتا بھی کیوں نہ جب کہ کملی والے نے خود ارشاد فرمایا کہ وَاللّٰہُ مُعْطِیْ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ۔ کہ خدا مجھے دیتا ہے اور پھر ان تمام خزانوں کو میں تقسیم کرتا ہوں۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۰۸ ۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۰ —
کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ کہ تحقیق مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۲ — حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا — وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ — کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے سونے اور چاندی کے خزانے عطا کئے گئے ہیں تو جب امام الانبیاء علیہ السلام خدا تعالےٰ کے زمین و آسمانوں کے تمام خزانوں کے مالک

ومختار تھے اور جب خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے ان تمام خزانوں کو تقسیم کرنے والے بھی حضور علیہ السلام خود ہی ہوں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کسی تنگدست کی تنگدستی اور کسی مفلس کی مفلسی یا کسی غریب کی غربت اور کسی حاجت مند کی حاجت فیضِ نبوت کے بھرپور خزانوں سے پوری نہ ہوتی۔ جس کی صورتیں مختلف تھیں۔

کبھی آپؐ کی نرم ونازک انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبل آتے تھے اور کبھی آپؐ کی دُعا و برکت سے تھوڑی سی شے بھی ہزاروں کی خوراک بن جاتی تھی اور کبھی آپؐ کے دستِ کرم کے چھو جانے سے سیاہ رنگ والے یوسفِ ثانی بن جاتے تھے۔ اور یہ فیضِ نبوت صرف اُن کے لئے ہی محدود نہ تھا بلکہ اس برکتِ الٰہی سے وہی لوگ ہی مستفید نہیں ہوتے تھے بلکہ آج بھی اور قیامت تک جس کو جو بھی ملتا ہے سب اسی کملی والے کا صدقہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمِ غیب

علمائے حق اہلِ سنّت والجماعت۔ متکلّمین۔ متقدمین۔ متاخرین اور تمام مفسرین کا یہ متفقہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے علومِ غیبیہ کے تمام کلی وجزوی اُمور کا امام انبیاء حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل سے لے کر آخر تک۔ ابتداء سے لے کر انتہا تک اور ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیامِ قیامت تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے کا کلی طور پر علم رکھتے تھے۔ قرآنِ پاک اور احادیثِ رسُولِ اکرم علیہ السلام اہلِ سنّت والجماعت کے اس مسلکِ حق کی تائید کرتی ہیں۔

پارہ ۲۹ سورۃ الجن۔ آیت ۲۶-۲۷ ــــ "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔"

وہ جاننے والا ہے غیب کا پس وہ کسی کو غیب عطا نہیں کرتا۔ مگر رسُولوں میں سے جس رسُول پر وہ راضی ہو۔ یعنی جس رسُول کو علمِ غیب عطا کرنے کے لیے وہ پسند کرے۔ قرآنِ پاک کی یہ آیت مقدس اس بات کی پوری اور قوی دلیل ہے کہ خُدا تعالیٰ نے اپنے محبُوبِ پاک علیہ السّلام کو علومِ غیبیہ سے کلی طور پر مطلع فرما دیا تھا۔ کیوں کہ قرآنِ پاک کی اس آیت میں کسی رسُول کو علمِ غیب عطا کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جس پر میں راضی ہوں اور اس میں کوئی شک وشُبہ باقی نہیں ہے۔ کہ خداوندِ کریم اپنے محبُوبِ پاک علیہ السّلام پر راضی

ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس رضا کو تمام فرشتے تسلیم کرتے ہیں اور قرآنِ مجید کی آیات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً

پارہ ۲ سورۃ البقر آیت ۱۴۴۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۔ کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ہم تیری مرضی کے مطابق قبلہ تبدیل کر دیں گے اور پھر ایسا کیا گیا کہ نماز کی حالت میں ہی کملی والے نے اپنی مرضی سے جدھر کو منہ موڑا خدا نے قبلہ بھی ادھر ہی کر دیا۔

پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ۔ آیت ۵ ــــ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ــــ اور اے میرے محبوب علیہ السلام قیامت میں تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵ ــــ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ يَا مُحَمَّدُ وَكُلُّ اَحَدٍ يَطْلُبُ رِضَائِىْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَكَ فِى الدَّارَيْنِ" ــــ

کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کملی والے محبوب دنیا کی ہر چیز میری رضا چاہتی ہے اور میں دونوں جہانوں میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اس جہان میں تحویل قبلہ اور اس جہان میں گنہگار اُمت کی بخشش۔

پارہ ۴ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۷۹۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ۔

کہ اللہ تعالیٰ تم کو علمِ غیب سے مطلع نہیں کرتا۔ مگر وہ رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے اس کے لئے چن لیتا ہے۔ قرآنِ پاک کی مختلف سورتوں میں اس حقیقت کا کھل کر اظہار کیا گیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی زبانِ پاک

سے گزشتہ انبیاء علیہم السّلام پچھلی اُمتوں اور عہدِ ماضی کے واقعات اور ہوتے تھے اور لسانِ رسالت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور علیہ السّلام نے قیامت تک ہونے والی باتیں بھی بتائی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گزشتہ واقعات اور آئندہ کے حالات کی جو خبریں دی ہیں اُن کے حصول کا ذریعہ کیا تھا۔ تو یہ ایک حقیقت ہے کہ ان واقعات و حالات سے واقفیت اور علم حاصل کرنے کے تین ہی طریقے اور ذریعے انسان کے ہاتھ میں ہیں۔

پہلا یہ کہ جو آدمی کسی گزرے ہوئے واقعہ کی اطلاع دے رہا ہے وہ اس واقعہ کے وقوع کے وقت وہاں موجود ہو۔

دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ واقعہ بیان کرنے والے نے وہ واقعہ کسی کتاب میں پڑھا ہو۔

تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ اس نے وہ واقعات دوسروں سے سُنے ہوں۔ مگر کملی والے آقا علیہ السّلام اطلاع اور حصولِ علم کے ان تینوں ذرائع سے محروم تھے پہلا ذریعہ تو ظاہر ہے کہ مفقود تھا کیوں کہ قرآنِ پاک نے حضرتِ آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے لے کر حضور علیہ السّلام کی ولادت تک کے کم و بیش تمام واقعات و حالات بیان کئے ہیں اور چونکہ یہ واقعات آپ کی پیدائش سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے اس لئے آپؐ کے پاس ان کے علم کا کوئی ظاہری ذریعہ نہ تھا۔ اسی لئے قرآنِ پاک نے متعدد مواقع مثلاً حضرتِ مریم اور حضرتِ ذکریا علیہ السّلام کے قصہ میں کہا ہے۔

پارہ ۳ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۴۴ — وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ —

کہ اے میرے محبوب پاکؐ تو ان کے پاس اس وقت ظاہری طور پر موجود

نہیں تھا۔ جب وہ اپنا اپنا پانسہ ڈال رہے تھے۔ کہ مریم کی کفالت کون کرے گا۔
اور نہ تو ان کے پاس اس وقت موجود تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ارشاد ہوتا ہے۔

پارہ ۲۰ سورۃ القصص۔ آیت ۴۴-۴۵ — وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ

اور آگے ہے :-

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا

اور آگے ہے :-

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا۔

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام جب ہم نے حضرتِ موسیٰ کو اپنا حکم سنایا تو تُو اس وقت مغربی گوشہ میں ظاہری طور پر موجود نہ تھا۔ اور نہ تو اہلِ مدین میں قیام پذیر تھا۔ کہ ان کو آیات الہٰی پڑھ کر سناتا اور نہ ہی تو اس وقت گوشۂ طور میں موجود تھا۔ جب ہم نے حضرتِ موسیٰ کو آواز دی۔

حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

پارہ ۱۳۔ سورۃ یوسف آیت ۱۰۲ — وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ۔

کہ اے میرے محبوب علیہ السلام تو اس وقت ان میں ظاہری طور پر موجود نہ تھا جب کہ وہ آپس میں مکر و فریب کرنے کے لئے مشورے کر رہے تھے۔

قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس کسی واقعہ کے علم ہونے کا پہلا ذریعہ کہ اس واقعہ کے وقوع کے وقت موجود ہو نہیں تھا۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ کتاب سے پڑھ کر علم حاصل کیا جاوے

تو قرآنِ پاک نے اس کی بھی نفی کردی۔

پارہ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت ۴۸ ـــ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْ مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ؕ

کہ اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھ کر سناتا تھا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے تو اس کو لکھتا تھا۔ علم ہونے کی تیسری صورت یہ تھی کہ دوسروں سے سن کر علم حاصل کیا جاوے مگر قرآنِ پاک نے اس کی بھی نفی کردی۔

پارہ ۱۲ سورۃ ھود آیت ۴۹ ـــ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۔

کہ اے میرے محبوب تو اور تیری قوم اس سے پہلے آگاہ نہ تھی۔

نبی کریم علیہ السلام کی جو زندگی مکہ مکرمہ میں گزری اور سفرِ تجارت میں قریش کے شامی قافلوں کے ساتھ جو زمانہ بسر ہوا۔ اس کا ایک ایک واقعہ قریش کے سامنے تھا۔ جب آپؐ مکہ میں تھے تب بھی قریش کے مجمع میں تھے اور جب کبھی مکہ سے باہر گئے تو بھی قریش ہی کے جھرمٹ میں رہتے۔ اس لئے آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ پوشیدہ نہ تھا۔ اگر آپؐ نے کسی سے کوئی ظاہری تعلیم پائی ہوتی تو مجنوں۔ ساحر۔ کاہن اور مکلی والے پر شاعر ہونے کا الزام لگانے کی طرح وہ اس الزام کا اظہار بھی کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے ایسا الزام کبھی نہیں لگایا تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ پاک ظاہری تعلیم کے عیب سے پاک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں کوئی اُستاد نہیں ہے تو جب شہنشاہِ کون و مکان گزشتہ واقعات کے وقت موجود بھی نہ تھے اور جب آپؐ نے گزرے ہوئے واقعات کو کسی کتاب میں بھی نہیں پڑھا تھا اور

جب آپ نے عہدِ ماضی کے واقعات وحالات کسی سے سُنے بھی نہ تھے - اور پھر کملی والے آقا ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات وحالات بتلا رہے ہیں تو پھر یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے -

سورۃ یوسف اور سورۃ ھود اور سورۃ آلِ عمران میں جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کے ان واقعات کے وقت وہاں موجود نہ ہونے کے متعلق بیان فرمایا ہے وہاں اسی کے ساتھ آیات کے ابتداء میں یہ اعلان بھی کر دیا کہ

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ اِلَيْكَ ــــ اور

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا اِلَيْكَ ــــ اور

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ اِلَيْكَ

اور ان تینوں آیتوں کا مفہوم ومعنی یہ ہے کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام اگرچہ گزشتہ واقعات کے وقت تو وہاں موجود نہیں تھا - مگر پھر بھی ان تمام واقعات کا علم بذریعہ غیب کے تجھے عطا کر دیا گیا ہے اور آیتوں کا معنیٰ بھی یہی ہے کہ اے محبوب یہ غیب کی خبریں ہیں - جو تیری طرف وحی کی جا رہی ہیں -

پارہ ۵ - سورۃ النساء - آیت ۱۱۳ ــــ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ــــ اور اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ہم نے تجھ کو ہر چیز کا علم عطا کیا جو تو نہیں جانتا تھا -

اب اگر پاکستان کا جدید مُلّا یہ کہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم نہیں تھا کہ کسی کے پیٹ میں کیا ہے - یا بارش کب برسے گی - یا کس نے کہاں اور کب مرنا ہے اور یا قیامت کب آئے گی - تو اگر بفرضِ محال ایک وقت کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ نبی کریم علیہ السلام کو ان کا علم نہیں تھا تو پھر بھی یہ ماننا پڑے گا کہ کملی والے آقا ان تمام چیزوں کو جانتے تھے - کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ جو تو نہیں جانتا تھا ہم نے

تجھ کو اس کا علم دے دیا ہے۔ غرضیکہ جس چیز کا حضور علیہ السلام کو نہیں تھا اس چیز کا بھی علم خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو دے دیا تھا۔ کیوں کہ مَا عموم کے لئے ہے۔

پارہ ۲۰۔ سورۃ النمل آیت ۷۵۔ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ـــــ اور زمین و آسمانوں کا کوئی غیب ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید میں مذکور نہ ہو۔

امام الانبیاء علیہ السلام کے عالِم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ہونے پر قرآنِ پاک کی متذکرہ بالا آیت ایک روشن دلیل ہے۔ کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ زمین و آسمان کا ہر غیب قرآن پاک میں مذکور ہے۔

پارہ ۷۔ سورۃ الانعام۔ آیت ۵۹۔ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ اور دنیا کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی شے اس کتاب پاک میں موجود ہے۔

پارہ ۲۷ سورۃ القمر۔ آیت ۵۳۔ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ اور کائنات کی ہر چھوٹی اور ہر بڑی چیز اس قرآن پاک میں لکھی ہوئی ہے۔

جب قرآن پاک میں زمین و آسمانوں کے تمام غیب اور کائنات کی ہر چھوٹی اور بڑی اور خشک و تر اشیاء لکھی ہوئی ہیں اور مذکور ہیں۔ تو پھر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے عالِم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ہونے میں کون سا شک اور شبہ باقی رہ جاتا ہے کیونکہ جس قرآن پاک میں زمین و آسمان کے تمام غیب اور دین و دنیا کی تمام چیزیں مذکور ہیں وہ قرآنِ پاک خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو اس وقت سکھا دیا اور پڑھا دیا تھا۔ جب کہ فطرتِ الٰہیہ نے ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تصور بھی نہیں فرمایا تھا اور خدا تعالیٰ نے اس کا اعلان قرآنِ پاک کے مقدس الفاظ میں اسطرح

فرما دیا۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۔ کہ رحمٰن ہے وہ جس نے اپنے محبوب پاک کو پہلے قرآن پڑھایا اور پھر انسان کو بنایا یعنی تعلیم قرآن پہلے ہے اور تخلیق انسان بعد میں۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ ۔ مشکوٰت شریف ۔ ترمذی شریف جلد ۲ ۔۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَہَا وَمَغَارِبَہَا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے تمام زمین کو لپیٹ کر میرے سامنے کر دیا پس میں نے اس کے مشرق و مغرب کی ہر چیز دیکھ لی۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۶۹-۷۰ ۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِش قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب پاک کیا تو جانتا ہے کہ فرشتے کس بات پر جھگڑتے ہیں۔ تو میں نے عرض کی کہ اے میرے اللہ تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو پھر۔

" فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "

خدا تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے شانوں پر رکھا یہاں تک کہ دستِ قدرت کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے مبارک میں محسوس کی ۔ پس زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا مجھے علم ہو گیا۔ تو متذکرہ بالا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبوی سے خدا تعالیٰ کا

اپنے محبوب پاکؐ کو علمِ غیب کلی عطا کرنا ثابت ہے اب خدا کا عطا کرکے پھر واپس لے لینا یہ پاکستان کا جدید مُلّا ثابت کرے۔

تفسیر خازن جلد اوّل صفحہ ۴۲۹۔ حضرت علامہ علی ابن محمد بن ابراہیم بغدادیؒ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یعنی مِنْ اَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَاُمُوْرِ الدِّيْنِ وَمِنْ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَضَمَائِرِ الْقُلُوْبِ وَمِنْ اَحْوَالِ الْمُنَافِقِيْنَ وَكَيْدِهِمْ ـــ یعنی اس سے شریعت کے احکام اور دین کے لوازمات اور چھپے ہوئے بھید اور دلوں کے راز اور منافقین کے حالات اور ان کے مکر و فریب مراد ہیں۔ گویا کہ یہ تمام امام الانبیاء علیہ السلام اچھی طرح جانتے تھے۔

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۵ وَاَمَّا مَعْرِفَتُهُ ذَالِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِطِّلَاعِ مِنَ الْغَيْبِ فَهُوَ مِنْ خَوَاصِّ الْاَنْبِيَاءِ ؕ

حضرت علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام واقعات کا جاننا اور پہچاننا علم غیب کے طریقے سے ہے کیوں کہ علمِ غیب تمام انبیاء علیہم السّلام کا خاصہ ہوتا ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد اوّل صفحہ ۱۷۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالٰی مشکوٰت شریف کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ـــ (عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلّی و احاطہ آں) ـــ کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السّلام کو تمام جزوی و کلّی علوم غیبیہ حاصل تھے۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۱۸۵ ـ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے مجھے صدقۂ فطر کے دانے دکھیر فرمایا کہ چوں کہ یہ غریبوں مفلسوں۔ یتیموں اور بیواؤں کا مال ہے اس لئے ان کی حفاظت کرنا۔ حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں ان دانوں کو گھر لے آیا اور حضور علیہ السلام کے ارشادِ عالی کے مطابق ان کی حفاظت کرنے لگا۔ لیکن جب آدھی رات ہوئی تو ایک چور آیا اور کچھ دانے لے کر جانے لگا تو میں نے پکڑ لیا اور پھر میں نے کہا۔

لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ اِنِّىْ مُحْتَاجٌ وَّ عَلَىَّ عِيَالٌ وَّ لِىْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ۔

کہ میں تجھے صبح نبی کریم علیہ السلام کے پاس لے جاؤں گا (تاکہ تیرے ہاتھ کاٹے جائیں) تو اس چور نے کہا کہ میں بہت ہی محتاج ہوں میرے بچے بھوکے ہیں اور میں بہت ہی حاجت مند ہوں۔ اس لئے مجھ پر رحم کرو اور مجھے چھوڑ دو۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے رحم آگیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ صبح کو میں رسولِ اکرم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ وہ رات والا چور کہاں ہے؟ غور کرو کہ آدھی رات کے وقت بند کمرے میں چور تو ابوہریرہ کے گھر آتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام اپنے حجرۂ اقدس میں تشریف فرما ہیں مگر صبح اس رات کو آنے والے چور کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میں نے چور کو پکڑ لیا تھا مگر اس نے بچوں کے بھوکے ہونے اور شدید حاجت کی شکائت کی تو مجھے رحم آگیا۔ اور میں نے چھوڑ دیا۔ لیکن وہ وعدہ کر گیا ہے کہ پھر نہیں آؤں گا۔ تو کملی والے نے مسکرا کر فرمایا اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ — کہ وہ تیرے سامنے جھوٹ بول کر اپنی جان بچا گیا ہے۔ وہ کل پھر آئے گا۔ غور کرو کہ جو کچھ رات کو ہوا کملی والے نے وہ بھی بتا

دیا۔ اور جو کل رات کو بھنے والا ہے حضور علیہ السلام نے وہ بھی تبادیا تو پھر بے ادبوں سے پوچھو کہ غیب کس کو کہتے ہیں۔ تو حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ـــ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام ـــ کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ چور پھر آئے گا۔ کیوں کہ کملی والے کی زبانِ پاک سے نکل چکا تھا کہ وہ کل پھر آئے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ اگلی رات کو وہ چور پھر آ گیا اور میں نے پھر پکڑ لیا اس نے پھر رحم کی اپیل کی اور میں نے اس کی رحم کی اپیل منظور کرتے ہوئے اسے پھر چھوڑ دیا اور صبح پھر کملی والے نے پوچھا کہ رات والا چور کہاں ہے میں نے ساری بات سنا دی تو کملی والے آقا نے پھر فرمایا کہ وہ آج پھر آئے گا۔ چنانچہ رات کو وہ چور پھر آ گیا۔ اور میں نے اسے پھر پکڑ لیا۔ تو اب کی دفعہ اس نے کہا دَعْنِیْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ ـــ کہ اے ابوہریرہؓ مجھے چھوڑ دے اور میں تجھے ایک وظیفہ بتاتا ہوں کہ تیرے کام آئے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پہلے تو میں حیران ہوا کہ یا الٰہی یہ کیسا چور ہے۔ جو چوری بھی کرتا ہے اور وظیفے بھی سکھاتا ہے پھر میں نے پوچھا کہ وہ وظیفہ کیا ہے؟

تو اس نے کہا۔

اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ اٰیَةَ الْكُرْسِیِّ فَاِنَّكَ
لَنْ یَّزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ

کہ جب تو رات کو سونے لگے تو پہلے آیت الکرسی پڑھ لیا کرنا اس سے تو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور ساری رات تیرے قریب شیطان نہیں آئے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح میں پھر کملی والے کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ وہ رات والا چور کہاں ہے۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ وہ چور عجیب ہے کہ چوری بھی کرتا ہے اور وظیفہ بھی بتاتا

ہے۔ اور پھر میں نے وہ رات والا آیۃ الکرسی والا وظیفہ حضور علیہ السلام کو سنایا تو کملی والے نے فرمایا کہ اب وہ چور نہیں آئے گا۔ اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے کہ وہ کون تھا تو میں نے عرض کی نہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ذَالِکَ الشَّیْطَانُ کہ وہ شیطان تھا اس حدیث پاک پر ذرا غور و تدبر کیا جائے تو کئی ایک حقائق کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ جو کچھ رات کو حضرت ابوہریرہ کے گھر ہوا وہ کملی والے نے بتا دیا۔ اور پھر جو کچھ رات کو ہونے والا تھا وہ بھی بتا دیا۔ اور دوسرے یہ کہ اس سے صحابۂ کرام کے عقیدے اور ایمان پر جو کہ وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے متعلق رکھتے تھے پوری پوری روشنی پڑتی ہے کیونکہ جب سیّد المرسلین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ چور رات کو پھر آئے گا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں فَعَرَفْتُ اِنَّہٗ سَیَعُوْدُ کہ میں نے جان لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی کوئی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوتی۔ اور اس کو یقین آتا بھی کیوں نہ کیوں کہ ابوہریرہ کملی والے کے سچے غلام تھے۔ کوئی پاکستان کا جدید ملّا نہیں تھا۔

اور اگر نعوذ باللہ ان کو بھی حضور علیہ السلام کے غیب جاننے میں کوئی شک ہوتا تو وہ کہہ دیتے کہ یا رسول اللہ علیہ السلام آپ رات کو ہونے والی بات کی اطلاع دے رہے ہیں۔ اور یہ علمِ غیب ہے اور غیب تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

اور تیسری حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ کبھی شیطان بھی انسانی لباس میں آکر وظیفے بتاتا ہے۔ اس طرح یہ بد عقیدہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔ اور نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب کا انکار بھی کرتے ہیں۔

غور کرو کہ جب نبی کریم علیہ السلام ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انسانی لباس میں شیطان کو نہ پہچان سکے تو پھر آج کل کے سادہ

دل اور بھولے بھالے سُنّی اس کو کیسے پہچان سکتے ہیں۔ اور پہچانا بھی کیسے جا سکے کیوں کہ چور اگر اپنے اصلی روپ میں آئے تو پہچانا جا سکتا ہے لیکن اگر وہ ہاتھوں میں تسبیح اور ماتھے پر محراب ڈال کر آئے تو پھر اس کو پہچاننا بہت مشکل ہے اور پھر چور بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سامان کے چور اور دوسرے ایمان کے چور۔ اور سامان کے چوروں سے ایمان کے چور خطرناک ہوتے ہیں۔ کیوں کہ سامان چوری ہو جاوے تو مل سکتا ہے۔ لیکن اگر ایمان چوری ہو جائے تو پھر واپس آنا مشکل۔ ایمان کے چور یعنی شیطان کی چند ایک علامتیں جو قرآن و حدیث نے بیان کیں ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیے تاکہ اس کے دام مکر و فریب اور ضلالت و گمراہی کے جال سے اپنے آپ کو بچایا جا سکے۔

پارہ ۱۴۔ سورۃ الحجر آئیت ۲۹-۳۰ خداوندِ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک مٹی کا مقدّس مجسّمہ حضرتِ آدم علیہ السّلام کی صورت میں بنانے لگا ہوں۔ پس جس وقت میں اس کو مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں پھر اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے یہ سب کچھ کرنے کے بعد فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس آدم کو سجدہ کرو تو حکمِ خداوندی کو سن کر بغیر کسی تامل کے تمام فرشتے حضرتِ آدم علیہ السّلام کے قدموں میں ادب و تعظیم کرتے ہوئے جُھک گئے مگر شیطان اکڑ گیا قَالَ یٰاِبْلِیْسُ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ـــ تو خدا نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ تو شیطان نے جواب دیا۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ ـــ کہ میں ایک بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں۔

پارہ ۲۳۔ سورۃ ص۔ آئیت ۷۵ قَالَ یٰاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔

اور جب خداوند کریم نے شیطان سے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے کس چیز نے اس کو

سجدہ کرنے سے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا تو شیطان نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ۔۔۔ کہ میں اس آدم سے اچھا ہوں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بے ادبی و گستاخی کی بناء پر شیطان کو اپنے دربار سے نکال کر قیامت تک کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا۔

غور کرو کہ شیطان نے ایسی توحید پرستی کا مظاہرہ کیا کہ کسی غیر اللہ کے آگے نہ جھکا چاہیئے تو یہ تھا کہ خُدا کی طرف سے اس توحید پرستی کے صلہ میں کوئی انعام و اکرام یا کوئی مرتبہ اور درجہ عطا ہوتا ۔ مگر بجائے اس کے اس کو دربار سے نکال دیا گیا اور اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا ۔ کیوں ؟

صرف اس لئے کہ خُدا تعالیٰ کو اپنے نبی کی بے ادبی و گستاخی اور توہین و تحقیر منظور نہ تھی ۔ ۔ تو پھر شیطان نے درخواست کی کہ مجھے قیامت تک زندہ رکھنا تا کہ میں تیرے بندوں کو دائیں اور بائیں سے ، آگے اور پیچھے سے اور ہر طریق سے گمراہ کرتا رہوں گا اور ایمان کے چور یعنی شیطان نے آج تک ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو گمراہ کر کے ان کے دین و ایمان پر ڈاکے ڈالے اور اس کے گمراہ کرنے کا طریقہ بھی بڑا عجیب ہے یعنی وہ اپنے تجربے کی بناء پر کسی مسلمان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ نبی تمہاری مثل ہی ایک بشر ہے اور پھر ایمان کے چور یعنی شیطان کی تبائی ہوئی یہی بات رفتہ رفتہ اس مسلمان کا ایک عقیدہ بن جاتی ہے ۔ جس کی وجہ سے اس کی کشتِ دین و ایمان برباد ہو کر رہ جاتی ہے ۔

اور گمراہ کرنے کے لئے وہ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ والی بات اس لئے کسی کے دل میں پیدا کرتا ہے کہ اس کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے کہ مجھے خدا نے توحید پرست ہونے کے باوجود محض اس بناء پر میرے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السّلام کو ایک بے اختیار بشر کہہ دیا تھا ۔ تو یہی وجہ کسی کو گمراہ کرنے کا بھی ایک

ذریعہ ہے۔

نزہت المجالس جلد۲ صفحہ ۱۴۴۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان سے کنارے پر لگی تو شیطان آ گیا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تو کون ہے؟ تو شیطان نے کہا کہ میں ابلیس ہوں تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ تُو کیا چاہتا ہے؟ تو شیطان نے کہا اَطْلُبُ لِی مِنْ رَبِّكَ التَّوبَۃَ — کہ خدا تعالیٰ سے مجھے معافی لے دے اور میں توبہ کرتا ہوں۔ خدا سے کہو کہ میری توبہ قبول کرے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے مولا تو بھی جانتا ہے کہ شیطان معافی مانگ رہا ہے۔ تو خُدا تعالےٰ نے فرمایا اَنْ یَاتِیَ قَبْرَ اٰدَمَ فَسَجَدَ لَہٗ — کہ اسے کہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر سجدہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے حکمِ خداوندی شیطان کو سنایا تو وہ کہنے لگا — مَا اِذَا سَجَدْتُ لَہٗ حَیاً فَکَیْفَ اَسْجُدُ لَہٗ مَیتاً — کہ میں نے تو زندے کو سجدہ نہیں کیا تھا تو اب مردے کو کیوں سجدہ کروں۔

غور کرو کہ یہ ایمان کا ڈاکو کتنا لعین ہے کہ نبی کو مردہ کہہ رہا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بیت المقدس جائے یا خانے کعبے جائے بلکہ حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پہ جائے کیوں؟

اس لیئے کہ خدا تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ چوں کہ یہ قبروں کا دشمن ہے اس لئے اس نے قبر پہ جانا نہیں اور میں نے معاف کرنا نہیں۔ تو اگر حضرتِ آدم علیہ السلام کی قبر پاک پہ جانے سے شیطان لعین کی توبہ قبول ہو سکتی ہے تو ایک گنہگار مسلمان کی کملی والے کے روضۂ انور پہ جانے پر کیوں گناہ معاف نہیں ہوتے۔

مندرجہ بالا تشریحات سے ایمان کے ڈاکو شیطان کی نشانیاں یہ ہوئیں کہ وہ نبی

کو ایک بے اختیار اور عام انسانوں جیسا کمزور ایک بشر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو نبی سے اچھا سمجھتے ہوئے اس کا ادب و احترام نہیں کرتا اور نبی کو مردہ سمجھتا ہے اور اس کی قبر پر جانا شرک سمجھتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے ایمان کے ڈاکوؤں سے بچیں۔

مشکوٰت شریف ص۵۴۳۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۲۔ حضرت عمرو بن ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

عَلَّیٰ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْفَجْرِ وَ صَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَخَطَبْنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبْنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا وَاَحْفَظُنَا

کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پاک پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا پھر حضور علیہ السلام نیچے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پاک پر کھڑے ہو گئے پھر خطبہ ارشاد فرمانے لگے یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا پھر حضور علیہ السلام اترے اور عصر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس امام الانبیاء علیہ السلام نے جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ پس ہم نے معلوم کر لیا اور یاد بھی کر لیا اور ترمذی شریف میں حضرت سعید الخدری فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ ــــ پس قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نبی کریم علیہ السلام نے نہ چھوڑی کہ ہم کو نہ بتا دی۔

بخاری شریف جلد اول صـ ۷۷-۱۹ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۶۳

عَنْ اَنَسْ اِبنِ مَالِكٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى هُمْ صَلوٰةَ الظُّهْرِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سورج ڈھلنے پر باہر تشریف لائے اور ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اور سلام پھیرنے کے بعد آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور قیامت کا ذکر شروع فرمایا اور فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَسْئَلِنِیْ عَنْ شَيْئٍ فَلْيَسْئَلْنِیْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَيْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا

کہ جو پسند کرتا ہے کہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے تو وہ ضرور سوال کرے مجھ سے پس اللہ کی قسم تم کوئی ایسا سوال نہ کرو گے کہ میں اپنے اس مقام پر کھڑے کھڑے اس کی خبر دوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام بیان فرما رہے تھے اور لوگ رو رہے تھے۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے جاتے تھے سَلُوْنِیْ کہ مجھ سے پوچھو ـــ

فَقَامَ عبدُ اللّٰه ابنِ حذافة فَقَالَ مَنْ ابی یا رَسُوْلَ اللّٰه عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ اَبُوْكَ حَذَافَةُ ـ

تو عبد اللہ ابن حذافہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے۔ اور کملی والے آقا اور فرما رہے تھے سَلُوْنِیْ کہ مجھ سے پوچھو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ ہم اپنے رب۔ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہوئے۔ حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے اور فرمایا

"وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِیْ عَرَضِ ھٰذَا الْحَائِطِ"

کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھ پر اس وقت جنّت اور دوزخ پیش کی گئیں اس دیوار کے پیچھے یہ الفاظ حدیثِ پاک میں مذکور ہیں۔ صُوِّرَتْ لِیَ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ فَرَاَیْتُھُمَا دُوْنَ ھٰذَا الْحَائِطِ۔ کہ اس دیوار کے پیچھے میرے لئے جنت اور دوزخ کو ظاہر کیا گیا۔ پس میں نے دونوں کو دیکھا۔

پاکستان کے جدید ملّا کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کے دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں تھا۔ اور کملی والے آقا فرما رہے ہیں کہ میں نے دیوار کے پیچھے جنت و دوزخ کو دیکھا اور دیوار کے پیچھے حضور علیہ السّلام نے اس لئے ہی فرمایا کہ نبی کریم علیہ السّلام کو یہ بھی پتہ تھا کہ میرے بعد ایسے بدعقیدہ لوگ پیدا ہو جائیں گے کہ وہ کہیں گے کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۹۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۳ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے موقع پر جب مسلمانوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ علیہ السّلام خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ ــــ کہ کل میں اس کو جھنڈا عطا کروں گا کہ خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح نصیب کرے گا۔ اور پھر یہ سعادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئی۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ ــ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ

عَلَی الْاَرْضِ ھٰہُنَا ھٰہُنَا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے جنگِ بدر کے موقعہ پر اپنے دستِ مبارک سے زمین پر نشان لگا دیئے اور فرمایا کہ یہاں، فلاں مرے گا اور یہاں فلاں مرے گا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جس جگہ پر حضور علیہ السلام نے جس کے لئے نشان لگایا تھا وہ وہیں مرا۔ آج کل کے بدعقیدہ لوگ کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کوئی کہاں مرے گا۔ اور کب کب مرے گا۔ مگر کملی والے آقا نے جنگِ بدر کے موقعہ پر یہ بھی بتا دیا کہ کون کب مرے گا اور کہاں پر مرے گا۔

شمائل ترمذی شریف صفحہ ۱۰۱ — عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَوَّلَ رَجُلٍ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَاٰخِرَ رَجُلٍ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو آدمی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا میں اُن کو جانتا ہوں — یُؤْتٰی بِرَجُلٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ — کہ ایک آدمی قیامت کے دن دربارِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ فلاں فلاں عمل تو نے کیا ہے تو — وَھُوَ مُقِرٌّ لَا یُنْکِرُ — اور وہ اقرار کرے گا اور انکار نہ کرے گا۔ فَیُقَالُ اَعْطُوْہُ مَکَانَ کُلِّ سَیِّئَۃٍ عَمِلَھَا حَسَنَۃً — پس اس کی ہر بدی نیکی میں تبدیل کر دی جائے گی۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ کملی والے آقا جب یہ فرما رہے تھے تو مسکرا رہے تھے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۹۲ ۔ مشکوٰات شریف صفحہ ۴۶۷ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے قیامت کی نشانیاں اور آخری زمانے میں مسلمانوں کی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر فارس کے دس جاسوس زمین پر بہتر ہوں گے اور فرمایا اِنِّی لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَهُمْ وَاَسْمَاءَ اٰبَائِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُولِهِمْ ــــ کہ تحقیق میں ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام بھی جانتا ہوں۔ اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بھی پہچانتا ہوں اور جانتا ہوں۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۴۵۳ ۔ مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۹۰

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهِ ذَالِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ وَحَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ وَمَنْ نَسِيَهٗ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک مقام پر نبیؐ کریم ہم میں کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بتادیا اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس جس نے یاد کرلیا سو کر لیا۔ اور جس نے بھلا دیا سو بھلا دیا۔

مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۲۹۶ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتی ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام کی زندگی میں سورج گہن ہوا تو حضور علیہ السلام نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور پھر ارشاد فرمایا رَاَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْئٍ وُعِدْتُمْ ــــ کہ میں اس مقام پر ہر اُس چیز کو دیکھ رہا ہوں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۱ ۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ مجھے حضرت اُمِّ الفضل نے کہا کہ مجھے حضور علیہ السلام ملے تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِ فَاْتِیْنِیْ بِہٖ ـــ کہ اے امّ الفضل تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ پس جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ جب لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کو نبیؐ کریم علیہ السلام کے پاس لائی۔ پس حضور علیہ السلام نے اس کے کانوں میں آذان دی اور اقامت کہی اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ یہ کئی خلفاء کا باپ ہوگا۔

حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ الْمَھْدِیُّ حَتّٰی یَکُوْنُ مِنْھُمْ مَنْ یُّصَلِّیْ بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ ۔

اور یہاں تک کہ سفاح بھی انہیں سے ہوگا۔ اور مہدی بھی انہیں سے ہوگا اور انہی سے وہ لوگ ہوں گے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۳۶ ۔ حضرتِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے اور آپؐ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔

فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَا اَنَّ الْکِتَابَانِ فَقُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ یَدِہِ الْیُمْنٰی ھٰذَا الْکِتٰبُ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ فِیْہِ اَسْمَاءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ اَسْمَاءُ آبَاءِھِمْ وَقَبَاءِلِھِمْ ۔

پس حضور علیہ السلام نے ہمیں فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کی یا رسولؐ اللہ جب تک آپؐ نہ بتائیں ہمیں کیا خبر، تو رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان

کے باپوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور یہ کتاب جو میرے بائیں ہاتھ میں ہے اس میں دوزخیوں کے نام اور ان کے باپوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں۔ فَلَا یُزَادُ فِیہِمْ وَلَا یَنْقُصُ مِنْہُمْ اَبَدًا کہ اب ان میں نہ کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی زیادتی۔

۔بخاری شریف کتاب الجہاد صفحہ ۴۰۶ ۔ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۳۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ غزوہ حنین میں نبیؐ کریم علیہ السلام نے ایک آدمی کے متعلق فرمایا کہ یہ جہنمی ہے اور جب جنگ شروع ہوئی قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ ۔ تو وہ بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ اور زخم بھی بہت کھائے تو ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے تو کملی والے نے پھر فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ آخر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے خودکشی کر لی۔ تو صحابی دوڑتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ آقا آپؐ نے سچ فرمایا تھا۔ کیونکہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ قَتَلَ نَفْسَہٗ تو وہ نبی جو قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا علم رکھتا ہو اور جس کو یہ بھی علم ہو کہ دوزخی کون ہے اور جنتی کون اور جو غازیوں کے گھوڑوں کے رنگ بھی جانتا ہو اور جو دیوار کے پیچھے جنت دوزخ کا عینی مشاہدہ کرے اور جو کسی کے پیٹ کی حالت بتا دے کہ اس میں لڑکا ہے یا لڑکی اور جس کو یہ بھی علم ہو کہ اس نے کہاں مرنا ہے اور کب مرنا ہے غرضیکہ وہ نبی جو ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے حالات کے ذرے ذرے کا علم رکھتا ہو اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اسے تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا اور یہ کہنا کہ اسے اپنے متعلق پتہ نہیں تھا یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ نبی کریم علیہ السلام کو کوئی اور کسی چیز کا علم غیب نہیں تھا تو پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی علیہ السلام کا کلیتہً انکار کرنا پڑے

گا کیوں کہ ان کی تمام تفصیلات و تشریحات کملی والے آقا ہی نے بیان فرمائی ہیں مثلاً
مسلم شریف جلد اوّل ص۴۰۸ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۸-۴۶ ابن ماجہ شریف
صفحہ ۳۰۶-۳۰۸ مشکوٰات شریف صفحہ ۴۷۹ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت عبداللہ
ابن عمر و حضرت جابر و حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر و حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا :-

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ
حَکَماً عَدْلاً فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ
وَیَفِیْضُ الْمَالَ ثُمَّ قَالَ یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ
فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَیَمْکُثُ خَمْساً وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ
فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ نَاقُوْمُ اَنَا وَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ
بَیْنَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرَ ۔

کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اس میں
کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ تم میں ابن مریم حضرت عیسٰی علیہ السلام حاکم و عادل بن
کر دمشق کے مشرقی مینارہ بیضا پر سے نازل ہوں گے ۔ پس وہ صلیب کے توڑیں گے
اور خنزیروں کو قتل کریں گے جزیہ معاف کر دیں گے اور سخاوت عام کریں گے پس وہ
نکاح کریں گے اور اُن کے اولاد ہو گی اور وہ پینتالیس سال زندہ رہیں گے ۔ پھر وہ میری
قبر میں دفن ہوں گے ۔ پس میں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک ہی قبر سے اٹھیں گے ابوبکرؓ
اور عمرؓ کے درمیان ۔ پھر فرمایا یَقْتُلُ ابْنُ مَرْیَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ — کہ ابنِ
مریم دجال کو باب لد میں قتل کریں گے اور حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا
مشکوٰات شریف صفحہ ۴۷۰ ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۴۶ ابن ماجہ شریف
صفحہ ۳۰۹-۳۱۰ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود اور حضرتِ امِ سلمۃ حضرت سعید الخذری

اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ظہور مہدی کے متعلق بیان فرمایا۔ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِيْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا۔ ثُمَّ قَالَ الْمَهْدِيْ مِنْ … مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ يَمْلِكُ سَبْعِيْنَ سَنَةً۔

کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری اہل بیت سے ایک آدمی کو تمام عرب کا بادشاہ نہ بنایا جائے گا۔ اور اس کا نام بھی میرے نام پر ہوگا۔ اور اس کے باپ کا نام بھی میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ اور وہ تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اور فرمایا کہ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوگا اور وہ ستر (۷۰) سال حکومت کرے گا۔ غور کرو کہ جس طرح ختم نبوت ایک بنیادی عقیدہ ہے اور مسلمانوں میں اسلام و کفر کی تمیز پیدا کرنے والا ہے اسی طرح حیات عیسٰی علیہ السلام اور پھر نزول عیسٰی اور ظہور مہدی علیہ السلام بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہیں تو اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ مکی والے آقا کو کسی چیز کا علم غیب نہیں تھا۔ تو پھر متذکرہ بالا امور کی تمام تشریحات و تفصیلات جو رسول اکرم علیہ السلام نے فرمائی ہیں اور جن پر مسلمانوں کا اتفاق ہے تمام کی تمام بے معنی ہو کر رہ جائیں گی۔ اور ان عقائد کا انکار کرنے والا محض اس بنا پر انکار کر دے گا کہ قرآن ایسی تشریحات سے خاموش ہے۔ تو جس کا حیات عیسٰی علیہ السلام اور نزول ابن مریم اور ظہور مہدی پر ایمان ہے اور ان کے متعلق جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ان کی تمام جزئیات پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے لئے نبی کریم علیہ السلام کا تمام علوم غیبیہ کا عالم ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ اس لئے منکرین علم غیب یا تو حیات عیسٰی اور نزول ابن مریم اور ظہور مہدی کا انکار کریں اور اگر اسلام کے ان بنیادی عقائد پر ایمان

رکھتے ہیں۔ تو پھر کملی والے آقا کے علم غیب کو بھی تسلیم کرلیں۔

اور پھر ختم نبوت زندہ باد کہنے والوں سے پوچھا جاوے کہ قرآنِ پاک کی آیات کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبوی بھی ختم نبوت کے بنیادی اصول کو دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ مثلاً قرآنِ پاک نے تو صرف یہ اعلان کر دیا کہ میرا محبوب علیہ السلام خاتم النبیین ہے مگر اس جملے کی تمام تفصیلات و تشریحات حضور علیہ السلام نے بیان کی ہیں مثلاً کملی والے آقا نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے اور ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ مگر خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ مجھ پر نبوّت ختم ہو چکی ہے اور پھر فرمایا کہ میرے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنے والا کافر دجال ہے تو اسلام کے اس عقیدے پر ایمان رکھنے والا مسلمان بھلا حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کا کیسے منکر ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ختم نبوت کے موضوع پر تقریریں کرنے والے جب یہ مقام بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور کملی والے نے فرمایا ہے کہ میرے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنے والا کافر اور دجّال ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھ پر نبوّت ختم ہو چکی ہے۔ یہ سب کچھ بیان بھی کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے غیب دان ہونے کا انکار بھی کرتے ہیں۔ تو ان کو چاہیئے کہ یا تو ختم نبوّت کا نعرہ لگانا چھوڑ دیں اور پھر کملی والے کے غیب کو تسلیم کرلیں۔

پارہ ۳ سورۃ آلِ عمران آیت ۴۹۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی نبوت کے دلائل قوم کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ دلیل بھی دی — وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ — کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ چھپا کے رکھتے ہو میں وہ سب کچھ جانتا ہوں۔ اور سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۲ ــــ "اَنَّهٗ عَلَیْہِ السَّلَام کَانَ مِنْ اَوَّلِ اَمْرِہٖ یُخْبِرُ عَنِ الْغُیُوْبِ" ــــ
کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی نبوّت کی پہلی صفت یہ تھی کہ وہ غیب کی خبریں بتا دیا کرتے تھے۔

"اَنَّہٗ کَانَ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ ثُمَّ یُخْبِرُھُمْ بِاَفْعَالِ اٰبَاءِھِمْ وَاُمَّھَاتِھِمْ وَکَانَ یُخْبِرُ الصَّبِیَّ بِاَنَّ اُمَّکَ قَدْ خَبَأَتْ لَکَ کَذَا وَکَذَا"۔

کہ وہ سات بچّوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور ان کو ان کے باپوں اور ماؤں کے حرکات وسکنات اور افعال و اعمال بتا دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آج تیری ماں نے تیرے لئے یہ یہ پکایا ہے۔ غور کرو کہ یہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام کے بچپن کا زمانہ ہے اور گھر کی ہر بات کو جانتے ہیں۔

ایک دن ایک لڑکا گھر گیا تو وہ چیز نہ دیکھی جو حضرت عیسٰے علیہ السلام نے بتائی تھی۔ اپنی ماں سے کہا کہ وہ چیز لاؤ۔ ماں نے پُوچھا تجھے کس نے بتایا ہے۔ تو بچّے نے کہا کہ میرے یار حضرت عیسٰے علیہ السّلام نے۔ ماں نے کہا کہ وہ تو جھوٹا ہے۔ تو لڑکا بولا کہ ساری دنیا جھوٹی ہو سکتی ہے مگر میرا یار جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ آخر قوم نے سمجھا کہ چونکہ اس کے ساتھ بچے کھیلتے ہیں اس لئے یہ بچّوں سے گھروں کی باتیں پُوچھ لیتا ہے۔

ایک دن قوم نے تمام بچوں کو ایک حویلی میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ حضرت عیسٰے علیہ السّلام وہاں گئے تو پُوچھا کہ اس حویلی میں کیا ہے تو لوگوں نے کہا خنازیر ــــ قَالَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَذٰلِکَ یَکُوْنُوْنَ فَاِذَا ھُمْ خَنَازِیْرُ ــــ کہ یہاں خنازیر بند کر رکھے ہیں تو حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے فرمایا کہ ایسے ہی ہوں گے۔ اور جب دروازہ کھولا گیا تو تمام بچے خنزیر تھے۔ یہ ان کو سزا اس لئے ملی کہ انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام

کے غیب کا انکار کیا تھا۔

مسلک حقہ اہلِ سنت والجماعت کو قرآنِ پاک و حدیث سے دلائل قاطعہ کے ساتھ بیان کرنے کے بعد اب وہ اعتراضات اور ان کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں جو بدعقیدہ لوگ حضور علیہ السلام کے علمِ غیب پر کرتے ہیں۔

سوال : منافقین نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کی تو نبی کریم علیہ السلام کئی دن تک اس معاملہ میں پریشان رہے تو اگر حضور علیہ السلام کو علمِ غیب ہوتا تو وہ اپنی بیوی کے معاملہ میں کیوں پریشان ہوتے؟

جواب :۔ بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۳۶۴ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت و پاکدامنی کے متعلق کملی والے آقا نے قرآنِ پاک کی آیات نازل ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا۔ فَوَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِی اِلَّا خَیْرًا۔ کہ خدا کی قسم میں اپنی بیوی کے متعلق سوائے اچھائی کے اور پاکدامنی کے اور کچھ نہیں جانتا۔ دیکھو حضور علیہ السلام تو قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میری بیوی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ مگر پاکستان کا جدید ملا نبی کریم علیہ السلام کی قسم پر بھی یقین نہیں کرتا۔ اور نبی کریم علیہ السلام چند دن اس لئے خاموش اور پریشان رہے تھے کہ آپ کو حضرتِ عائشہ کے معاملے کا علم نہیں تھا کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام نے تو آخر میں قسم کھا کر فرمایا کہ میری بیوی پاک دامن ہے۔ بلکہ خاموش اور پریشان رہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ منافقین کتنے بدبخت اور ظالم ہیں کہ اپنی ماں پر بھی الزام لگانے سے نہیں ٹلے اور پھر بشری تقاضے کے ساتھ ایسا ہونا لازمی امر تھا۔ آخر وہ کون ایسا انسان ہے کہ جس کی بیوی کے متعلق اس قسم کی باتیں ہوں اور وہ پریشان نہ ہو۔ تو وہ تو ساری کائنات کا آقا تھا۔ اور وہ ساری کائنات کے مسلمانوں کی ماں تھی اور کملی والے آقا نے جب تک تمام صحابہ کرام کی اس معاملے کے متعلق رائے نہ لے لی اس وقت تک اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ اس لئے کہ اگر حضور علیہ السلام خود ہی پہلے حضرت

عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی کا اعلان کر دیتے تو بہت ممکن تھا کہ وہ لوگ یہ کہنے سے نہ رکتے کہ اپنے گھر کا معاملہ تھا اس لئے ایسا کہا جا رہا ہے اسی لئے تو نبی کریم علیہ السلام نے اصحابہ کا باقاعدہ اجلاس بلایا اور سب کی رائے طلب کی۔

تفسیر نسفی جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ — جب تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضور علیہ السلام نے ہر ایک کی رائے پوچھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی۔

"لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَصَمَکَ مِنْ وُقُوْعِ الذُّبَابِ عَلٰی جِلْدِکَ لِاَنَّہٗ یَقَعُ عَلَی النَّجَاسَتِہٖ"

کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو آپ کے جسمِ پاک پر بیٹھنے سے منع کر رکھا ہے۔ یعنی آپ کے بدنِ مبارک پر مکھی اس لئے نہیں بیٹھتی کہ وہ نجاست پر بیٹھتی ہے۔ تو نعوذ باللہ اگر حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی برائی ہوتی تو خدا تعالیٰ اُن کو آپ کے نکاح میں کیوں دیتا۔ اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ۔

"اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعُ اِنْسَانٌ قَدَمَیْہِ عَلٰی ظِلِّکَ"

کہ جب خدا تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں رکھا تاکہ کسی انسان کا قدم تیرے سائے پر نہ آجائے تو خدا یہ کیسے منظور کر سکتا تھا کہ ایسی عورت تیرے نکاح میں دے اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

"اِنَّ جِبْرِئِیْلَ اَخْبَرَکَ اَنَّ عَلٰی نَعْلَیْکَ قَذَرًا وَاَمَرَکَ بِاِخْرَاجِ النَّعْلِ عَنْ رِجْلِکَ بِسَبَبِ مَا الْتَصَقَ بِہٖ مِنَ الْقَذَرِ"

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے نعلین مبارک پر نجاست لگنے کی خبر دی اور خدا نے فرمایا کہ ان نعلین کو اتار دو کیونکہ ان میں نجاست لگ چکی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ میں کوئی عیب ہوتا تو خدا تعالیٰ طلاق دینے کا حکم فرما دیتا۔

غور کرو کہ حضرتِ عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی پہ تمام صحابہ کرامؓ کی شہادتیں لینے کے بعد کملی والے نے بھی قسم کھا کر فرمایا کہ میری بیوی ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر کملی والا خاموش نہ رہتا تو حضرتِ عائشہ کی شان میں اور آپ کی عصمت و پاک دامنی کے لئے قرآنِ پاک کی آیتیں کیسے نازل ہوتیں۔ اور پھر غور کرو کہ یہودیوں نے جب حضرتِ مریم پر الزام لگایا تو حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نے اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دی اور حضرتِ یُوسف علیہ السلام پر جب زلیخا نے الزام لگایا تو ایک چھوٹے سے بچے نے حضرتِ یُوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی۔ مگر جب منافقین نے حضرتِ عائشہ کی عزّت پر الزام لگایا تو آپ کی عصمت و پاک دامنی کی گواہی خُدا نے خود دی۔ اور قرآنِ پاک میں کئی آیتیں حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نازل فرمائیں۔ اس لئے کہ یہ اس کے محبُوبِ پاک علیہ السلام کی حرمِ پاک تھیں۔

سَوال :- فرشتے اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے ـــ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ـــ کہ اللہ کے لشکر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جواب :- اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ـــ اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتے اللہ کا لشکر ہے اور تمام فرشتے نبی کریم علیہ السلام پر ہر وقت درود شریف پڑھتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے لشکر کا درود شریف تو آپ سنتے ہوں مگر دُرود بھیجنے والے کا علم نہ ہو۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۵۴۶ حضرت کعب فرماتے ہیں ـــ مَا مِنْ يَوْمٍ يَّطْلَعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ـــ کہ کوئی دن ایسا طلوع نہیں ہوتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کملی والے آقا کے روضۂ اقدس پر حاضر

ہو کر درود پاک پڑھتے ہیں اور جو ایک دفعہ آگئے قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آئے گی۔

سوال :- اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو زہر والا گوشت کیوں کھاتے؟

جواب :- پاکستان کا جدید ملا جس حدیث پاک کو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی کی دلیل پیش کر رہا ہے وہ حدیث پاک تو کملی والے آقا علیہ السلام کے علم غیب کی ایک روشن دلیل ہے۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۴۹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں نے ایک عورت کے ذریعے نبی کریم علیہ السلام کو گوشت میں زہر ملا کر دینے کی کوشش کی تو کملی والے نے تمام یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو کچھ میں تم سے پوچھوں سچ سچ بتاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا — مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ — کہ تمہارے باپ کون کون ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ فلاں فلاں مگر کملی والے نے فرمایا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تمہارے باپ فلاں فلاں ہیں غور کرو کہ جب نبی کو یہودیوں کے باپوں کا علم تھا اسے یہ علم نہیں تھا کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے اور جب حضور علیہ السلام نے ان کے باپوں کے نام بتائے تو انہوں نے کہا کہ صَدَقْتَ کہ تو نے سچ کہا ہے اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — هَلْ جَعَلْتُمْ فِىْ هٰذِهِ الشَّاةِ سَمًّا قَالُوْا نَعَمْ — کہ کیا تو نے اس گوشت کے ٹکڑے میں زہر ملایا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں — اس سے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیا۔ مگر یہ بدعقیدہ لوگ اس کو علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس گوشت کو کھا کر اپنی نبوت کی صداقت پیش کر دی۔ کیونکہ یہودیوں نے زہر ملانے کی وجہ یہ بتائی۔

وَاِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّکَ ــــ کہ اگر تو سچا نبی ہو گا تو تمہیں یہ زہر کوئی دکھ نہ پہنچائے گا۔ تو جب انہوں نے اس زہر والے گوشت کو کھانا نبوت کی صداقت کا معیار بنایا تھا تو کملی والا کھا کر اپنی نبوت کی دلیل کیوں نہ بناتا۔

مشکوات شریف صفحہ ۵۴۱-۵۴۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودیہ عورت نے گوشت کے ایک ٹکڑے میں زہر ملا دیا اور نبی کریم علیہ السلام کو بھیج دیا۔ جب تمام کھانے لگے تو کملی والے آقا نے فرمایا اَرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ ــــ کہ اپنے ہاتھ اٹھا لو۔ یعنی اس گوشت کو نہ کھاؤ۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے اس یہودیہ عورت کو بلایا اور فرمایا ــــ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةِ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَکَ فَقَالَ اَخْبَرَتْنِیْ هٰذِهٖ فِیْ یَدِیْ لِلذِّرَاعِ ــــ کہ کیا تو نے اس گوشت میں زہر ملایا ہوا ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ تجھے کس نے بتایا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس گوشت کے ٹکڑے نے بتایا ہے۔ کملی والے نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا اِنْ کَانَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّکَ کہ اگر تو سچا نبی ہے تو تجھے یہ زہر کوئی دکھ نہ دے گا۔ تو امام الانبیاء علیہ السلام نے وہ زہر آلود گوشت کا ٹکڑا اس لئے کھایا کہ مخالفین کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہوں۔

سوال :۔ مشکوات شریف صفحہ ۴۸۳ اور مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۸۴ میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن اِنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِیْ یُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ یَا اُصَیْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ ــــ کہ کچھ لوگ میرے صحابہ میں سے پکڑے جائیں گے اور فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے اصحابی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے محبوب علیہ السلام تو

نہیں جانتا کہ تیرے بعد یہ لوگ تیرے متعلق کیا کہتے تھے تو اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ لَا تَدْرِی کہ تو نہیں جانتا۔

جواب :۔ اعتراض کرنے والے جس حدیث پاک کو نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں وہی حدیث پاک کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ایک روشن دلیل ہے کیوں کہ اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ یہ جو سب کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کیا یہ واقعہ گزر چکا ہے یا آئندہ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن ہونے والا ہے تو پھر نبیٔ کریم علیہ السلام کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ جو واقعہ کہ ابھی قیامت کے دن ہونے والا ہے وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اب بتا رہے ہیں ۔ رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کو منافقین کا علم نہیں تھا جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے مثلاً

تفسیر خازن جلد اوّل صفحہ ۴۲۹ ـــــ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے تحت کہ تمام علوم غیبیہ کے ساتھ ساتھ وَعَلَّمَكَ اَحْوَالَ الْمُنَافِقِيْنَ وَكَيْدَهُمْ کہ تجھے خدا نے تمام منافقین اور ان کے مکر و فریب کا علم بھی عطا کر دیا ہے ۔

رہی یہ بات کہ وہ بخشش کے قابل نہیں تھے تو یہ صرف اس لئے تھا کہ اگرچہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی رہتے تھے اور کملی والے کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور خدا اور قیامت پر ایمان بھی رکھتے تھے مگر وہ امام الانبیاء علیہم السلام کے بے ادب اور گستاخ تھے اس لئے وہ لائق بخشش نہیں تھے ۔

سوال :۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہیں تھا ۔ اسی لئے وہ اپنے بیٹے کے فراق میں چالیس سال روتے رہے ۔

جواب ۷۔ پارہ ۱۳۔ سورۃ یوسف آیت ۹۶ ۔ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے فرزند اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں بیان فرماتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۵ ۔ صفحہ ۱۶۵ ۔ وَالْمُرَادُ عِلْمُهٗ بِحَیَاتِ یُوْسُفَ ۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرتِ یوسف علیہ السلام کی زندگی کا علم رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ بفرضِ محال ایک وقت کے لئے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا علم نہیں تھا تو پھر یہ ٹھیک ہی سہی مگر حضرتِ یوسف علیہ السلام کو تو علم تھا کہ میرا باپ کنعان میں ہے۔ وہ کوئی خط لکھ دیتے یا کوئی قاصد ہی بھیج دیتے اور اپنے باپ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کو تسلی دے دیتے مگر حضرتِ یوسف علیہ السلام نے علم ہونے کے باوجود بھی اپنی خبر نہیں دی اس لئے کہ نہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کو اظہار کرنے کی اجازت تھی اور نہ ہی حضرتِ یوسف علیہ السلام کو ۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۰ وغلقت کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَمَثَّلَ لَهٗ یَعْقُوْبُ فَرَاٰهَا عَاضًا اَصَابِعَه وَیَقُوْلُ لَهٗ اَنْتَ مَکْتُوْبٌ فِیْ زُمْرَةِ الْاَنْبِیَاءِ ۔

قول عکرمہ ومجاہد الحسن وسعید بن جبیر وقتادہ ضحاک کہ زلیخا کے محل کے ساتویں کمرے میں آدھی رات کے وقت حضرتِ یعقوب علیہ السلام پہنچ گئے اس حالت میں کہ انگلی منہ میں تھی اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے تو انبیاء کے گروہ میں داخل ہو چکا ہے ۔ اس لئے اگر زلیخا کی دیکھا بھی تو نبوت جاتی رہے گی ۔ اور اس کی تصدیق کرنے والے مندرجہ ذیل اصحابہ کرام اور مفسرین عظام ہیں۔

حضرتِ ابن عباس ۔ حضرتِ عکرمہ ۔ حضرتِ مجاہد ۔ حضرتِ حسن ۔ حضرت سعید بن

جُبیر۔ حضرتِ قتادہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم نہیں تھا تو پھر زلیخا کے محل میں کیسے پہنچ گئے۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۷ — وَقَالَ یَابَنِیَّ لَاتَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ کے تحت امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَام کَانَ عَالِماً بِاَنَّ مَلِکَ مِصْرَ وَھُوَ وَلِدُہٗ یُوْسُفُ اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَا اَذِنَ لَہٗ فِی اِظْھَارِ ذَالِکَ — کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اس کا بیٹا حضرتِ یوسف ؑ مصر کا بادشاہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور پھر جب فرزندوں نے حضرتِ یعقوب علیہ السلام سے حضرتِ یوسف علیہ السلام کو شکار کے بہانے ساتھ لے جانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا تھا — وَاَخَافُ اَنْ یَّاکُلَہُ الذِّئْبُ — کہ مجھے خوف ہے کہ اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بھیڑیا کا لفظ اس لئے فرمایا کہ ان کو یہ علم تھا کہ بیٹوں نے شام کو آکر یہی کہنا ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے چنانچہ قرآنِ پاک گواہ ہے کہ انہوں نے یہی کہا۔

قَالُوْا یٰاَبَانَا اِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَکَلَہُ الذِّئْبُ۔

کہ اے ابا ہم ایک شکار کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے دوڑے اور یوسف کو چھوڑ گئے سامان کے پاس پس اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو وہ بات جو بیٹوں نے بعد میں کہی تھی وہ بات حضرتِ یعقوب علیہ السلام پہلے ہی بتا رہے ہیں۔ تو یہ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

سوال :۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام صحابہ کرام ؓ سے پوچھتے کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ یا کہاں گیا تھا۔ مثلاً

مشکوٰت شریف صفحہ ۴۹ اور بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۴۲ میں ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابت کی حالت میں تھا کہ نبی کریم علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی اور کملی والے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں حضور علیہ السلام کے ساتھ چلنے لگا اور پھر نبی کریم علیہ السلام بیٹھ گئے اور میں اٹھا اور غسل کر کے پھر واپس آگیا تو حضور علیہ السلام نے پوچھا اَیْنَ کُنْتَ یَا اَبَاھُرَیْرَۃ کہ اے ابوہریرہ تو کہاں گیا تھا۔ تو اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا تو پوچھتے کیوں کہ تو کہاں گیا تھا۔

جواب :- اس کا تفصیلی جواب تو بعد میں بتا دیا جائے گا پہلے میں اعتراض کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ تمہیں اس حدیث پاک سے کملی والے آقا کے علم غیب کی نفی تو نظر آگئی مگر حضرتِ ابوہریرہ رض کا ادب و احترام۔ توقیر۔ عقیدہ اور ایمان نظر نہ آیا کہ جب حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ابوہریرہ تو کہاں گیا تھا تو انھوں نے عرض کی کہ ـــ کُنْتُ جُنُبًا فَکَرِھْتُ اَنْ اُجَالِسَکَ ــــ کہ کملی والے آقا میں جنبی تھا اور ناپاکی کی حالت میں تھا اس لئے میں نے پسند نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں آپ کو ملوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات کا پوچھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ پوچھنے والے کو اس کا علم نہیں ہے مثلاً۔

پارہ ۱۶۔ سورۃ طٰہٰ۔ آیت ۱۷ ـــ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ـــ وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی ـــ کہ اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔

پارہ ۲۳۔ سورۃ ص۔ آیت ۷۵ یَا اِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ ـــ خدا تعالیٰ نے شیطان سے پوچھا کہ اے ابلیس تجھے کس نے روکا ہے کہ تو نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۷ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب کسی اچھی مجلس سے خدا کے فرشتے واپس آسمانوں پر جاتے ہیں تو خدا اُن سے پوچھتا ہے کہ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ ؟ کہ اے فرشتو! تم کہاں سے آئے ہو۔ اور کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِی۔ کہ میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑ آئے ہو۔

تو اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی چیز کا پوچھنا عدم علم کی دلیل ہے تو پھر نعوذ باللہ اللہ کے علم کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن وحدیث میں اکثر خدا تعالیٰ کا پوچھنا اور سوال کرنا ثابت ہے حالانکہ وہ علیم بذات الصدور ہے اور سمیعٌ بصیر ہے۔

تو جس طرح اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا کسی چیز کے متعلق پوچھنا بھی آپ کے علم کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ کسی وقت ایسا ہوتا تھا کہ حضور علیہ السلام کی کسی بات پر توجہ نہیں ہوتی تھی۔ پاکستان کا جدید مُلّا تو انبیاء علیہ السّلام کے علم غیب کو نہیں مانتا حالاں کہ علم غیب تو اصحابِ کرام۔ اولیائے عظام۔ صالحین اور دوسرے بزرگانِ دین کو بھی عطائے الٰہی کے طور پر حاصل تھا۔ مثلاً

مستدرک شریف جلد ۳ صفحہ ۴۱۸ — حضرت عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضور علیہ السّلام سے ایک آدمی ملا۔ اس نے ہم سے پوچھا — اَوَفِیْکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا نَعَمْ — کہ کیا تم میں اللہ کا رسول ہے۔ تو تمام نے کہا کہ ہاں تو اس اعرابی نے کہا — فَاِنْ کُنْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَخْبِرْنِیْ مَا فِی الْبَطْنِ نَاقَتِیْ ھٰذِہٖ — کہ اگر تو اللہ کا رسُول ہے تو مجھے بتا کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمۃ ابن سلامۃ جو کہ ابھی بچے تھے انہوں نے اس اعرابی سے کہا — لَا تَسْئَلْ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اَخْبِرُکَ نَزَوْتَ عَلَیْہِ فَفِیْ بَطْنِھَا

مُسْتَخْلَفَۃٌ مِنْكَ ___ کہ تو نبی کریم علیہ السلام سے یہ بات نہ پوچھ بلکہ میں بتاتا ہوں کہ تیری اُونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ تو نے خود اس سے وطی کی ہے اور اس کے پیٹ میں تیرا ہی نطفہ ہے۔ تو جب کملی والے آقا کے غلام ما فی الارحام کی خبریں بتا رہے ہیں تو اللہ کے محبوب پاک علیہ السلام کے علم غیب کا کیا مقام ہوگا۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ جب اس اعرابی نے نبی کریم علیہ السلام سے یہ سوال کیا تو کملی والے آقا نے محبت بھری نظروں سے سلمۃ ابن سلاستہ کو دیکھا بس پھر کیا تھا حضرت سلمۃ ابنِ سلاستہ کے سینے میں کائنات ارضی و سماوی کے تمام علوم موجزن ہو گئے۔ تو جس نبی کی نگاہِ لطف و کرم میں یہ کمال ہے کہ جس پر پڑ جائے اسے علوم غیبیہ حاصل ہو جائیں تو پھر اس نبی کے کمالِ غیب کو کون سمجھے

تفسیر روح البیان جلد ۴۔ صفحہ نمبر ۱۰۵ " اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ صَعِدَ الْمِنْبَرَ یَوْمًا فَقَالَ سَلُوْنِی عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ ___ "

ایک دن حضرتِ علی رضی منبر پاک پر بیٹھ گئے اور آپؓ نے فرمایا کہ آج علیؓ سے جو پوچھنا ہو پوچھو۔ یہ اعلان کرنے والا نہ خدا ہے نہ نبی بلکہ یہ اعلان کرنے والا علیؓ ہے اور پھر ولی ہے اور پھر ولیوں کا بھی ولی ہے۔ اور یہ اسی منبر پاک پر اپنے علومِ غیبیہ کا اعلان کر رہا ہے جس منبرِ پاک پر کھڑے ہو کر کملی والے آقا نے اعلان فرمایا تھا۔ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ کہ آج مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو۔ آخرکار ایک آدمی نے پوچھا هَلْ رَاَیْتَ رَبَّكَ یَا عَلِیُّ ___ کہ اے علی رض کیا تو نے کبھی اپنے ربّ کو دیکھا تو حضرتِ علیؓ نے جواب دیا کہ مَا كُنْتُ اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَهُ ___ کہ میں اس وقت تک نماز میں سجدہ نہیں کرتا جب تک کہ میں خدا کو دیکھ نہ لوں۔ اگرچہ یہ روائیت لمبی تھی لیکن تھا تو وہ غیب الغیب۔ آخر لوگوں کے پوچھنے پر کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں ایسا علم کہاں سے حاصل ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ___ هٰذَا لُعَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ فَمِیْ هٰذَا ___ کہ یہ میرے کملی والے آقا کے لعابِ دہن کا فیض ہے۔

اشعت اللمعات جلد ۲۔ صفحہ ۳۳۱ حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۔ "پرسیدہ شد از علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، از سبب فہم و حفظ وے گفت چوں غسل دادہ شد آنحضرت ؐ راجمع شد آب در پلکہائے وے پس داشتم من بزبانِ خود آں رافرو بروم پس میدانم قوتِ حفظ از وے۔"

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اس کا سبب پوچھا گیا کہ آخر تم میں اتنا علم کہاں سے آگیا تو آپؓ نے فرمایا کہ جب میں حضور علیہ السلام کو آخری غسل دے رہا تھا تو پانی کے چند قطرے نبی کریم علیہ السلام کی پلکوں پر ٹھہر گئے اور میں نے ان قطروں کو چوس لیا۔ بس پھر کیا تھا۔ علم و ادراک کا سمندر میرے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ تو جس نبی کے غسل کے پانی کے چند قطروں میں یہ کمال تھا کہ ان کو چوس کر حضرتِ علیؓ کے سینے میں علم و ادراک کا سمندر موجزن ہو گیا اس نبی کے علومِ غیبیہ کی انتہا کون جانے۔

مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر صباحے زید را ؎
کیف صبحت اے رفیقِ با صفا

کہ ایک صبح کو نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ زید سے فرمایا کہ تو نے آج رات کیسے گزاری تو حضرتِ زید رضی اللہ نے جواب دیا۔

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا
شب نخفتستم ز عشق و سوز ہا

کہ سارا دن تو روزہ سے رہا اور ساری رات تیرے عشق کی آگ میں جلتا رہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس کے صلے میں جو تجھے انعام ملا ہے وہ بیان کر تو حضرتِ زید نے عرض کی ؎

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں من بہ بینم عرش را با عرشیاں

کہ میں نے تمام مخلوقات کو ایسے دیکھا جیسے کہ آسمان کو بے حجاب دیکھا جاتا ہے اور میں نے عرش اور عرش والوں کو بھی دیکھا۔ اور

ہشت جنّت ہفت دوزخ پیشِ من

آٹھوں جنّت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے۔ اور

کہ بہشتی کیست وبیگانہ کے است

میں نے جان لیا کہ دوزخی کون ہے اور جنّتی کون ہے۔ اور "یا رَسُوْلَ اللّٰہ بگویم سِرِّ حشر" کہ اے کملی والے آقا اگر اجازت دو تو میں قیامت کے تمام راز کھول دوں۔ "وَاِنَّمَا تُیِمّ حَوْضِ کَوْثَر رَا بجوش" ـــ اگر اجازت دو تو حوضِ کوثر کے تمام پردے ہٹا دوں۔

"لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس"

لیکن کملی والے آقا نے حضرتِ زید کو منع فرما دیا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ زید رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سب کچھ کہلوایا کہ میرے علمِ غیب پر اعتراض کرنے والے لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ جس نبی کے غلاموں میں اتنا کمال ہے اس نبی کے علومِ غیبیہ کے کمال کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور مندرجہ بالا حقائق کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

امداد المشتاق صفحہ ۱۱۹ ـ کہ عارف جنّتی اور دوزخی کو اس عالم میں جان لیتا ہے۔

امداد المشتاق صفحہ ۷۶ ـ لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراکِ غیبیات کا ان کو علم ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علمِ حق ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے علمِ غیب پر اعتراض کرنے والوں سے پوچھا جائے

کہ کیا حضور علیہ السلام کے زمانۂ پاک میں کسی صحابی نے بھی آپ کے علمِ غیب پر عرض کیا تھا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ جواب نفی میں ہوگا۔ اور وہ اعتراض کر بھی کیسے سکتے تھے کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی ہر بات وحئ الٰہی ہوتی ہے اور واجب الاطاعت ہے اور آپ کی زبانِ مبارک سے کبھی جھوٹی بات نہیں نکلتی۔ اب اس عقیدے اور ایمان کے ہوتے ہوئے جب نبی کریم علیہ السلام نے فرما دیا —— عَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ —— اور —— سَلُوْا فِي مَا شِئْتُمْ —— کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مجھے علم ہے اور مجھ سے جو پُوچھنا چاہو پُوچھو تو پھر وہ کملی والے آقا کے وفادار امّتی اور جانثار ساتھی آپ کے علمِ غیب پر کیسے شک کر سکتے تھے۔ اعتراض یا شک کرنا تو درکنار صحابۂ کرام رض کی تو عادت یہ تھی کہ حضور علیہ السلام جب بھی کبھی ان سے کسی بات کے متعلق دریافت فرماتے تو وہ عرض کرتے اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ —— کہ اللہ اور اس کا رسُول جانے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے غیب پر اعتراض کرتے ہیں وہ کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ پاک پر اعتبار نہیں کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی بات کو سچی نہیں مانتے۔

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امامُ الانبیاء علیہم السلام نے پُوچھا کہ تم کہاں گئے تھے اس چیز کو پاکستان کے جدید ملّا نے علمِ غیب کی نفی کی دلیل بناتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر نبی کریم علیہ السلام کو غیب ہوتا تو وہ کیوں پوچھتے کہ ابوہریرہ تم کہاں چلے گئے تھے؟

حق تو یہ تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ علیہ السلام جب آپ کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم رکھنے کے مدّعی ہیں تو پھر مجھ سے کیوں پُوچھ

رہے ہو کہ تم کہاں چلے گئے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا لیکن یہ بدعقیدہ لوگ اس کو علم غیب کی نفی کی دلیل بنا لیتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے اپنے ذہنوں کی اختراع ہے اور یہی کفر ہے۔ کیوں کہ جب صحابہ کرام نے نبی کریم علیہ السلام کے غیب پر کبھی اعتراض نہیں کیا تھا تو اب چودہ سو سال کے بعد پاکستان کے جدید ملا کو کیا حق ہے کہ وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب پر اعتراض کرے۔

سوال :- پارہ ۲۱۔ سورۃ لقمان۔ آیت ۳۴۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

تحقیق اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور خبر رکھنے والا ہے۔ اس آیت پاک میں علوم خمسہ کا ذکر ہے اور وہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

جواب :- پاکستان کے جدید ملا کو اس آیت پاک میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی نظر آرہی ہے حالانکہ اس آیت پاک میں خدا تعالیٰ نے اپنی شانِ الوہیت کو بیان فرمایا ہے اور اپنے علیم و خبیر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور اس کے ہم بھی اور تمام فرقے تسلیم کرتے ہیں مگر اس آیت پاک میں یہ کہاں ہے کہ ان علوم خمسہ کا علم خدا تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں کیا۔ اور اگر اس میں نفی ہے تو صرف ذاتی علم کی نفی ہے اور ہم علم غیب عطائی کو مانتے ہیں اور وہ قرآن و حدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ مثلاً

پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۷۹

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ

مَنْ یَّشَاءُ ۔
کہ اللہ تعالیٰ تم کو علمِ غیب سے مطلع نہیں کرتا ۔ مگر وہ علمِ غیب عطا کرنے کے لئے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے یا منتخب ۔

پارہ ۲۹ ۔ سورۃ جن ۔ آئیت ۲۵ ۔ ۲۶ ۔
عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔
کہ وہ جاننے والا ہے غیب کا پس وہ کسی ایک کو غیب عطا نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جس رسول پر وہ راضی ہو ۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوبِ پاک پر راضی ہے ۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء علیہ السلام کو علمِ غیب کلّی عطا فرما دیا تھا ۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھو صفحہ ۱۴۴ اور ۱۴۵
اور پھر خدا تعالیٰ تو قرآنِ پاک میں بار بار اعلان فرما رہا ہے کہ :-
ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَتِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا ـــــ اور
ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ـــــ کہ اے میرے محبوبِ پاک یہ تمام غیب کی باتیں ہیں جو تم کو بتائی جا رہی ہیں ۔
اور پھر فرمایا :-
پارہ ۲۰ ۔ سورۃ النمل ۔ آیت ۷۵ ـــــ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۔
کہ زمین و آسمانوں کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قرآنِ مجید میں مذکور نہ ہو ۔ اور تعلیمِ قرآن کے متعلق خدا تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے ـــــ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ـــــ کہ رحمٰن وہ ہے جس نے اپنے محبوبِ پاک علیہ السلام کو

قرآن پہلے سکھایا اور حضرتِ آدم علیہ السّلام کو بعد میں بنایا۔

مشکوات شریف صفحہ ۶۹ - ۷۰ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عائش فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک میرے شانوں پر رکھ دیا یہاں تک کہ دستِ قدرت کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی بس پھر کیا تھا فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا علم مجھے ہو گیا۔

قرآن و احادیث کے ان دلائل کے باوجود بھی پاکستان کے جدید مُلّا کو شک ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خُدا کے کسی کو نہیں ہے بھلا جس نبی نے حضرتِ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے کئی ہزار برس پہلے قرآنِ پاک خدا تعالیٰ سے پڑھا اور وہ قرآن پاک کہ جس میں ہر چھوٹی بڑی۔ خشک و تر اور فرش و عرش کی ہر چیز کا بیان ہے اور جس نبی کو معراج کی رات خدا تعالیٰ نے اس کے شانوں پر دستِ قدرت رکھ کر زمین و آسمانوں کا علم عطا کیا ہو اس نبی سے ان پانچ کا علم کیسے مخفی رہا اور خدا نے کیوں ان کے علم کو چھپاتے رکھا۔ خدا کی شان یہ ہے کہ یَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ــــ کہ وہ زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو جانتا ہے اور مُصطفٰے علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ عَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ــ حُضور فرماتے ہیں کہ میں نے زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو جان لیا۔

دونوں مقام پہ مادہ علم کا ایک ہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مضارع ہے اور یہ ماضی اور اگرچہ نبی کریم علیہ السّلام کے لئے ماضی ہے مگر اس کا علم قیامت تک کے لئے ہے کیوں کہ دُولہا جب نکاح کے وقت اقرار کرتا ہے کہ قَبِلْتُ ! ماضی کا صیغہ ہی بولتا ہے مگر اس کا نکاح اس کی زندگی تک رہتا ہے اور اس کی بیوی زندگی تک ہی بیوی رہتی ہے اگر چاہے اس کی عُمر سو سال تک کیوں نہ ہو۔ تو جس طرح کسی دُولہا کے قَبِلْتُ

کہنے میں ہمیشگی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے عَلِمْتُ کہنے میں بھی ہمیشگی پائی جاتی ہے یعنی ماضی بمعنے مضارع۔

پاکستان کا جدید مُلّا کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئیگی حالانکہ حضور نبی کریم علیہ السّلام نے فرما دیا ہُوا ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی۔

ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۶۴۔ مشکوات شریف صفحہ ۱۱۹۔ ابنِ ماجہ شریف ص ۷۷ ___ حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ دونوں میں سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے۔

فِیْہِ خَلِقَ آدَمُ وَفِیْہِ اُدْخِلَ الْجَنَّۃَ وَفِیْہِ اُخْرِجَ مِنْھَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ۔

کیونکہ اس دن حضرت آدم علیہ السّلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنّت سے نکالے گئے اور اسی دن یعنی جُمعہ کو ہی قیامت آئے گی۔ اور پھر کملی والے آقائے دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے قیامت کے دن کا تعیّن فرماتے کے ساتھ ساتھ قُربِ قیامت کی تمام نشانیاں بھی وضاحت کے ساتھ فرما دیں۔ جو بخاری شریف۔ مسلم شریف اور دیگر تمام احادیث کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

(۲) مُلّا کہتا ہے کہ سوائے خُدا کے بارش کوئی نہیں برساتا۔ مگر حضور علیہ السّلام کی دُعا سے کئی بار بارش برسی۔

بخاری شریف جلد صفحہ ۵۰۶۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۳۔ مشکوات شریف صفحہ ۵۳۶۔ حضرت انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام کے زمانۂ پاک میں قحط پڑ گیا۔ اور حضور علیہ السّلام جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کی یا رسول اللّٰہ علیہ السّلام مویشی ہلاک ہو گئے اور بچے بھوکے مرنے لگے بارش کے لئے دعا فرما دیں۔ پس حضور علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی اَللّٰھُمَّ

اَسْقِيْنَا — کہ اے اللہ بارش برسا دے۔ بس پھر کیا تھا آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے حالانکہ آسمان شیشے کی مانند صاف تھا۔ اور پھر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ تفصیل کے لئے دیکھو صفحہ نمبر ۱۵۱۔

(۳) ملا کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے حالانکہ سرورِ انبیاء علیہ السلام نے کئی بار بتایا کہ فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُمِّ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے بتایا کہ ایک دن میں حضور علیہ السلام کے پاس سے گزری تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

اِنَّكِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِ فَاْتِيْنِيْ بِهٖ

کہ اے اُمِّ فضل تیرے پیٹ میں لڑکا ہے۔ پس جب بچہ پیدا ہو تو اس کو میرے پاس لانا۔ حضرت اُمِّ فضل فرماتی ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو حضور علیہ السلام کے پاس لائی تو حضور علیہ السلام نے اس کے کانوں میں آذان دی اور اقامت کہی اور اس کے منہ میں تھوکا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ اور فرمایا کہ یہ کئی خلفاء کا باپ ہوگا اور انہیں سے مہدی ہوگا اور انہیں سے سفاح ہوگا۔ اور انہیں سے وہ لوگ ہوں گے جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔

ان روشن دلائل کے باوجود بھی ملا پتہ نہیں غیب کس کو کہتا ہے۔

ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۲۸۹۔ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۷۲ — حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ حضرت اُمِّ فضل نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام

رَاَيْتُ كَاَنَّ فِيْ بَيْتِيْ عُضْوًا مِّنْ اَعْضَائِكَ قَالَ خَيْرًا

رَاَيْتِ تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلَامًا فَوَلَدَتْ حَسَنًا وَّ حُسَيْنًا۔

میں نے اپنے گھر میں آپ کے بدن کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا دیکھا ہے تو

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لڑکا ہوگا۔ چنانچہ حسن و حسین پیدا ہوئے۔

(۴) ملاّ کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کس نے کہاں مرنا ہے حالانکہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں ایک دن پہلے ہی زمین پر نشان لگا کر فرمایا تھا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۔ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۳۱ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر حضور علیہ السلام نے زمین پہ اپنے دستِ مبارک سے نشان لگاتے ہوئے فرمایا۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام۔

کہ یہ جگہ فلاں کافر کے مرنے کی ہے اور یہ جگہ فلاں کی۔ اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ جہاں جہاں اور جس جس کے لئے حضور علیہ السلام نے نشان لگایا تھا وہ بالکل اسی جگہ پر ہی مرا۔

(۵) ملاّ کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا حالانکہ جنگِ خیبر کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرما دیا تھا۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۲۵ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ ترمذی شریف جلد ۲ صـ ۲۱۲ مشکوات شریف صـ ۵۶۳

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے موقع پر جب مسلمانوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ علیہ السلام خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَداً رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ

کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ فتح دے گا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا کیا گیا اور انہوں نے خیبر کے آہنی قلعہ کو توڑا۔

ان دلائل قاطعہ کے باوجود بھی پاکستان کا جدید مُلّا اگر حضور علیہ السلام کے لئے علم خمسہ کا علم نہیں مانتا تو پھر وہ سمجھے کہ میرے دین و ایمان کا جنازہ نکل چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفائے امراض

ہر نبی حقیقت میں بیمار دلوں کے لیئے روحانی طبیب بن کر آتا ہے اور قرآن گواہ ہے کہ اس نسل انسانی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے دل کئی قسم کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام یہ منافق لوگ اس لیئے تیری نبوّت کے کمالات کو نہیں مانتے کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو روحانی بیماریوں کے علاج کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی انبیاء علیہم السّلام کو انسانوں کے جسموں کی بیماریوں کا علاج بھی کرنا پڑتا ہے

حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کے سامنے جب اپنی نبوّت کے ثبوت میں جو دلائل پیش کئے ان میں یہ صفات بھی شامل ہیں۔

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ کہ میرے نبی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اور جس کو کوڑھ ہو میرے پاس لے آؤ۔ میں اپنا دستِ مبارک پھیروں گا تو اندھے کو روشنی اور کوڑھے کو شفا مل جائے گی۔

حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے اس معجزانہ اعلان کے باوجود بھی قوم نے مذاق کیا اور آپ کا امتحان لینے کے لیئے کئی ایک اندھے اور کوڑھے اکٹھے کئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے کہا کہ اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ان کو اچھا کر کے دکھا۔ حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام اُٹھے اور ایک اندھے کی آنکھوں پر دستِ مبارک پھیرا تو وہ بھی اچھا ہو گیا۔ اس لئے کہ شفائے امراض ہر نبی کی صفت ہوتی ہے اور کوئی مسلمان اس وقت

یک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر نبی کی نبوّت کی تمام صفات کو نہ مانے کسی نبی
کو نبی مان لینا ایمان نہیں ہے بلکہ نبوت کی تمام صفات کو ماننا ایمان ہے اس حقیقت
کے پیشِ نظر اگر کوئی شخص حضرتِ عیسٰی علیہ السّلام کو نبی تو مانتا ہے لیکن اس کی نبوّت
کی ان صفات کا انکار کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہے اسی طرح حضرتِ یوسف علیہ السلام
نے اپنے بھائیوں کو اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی آنکھوں کی بنیائی کے لئے
اپنی قمیضِ مبارک دی تھی۔

"اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا"
کہ میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کی آنکھوں پر لگاؤ گے تو بینائی آ
جائے گی اور قرآن گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

"اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا"
کہ پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا اور وہ کرتہ حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کے منہ
پر لگایا گیا تو آنکھوں کی بنیائی لوٹ آئی۔

تو اگر کوئی آدمی حضرت یوسف علیہ السّلام کو نبی تو مانے مگر اُن کے اس مقدّس کرتے
کی صِفت کا انکار کر دے تو وہ کافر ہے اور پھر اسی طرح سے کملی والے آقا علیہ السّلام
کا ایک دشمن تھا جو آنکھوں سے اندھا تھا۔ اس نے بہت سے علاج کروائے مگر اچھا نہ ہوا
لیکن اس کی لڑکی مسلمان ہو چکی تھی۔ ایک دن اس لڑکی نے نبی کریم علیہ السّلام کے نعلینِ
مبارک کی خاکِ مقدّس اپنے باپ کی آنکھوں میں ڈالی تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں
تو اگر کوئی انسان کملی والے آقا علیہ السّلام کو نبی تو تسلیم کرتا ہے حضور علیہ السّلام کے
نعلینِ مبارک کی خاکِ پاک کی اس صفت کا انکار کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہے غور
کرو کہ وہ کام جو حضرتِ عیسٰے علیہ السّلام کے دستِ مبارک نے کیا وہی کام حضرتِ یوسف
علیہ السّلام کے مقدّس کرتے نے کیا اور وہی کام کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

نعلینِ مبارک کی پاک خاک نے کیا۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۲۵ مسلم شریف جلد دوئم صفحہ ۲۷۹۔ مشکوٰت شریف صفحہ نمبر ۵۶۳ ـــــ حضرت سہیل بن سعد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کل میں اسے جھنڈا عطا کروں گا کہ جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ فتح دے گا۔ ہر اصحابی کی تمنا یہ ہے کہ جھنڈا مجھے ملے مگر جب صُبح ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِی طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ

کہ علی کہاں ہے تو عرض کی گئی کہ یا رسول اللّٰہ علیہ السلام اس کی آنکھیں دُکھتی ہیں اور پھر حضور علیہ السلام نے حضرتِ علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ کو بلوایا اور ـــ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ فِیْ عَیْنَیْہِ فَبَرَأَ کَاَنْ لَمْ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ ـــــ پھر حضور علیہ السلام نے اپنا لعابِ دہنِ مبارک حضرتِ علی رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہٗ کی آنکھوں میں لگایا تو آنکھیں فوراً اچھی ہوگئیں گویا کوئی دکھ اور درد تھا ہی نہیں۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۵۵۶ حضرتِ عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہجرت کی رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ نبی کریم علیہ السلام کے ہمراہ تھے کملی والے آقا نے غار ثور کو دیکھا تو فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم باہر ٹھہرو میں غار کے اندر جاتا ہوں۔ تو حضرتِ ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ نے کملی والے آقا کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی۔

وَاللّٰہِ لَا تَدْخُلُہٗ حَتّٰی اَدْخُلَ قَبْلَکَ فَاِنْ کَانَ فِیْہِ شَیْءٌ اَصَابَنِیْ دُوْنَکَ ۔

کہ اے کملی والے آقا خدا کی قسم میں آپ کو پہلے غار کے اندر نہیں جانے دوں گا حضور علیہ السلام کے پوچھنے پر حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کی کہ غار پُرانی

ہے پتہ نہیں اندر کون کون سی چیزیں ہیں اس لئے یارسُول اللہ علیہ السّلام اگر کوئی سانپ یا بچھو بھی ہو تو مجھے کاٹے مگر آپ بچ جائیں۔ آخر کار حضرتِ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ غار کے اندر گئے اور غار کے تمام سُوراخ اپنے کپڑے پھاڑ کر بند کر دیئے مگر ایک سُوراخ پہ اپنا پاؤں رکھ دیا۔ اور نبی کریم علیہ السّلام کو آواز دی حُضور علیہ السلام اندر تشریف لے گئے اور حضرتِ صدّیقِ اکبر کے زانوں پہ سر مبارک رکھ کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سانپ نکلا اور اس نے صدّیقِ اکبرؓ کے پاؤں پر زور سے ڈنگ مارا اس لئے کہ یہ ایک معمولی انسان ہے ڈنگ ماروں گا تو پاؤں اُٹھالے گا۔ مگر عاشق جانثار نے سمجھا کہ کوئی دشمن ہے پاؤں اور دبا دیا۔

ذرا غور کرو کہ معراج پاک کی رات جب حضور علیہ السلّام مقام سدرہ پہ پہنچے تو حضرتِ جبرئیلؑ نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ اور عرض کی یارسول اللہ اگر میں ذرا بھی آگے گیا تو رَبّ کے نُور سے میرے پر جل جائیں گے۔ اس لئے میں نہیں جاتا تو جا مگر یہاں حضرتِ صدیقِ اکبرؓ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ اگر آپؐ پہلے غار میں گئے تو خطرہ ہے کہ کوئی سانپ یا بچھو آپؐ کو کوئی دکھ نہ دے اس لئے میں جاتا ہوں آپؐ رہو۔ وہ نوری ہے اور یہ خاکی۔ وہ خدا کا فرشتہ ہے اور یہ نبی کا یار۔ وہ جبرئیلؑ ہے اور یہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر اسے رب کے نور سے اپنے پروں کے جل جانے کا فکر ہے اور اسے کملی والے کے نام پہ مرجانے کی خوشی ہے۔

اور عین اس وقت جب کہ سانپ نے حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاؤں میں ڈنگ مارا عقل اور عشق کا مقابلہ ہوا۔ عشق نے آواز دی کہ اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تیرے پاؤں کے نیچے مار ہے۔ مگر عشق نے پکارا کہ فکر نہ کر تیری جھولی میں یار ہے۔ عقل نے پھر پکارا کہ تیرے قدموں میں زحمت ہے مگر عشق نے آواز دی کہ تیرے دامن میں رحمت ہے۔ عقل نے کہا کہ تیرے تلوؤں میں موت ہے مگر عشق

نے آواز دی کہ نہ گھبرا تیری جھولی میں حیات ہے۔ عقل نے پھر کہا کہ دکھ ہے عشق نے کہا سکھ ہے۔ عقل نے کہا کہ اے پیارے صدیق سوراخ سے اپنے پاؤں کو اٹھا اور اپنی جان بچا مگر عشق نے کہا کہ اے عاشق باوفا پاؤں کو دبا۔ ڈنگ پہ ڈنگ کھا اپنی جان گنوا۔ محبوب کو منا اور سیدھا جنت میں جا۔

آپ ذرا غور کریں کہ وہ اتنا بڑا سانپ تھا اور سوراخوں میں کپڑے کے چھوٹے چھوٹے پرزے وہ پھونک مار کر ان کپڑوں کے پرزوں کو جلا کر اپنا راستہ بنا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اور وہ اور کسی سوراخ کی طرف جاتا ہی نہیں۔ بلکہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ کے پاؤں پر ہی ڈنگ پہ ڈنگ چلائے جا رہا ہے۔ کیوں! اس لئے کہ سانپ کو یہ پتہ تھا کہ نبی کو ملنے کے لئے راستہ صدیق رضؓ کے قدموں میں سے ہے۔ اور جب تک یہ پاؤں نہیں اٹھائے گا میں نبی کو نہیں مل سکتا۔

کاش! کہ پاکستان کے وہ لوگ جو نعوذ باللہ حضرتِ ابوبکر رضؓ کو منافق اور نبی کریم علیہ السّلام کا دشمن سمجھتے ہیں وہ اس سانپ سے سبق سیکھیں اور اس پر یقین رکھیں کہ جب تک حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم نہ چومے جائیں گے کملی والا آقا نہیں ملے گا۔

آخر یارِ غار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کملی والے آقا علیہ السّلام کے نورانی چہرے پر گرے۔ نبی کریم علیہ السّلام نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا پیارے صدیق رضؓ روتے کیوں ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ سانپ نے ڈنگ مارا ہے تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ صدیق رضؓ کے پاؤں کی اس ڈنگ والی جگہ پر فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام فَذَھَبَ مَا یَجِدُہٗ اپنا تھوک مبارک لگا دیا اور حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام دکھ درد اور تکلیف اسی وقت جاتی رہی۔

ابنِ ماجہ شریف صفحہ نمبر ۲۶۰ — حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السّلام کو دیکھا کہ وہ کنکر مار رہے ہیں اور ایک عورت حضور

علیہ السّلام کے پاس آئی اور اس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِنَّ ھٰذَا ابْنِیْ وَبَقِیَّۃٌ اَھْلِیْ وَاِنَّ بِہٖ بَلَاءٌ لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِیْتُوْنِیْ بِشَیْءٍ مِّنْ مَّاءٍ۔

اس عورت نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میرا ایک ہی بچہ ہے جسے کوئی دکھ ہے کہ یہ بولتا نہیں ہے یعنی گونگا ہے تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لے آ چنانچہ پانی لایا گیا فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَمَضْمَضَ ـــ پس کملی والے آقا علیہ السّلام نے اس پانی سے ہاتھ دھوئے اور کلی کی اور پھر وہ پانی اس بچے کو پلایا گیا پس وہ لڑکا کلام کرنے لگا۔

مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ ـــ در روزِ اُحد زخم بر چشم قتادہ تا افتاد بر خسارہ پس آمد قتادہ نزدِ آنحضرتؐ۔ پس گرفت آنحضرت چشم اُو را بنہاد بجور آں چشم بہترین و زیباترین و بنیاترین چشماں۔

جنگِ اُحد میں حضرتِ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی آنکھ پر تیر لگا اور ان کی آنکھ کا ڈیلا اُن کے رخسار پر گر گیا۔ پس وہ حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آنکھ ضائع ہونے کی شکایت کی۔ پس نبی کریم علیہ السّلام نے اپنے دستِ مبارک سے اس ڈیلے کو حضرتِ قتادہ کی آنکھ میں رکھ دیا۔ اور لعابِ دہن لگادیا۔ اور وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی خوبصورت ہوگئی اور حضرت قتادہ کو اس آنکھ سے زیادہ نظر آنے لگا

مشکوات شریف صفحہ ۵۴۱ ـــ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم علیہ السلام کے پاس اپنے بچے کو لے کر آئی۔

" فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِنَّ اِبْنِیْ بِہٖ جُنُوْنٌ ۔

اور اس عورت نے عرض کی یارسول اللہ علیہ السلام میرا بچہ پاگل ہے اور صبح اور شام بڑا سخت دورہ پڑتا ہے۔ فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَدْرَہٗ پس حضور علیہ السلام نے اس بچے کے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا وَدَعَا اور دعا فرمائی پس اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے ایک سیاہ چیز نکلی اور وہ اچھا ہو گیا۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۷۷ ۔ حضرت براء ابنِ عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک لشکر ابی رافع یہودی کی طرف بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیق نے جب اس کو قتل کیا تو سیڑھی سے اُن کا پاؤں پھسل گیا اور ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور پھر کملی والے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پنڈلی ٹوٹ جانے کی شکایت کی فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے پاؤں کو کھول دو اور میں نے پاؤں جو بندھا ہوا تھا کھول دیا۔ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ پس حضور علیہ السلام نے اس کو دستِ مبارک سے چھوا اور میری ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی اور تمام تکلیف دُور ہو گئی۔ گویا کہ کبھی ہوئی ہی نہیں۔

خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹ حضرت ابنِ فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کا پاؤں ایک سانپ کے انڈے پر آ گیا جس سے اُن کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے اُن کی دونوں آنکھوں میں تھوک دیا تو آنکھیں روشن ہو گئیں اور وہ اسّی سال کی عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائلِ قاطعہ کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام جہاں نسلِ انسانی کے بیمار دلوں کے لئے روحانی طبیب بن کر آتے ہیں وہاں انسانوں کی جسمانی بیماریوں کا علاج بھی کرتے ہیں۔ اور اسی حقیقت کے پیشِ نظر بیماروں نے انبیاء علیہ السلام سے شفا طلب کی دردمندوں نے دوا کے لئے دامن پھیلائے دکھیوں

نے اپنا اپنا دکھ دور کرانے کے لیئے التجا کی اور دیوانوں نے ہوش مندی کے لئے نبوت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر کوئی بیمار۔ کوئی دردمند۔ کوئی دکھی اور کوئی دیوانہ نبوت کے دامنِ رحمت سے مایوس نہ جاتا۔

مگر پاکستان کا جدید مُلّا کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی کسی کو شفا نہیں دے سکتا۔ اور سوائے خدا کے کسی نبی یا کسی پیر فقیر سے شفا طلب کرنی شرک ہے حالانکہ کفر و شرک کا فتویٰ لگانے والے بھی اپنے سر کے درد۔ پیٹ کے درد اور دق کے بخار کے لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس شفا حاصل کرنے کے لیئے دوڑتے ہیں۔ پھر یہ کتنی بڑی بددیانتی ہے کہ ان کو کسی حکیم یا ڈاکٹر کے علاج پر تو اعتبار ہے اور اگر کسی نبی یا ولی سے اپنے دُکھ اور دق کے بخار کے لئے کسی حکیم یا ڈاکٹر سے دوا لینی کیوں شرک نہیں جب کہ شفا دینے والا صرف اللہ ہی ہے۔

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ غیر اللہ سے شفا طلب کرنی شرک ہے تو پھر قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات کا کیا جواب ہوگا۔ جس میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ قرآن میں شفا ہے مثلاً

پارہ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۵۷ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ کہ یہ قرآنِ پاک انسانوں کے دلوں کی بیماریوں کے لیئے شفا ہے۔ اور

پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۲ —— وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ۔

کہ ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں سے کہ جس سے لوگوں کے روگ اچھے ہوتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے رحمت ہوتی ہے اور پھر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ سورۃ پاک ہر بیماری کی دوا ہے حالانکہ قرآنِ پاک خدا نہیں بلکہ کلام خدا ہے۔ اور اللہ نہیں بلکہ غیر اللہ ہے۔ اور خدا فرماتا ہے کہ میرے

قرآن سے ہر قسم کی بیماری کی شفا طلب کرو۔ تو اگر قرآنِ پاک سے شفا طلب کرنی درست اور جائز ہے تو پھر صاحبِ قرآن یعنی نبی کریم علیہ السلام کے دروازے پر کسی بیماری کے لیئے طلبِ شفا کے لیئے جانا کیوں جائز نہیں؟ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو رہی درکنار حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے نام پاک میں بھی شفا ہے اور جب بھی کبھی کسی دکھیا نے کملی والے کو پکارا اس کا دکھ دور ہو گیا اور بیماری سے نجات مل گئی۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۷۔ ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۰ حضرت عثمان ابنِ حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں اِنَّ رَجُلاً ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتیَ النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ کہ ایک آدمی جو کہ نابینا تھا حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام دعا فرمائیے کہ خدا تعالےٰ میری آنکھیں روشن کردے تو کملی والے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تیرے لیئے آخرت کا بہترین سامان بنا دوں۔ اور اگر چاہے تو دعا کر دوں۔ تو اس نے عرض کی فَقَالَ اُدْعُہٗ کہ دعا فرما دیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھی طرح سے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر میرے نام کا وسیلہ بنا کر یہ دعا کر تو اللہ تعالےٰ آنکھیں روشن کر دے گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ

کہ اے اللہ میں تجھ سے تیرے محبوب نبی کی رحمت کا وسیلہ لے کر سوال کرتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تجھ کو اپنے رب تک اپنا وسیلہ بناتا ہوں اپنی اس حاجت کے لئے دوسری روائیتوں میں سے وَقَدْ کَشَفَ اللّٰہُ عَنْ بَصَرِہٖ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔

ادب المفرد البخاری صفحہ ۱۹۳۔ شرح شفاء شریف جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سعید فرماتے ہیں ــــ خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــ

کہ حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں شل ہو گیا تو ان سے کسی نے کہا کہ اس کائنات میں جو سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے اس کو یاد کر لیں انہوں نے کملی والے آقا علیہ السلام کا نام مبارک محبت سے لیا اور ان کا پاؤں اچھا ہو گیا۔

تفسیر روح البیان جلد ۴۔ صفحہ ۵ ــــ نبی کریم علیہ السلام نے حجامت بنوائی ــــ وَرَمَى شَعْرَهُ عَلَى شَجَرَةٍ فَاَخَذَهُ النَّاسُ تَبَرُّكًا وَاَخَذَتْ اُمِّ عَمَّارَةٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا فَكَانَتْ تَغْسِلُهَا لِلْمَرِيْضِ وَتَسْقِيْهِ فَيَبْرَاُ بِاِذْنِ اللّٰهِ ــــ اور آپ کے بال مبارک درخت کے نیچے گرتے تھے اور لوگ کملی والے آقا کے بالوں کو تبرک کے طور پر لیتے تھے ایک بال شریف حضرت اُمِّ عمارہ کے ہاتھ بھی آ گیا تھا اور جب بھی کوئی بیمار ہوتا تھا تو اس بال مبارک کو پانی میں دھو کر وہ پانی اس مریض کو پلا دیتی تھیں اور وہ بیمار اللہ کے حکم سے اچھا ہو جاتا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

آدابِ نبوّت

پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات۔ آئت نمبر ۱-۲-۳

یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ۔

اے ایمان والو کسی قول و فعل میں اللہ اور اس کے رسول سے پہل نہ کرو یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجۡھَرُوۡا لَہٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَھۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں میرے محبوبِ پاک کی آواز سے اونچی نہ کرو اور میرے محبوبِ پاک کو بلاتے وقت ایسے نہ بلاؤ جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے تمام اعمالِ حسنہ ضائع ہو جاویں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ

اے میرے محبوبِ پاک جو لوگ تجھے دیوار کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی ان آیات میں ایمان والوں کو اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھائے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص لطف و کرم اور رحمت و کرم نوازی ہے کہ ہم دن رات بدکاریاں کرتے ہیں سیہ کاریاں کرتے ہیں نہ نماز نہ روزہ نہ حج اور نہ زکوٰۃ غرضیکہ کوئی بھی نیکی کا کام نہیں کرتے مگر وہ پھر بھی ہمیں کہتا ہے کہ اے ایمان والو! تو معلوم ہوا کہ

ایمان نماز اور روزے میں نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ لوگ جو نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے اور یا حج و زکواۃ ادا نہیں کرتے وہ کافر ہو جاتے اور خدا تعالیٰ ان کو کافر کہتا حالاں کہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے سے انسان کافر نہیں ہوتا بلکہ ایمان کو ضائع کرنے والی اور کسی کو کافر بنانے والی کوئی اور ہی چیز ہے اور وہ ہے کملی والے کی بے ادبی اس لئے اگر کوئی مسلمان نمازیں بھی پڑھتا ہے روزہ بھی رکھتا ہے حج و زکواۃ بھی ادا کرتا ہے اور ساری رات کھڑے ہو کر نفل بھی پڑھتا ہے لیکن ہے وہ کملی والے کا بے ادب تو وہ پکا کافر ہے۔ کیوں کہ ایمان کا دوسرا نام ہے۔ ادب اگر ادب ہے تو ایمان بھی ہے اور اگر ادب نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۲۳ ــــ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا.

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس نے اپنے سے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور اپنے سے بڑے کا ادب نہیں کیا وہ میرا امتی نہیں ہے۔ استاد شاگرد سے بڑا ہے اور باپ بیٹے سے امام مقتدی سے بڑا ہے اور پیر مُرید سے اور متذکرہ بالا حدیث پاک کے پیشِ نظر شاگرد، اگر اپنے استاد کا بیٹا اگر اپنے باپ کا۔ مقتدی اگر اپنے امام کا اور مُرید اگر اپنے پیر کا ادب نہ کرے تو وہ امتِ محمدیہ علیہ السّلام سے خارج ہو جاتا ہے تو پھر اس کملی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام کی بے ادبی کیوں کفر نہیں ہے جو کہ خدا کی ساری خدائی میں بڑے ہیں۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اور خلق میں سب سے تو بڑا اور تجھ سے بڑی خدا کی ذات۔

مثال :- ایک آدمی ہر رات اپنی بیوی کو مارتا محلہ کی عورتیں تنگ آگئیں اور ایک دن اس عورت سے پوچھا کہ تیرا خاوند تجھے رات کو کیوں مارتا ہے تو اس عورت نے جواب دیا کہ میں رات کو دال پکاتی ہوں اور اس میں نمک، مرچ، مصالحہ اور گھی وغیرہ ڈال دیتی ہوں مگر دال ڈالنے کا خیال نہیں رہتا تو اس عورت نے کہا کہ نمک، مرچ مصالحہ اور گھی ڈال دیا لیکن اگر دال نہ ڈالی تو کس کام کی نماز پڑھی۔ روزے رکھے۔ حج کیا اور زکواۃ دی لیکن اگر کملی والے کا ادب نہ ہو تو کس کام۔ دال میں اگر نمک اور مصالحہ کم ہو تو دال کھائی جا سکتی ہے لیکن اگر دال ہی نہ ہو تو کھائے گا کیا۔ اعمال اگر کم بھی ہوں، ادب کے ساتھ تو بخشش ہو سکتی ہے اور اگر ادب ہی نہ ہو تو پھر بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قرآنِ پاک کی مذکورہ بالا آیات میں خدا تعالےٰ نے مندرجہ ذیل آداب نبوّت کو خصوصی طور پر بیان فرمایا ہے۔

پہلا : یہ کہ میرے محبوبِ پاک علیہ السّلام کی محفل پاک میں ادب سے خاموش بیٹھو اور بات کرنے میں پہل نہ کرو۔

دُوسرا : یہ کہ میرے محبوب پاک علیہ السلام کو بلاتے وقت اسی طرح نہ بلاؤ کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

تیسرا : یہ کہ میرے محبوب علیہ السّلام کے سامنے بات کرتے وقت اونچی آواز نہ نکالو۔

چوتھا : چوتھا یہ کہ جب میرا محبوب علیہ السّلام گھر تشریف لے جائے تو اسے باہر سے آوازیں دے کر مت بلاؤ۔ جب تک کہ وہ خود تشریف نہ لے آئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ السلام سے پہلے ہی قربانی کے جانور ذبح کر لیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے یہ برداشت نہ کیا کہ میرے محبوبِ پاک علیہ السلام سے پہلے کوئی اور کوئی کام کرے اس لئے ان کو منع کر دیا گیا اور حکم دے دیا گیا کہ اے ایمان والو تمہارا کوئی بھی فعل میرے یار سے پہلے نہیں ہونا چاہیئے۔ اور تم کسی بات اور کسی کام میں میرے محبوبِ پاک علیہ السلام سے پہل نہ کیا کرو اور اگر تمہاری آوازیں میرے محبوب پاک علیہ السلام کی آواز سے اونچی ہو گئیں تو تمہارے اعمالِ حسنہ تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔ اور تمہیں اس تباہی کی خبر تک بھی نہ ہو گی۔

غور کرو کہ اعمالِ حسنہ کے ضائع ہو جانے کا خوف ان کو دلایا جا رہا ہے جنہوں نے براہِ راست چشمۂ نبوت سے فیض حاصل کیا۔ اور جن کا ہر ایک عمل رضائے خدا اور خوشنودیٔ مصطفےٰ علیہ السلام کے لئے ہوا کرتا تھا اور جنکی عبادت کے قبول ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔ اور جنہوں کے دلوں میں محبتِ رسول ؐ کا دریا موجزن تھا تو اگر کملی والے آقا کی بے ادبی اور گستاخی کی سزا ان کے لئے یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے تمام اعمالِ حسنہ ضائع کر دیئے جائیں گے تو پھر پاکستان کے جدید مُلاّ کا حشر کیا ہو گا۔ جو اپنی تقریروں اور تحریروں میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کرتا رہتا ہے۔

اور جس نبی کو خدا تعالیٰ نے اس کا ذاتی نام لے کر یعنی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر نہیں بلکہ اس کے صفاتی نام یعنی یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ۔ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ طٰہٰ اور — یٰسٓ، کہہ کر پکارا ہو اس نبی کے لئے خدا تعالیٰ یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ میرے میرے محبوب علیہ السلام کو کوئی صرف محمدؐ کہہ کر بلاوے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس سے بھی منع کر دیا۔

تفسیر روح البیان جلد ۴۔ صفحہ نمبر ۴۴ — حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آئیت حضرت ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی کیوں کہ وہ اونچا سنتے تھے اور بلند آواز سے بولتے تھے جب یہ آئیت نازل ہوئی تو انہوں نے اس ڈر سے کہ کہیں میرے تمام اعمال ضائع نہ ہو جائیں بارگاہِ رسالت میں آنا ہی چھوڑ دیا۔ کملی والے آقا علیہ السلام کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت ثابت بن قیس کو بلایا اور فرمایا :-

" لَسْتَ هُنَالِكَ اِنَّكَ تَعِيْشُ بِخَيْرٍ وَتَمُوْتُ بِخَيْرٍ وَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ "

کہ تو اس حکم سے بری ہے اور تو اس حکم میں شامل نہیں ہے اور تیرا خاتمہ بالخیر ہوگا اور تو جنتی ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۳۔ صفحہ ۱۲۱ — حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی نے سو سال خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل نے اس کو بغیر جنازہ کے دفن کر دیا۔ لیکن جب رات ہوئی تو فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ اَخْرِجْهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ — کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو قبر سے نکال کر اور اس کا جنازہ پڑھ کر اس کو پھر دفن کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا یہ تو بڑا گنہگار اور تیرا نافرمان تھا پھر اس کے لئے ایسی مہربانی کا کیا سبب ہے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بے تو یہ گنہگار اور نافرمان لیکن — كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلٰى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَغَفَرْتُ لَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرًا — کہ جب بھی کبھی یہ تورات پڑھتا تھا تو میرے محبوب پاک علیہ السلام کے نامِ پاک کو چومتا تھا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا۔ اس لئے میں نے

اس کے تمام گناہ اپنے یار کے نام کی تعظیم کی بدولت معاف کر دیئے اور جنت میں اس کے لیے ستر (۷۰) حوروں کو منتخب کیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳-۴۴ ــــ حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں دیکھا۔

وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام
وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَالِكَ الْوَضُوءَ ۔

اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو دیکھا کہ حضور علیہ السلام کا وضو کرا رہے ہیں اور لوگ کملی والے کے وضو کے پانی کو لینے کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ــــ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ۔ پس جس کو وہ پانی مل جاتا وہ اپنے بدن پر مل لیتا اور جس کو نہیں ملا وہ دوسروں سے چھین رہا ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۲۲۱ محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ آوردہ اند کہ ایاز خاصی پسر داشت محمد نام ۔ کہ محمود غزنوی کے غلام خاص ایاز کا ایک لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا اور محمود غزنوی کو جب بھی کام ہوتا اور اسے بلانے کی ضرورت پیش آتی تو بڑی محبت سے آواز دیتا کہ اے محمد! میرا فلاں کام کر دے۔ مگر ایک دن محمود غزنوی نے آواز دی تو کہا۔ اے ایاز کے بیٹے میرا یہ کام کر دے۔ ایاز سن کر بہت ہی پریشان اور غمگین ہوا۔ محمود غزنوی کے دربار میں ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ آقا آج مجھ سے کوئی قصور ہو گیا یا میرے لڑکے محمد سے کوئی خطا ہو گئی کیوں کہ آج آپ نے محمد کا نام لے کر نہیں بلایا۔ پس سلطان تبسمی فرمود و گفت اے ایاز دل جمع دار ــــ اور سلطان نے کہا کہ اے ایاز! پریشان نہ ہو میں نے تیرے بیٹے محمد کا نام اس لئے نہیں لیا کہ میں ناراض ہوں یا اس سے کوئی قصور ہوا ہے بلکہ وضو نداشتم داد محمد نام

داشت مرا شرم آمد کہ لفظ محمد بر زبانِ من گزرد وقتے کہ بے وضو باشم بلکہ میں نے اس وجہ سے تیرے لڑکے کا نام نہیں لیا کہ تیرے لڑکے کا نام محمد ہے اور میں بے وضو تھا اس لئے مجھے شرم آتی تھی کہ میں بے وضو محمد ﷺ کا نام لوں۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۹ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم علیہ السلام ملے اور میں جنابت کی حالت میں تھا حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پس میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ نبی کریم علیہ السلام ایک مقام پر بیٹھ گئے اور میں چپکے سے نکل آیا۔

فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ لَقِيْتَنِيْ وَاَنَاجُنُبٌ فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ ۔

پس میں نے غسل کیا اور پھر واپس آگیا۔ حضور علیہ السلام ابھی تشریف فرما تھے پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو کہاں چلا گیا تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ علیہ السلام آپ مجھ سے ملے اور میں جُنبی تھا پس میں نے اس حالت میں آپ سے ملنا اور آپ کے پاس بیٹھنا مناسب نہ سمجھا کیوں کہ یہ آپ کی شان میں بے ادبی تھی۔

امام الانبیاء علیہم السلام کے غلاموں کا عقیدہ اور ایمان دیکھو کہ ناپاکی کی حالت میں کملی والے آقا سے ملنا بھی بے ادبی سمجھتے ہیں مگر پاکستان کا جدید مُلّا کبھی نبی کریم علیہ السلام کو اپنی مثل ایک بے اختیار بشر سمجھ کر اور کبھی بڑے بھائی کا مقام دے کر اور کبھی آپ کو مر کر مٹی میں مل جانے کا گمراہ کُن عقیدہ رکھ کر سید المرسلین علیہ السلام کی شانِ پاک میں بے ادبی اور گستاخی کرکے اپنے آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا رہا ہے۔

کیا تاجدار کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک میں منافقین آپ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور کیا وہ خدا تعالےٰ کی توحید اور نبی کریم علیہ السلام کی رسالت اور حشر و نشر اور روزِ قیامت کو نہیں مانتے تھے؟ کیوں نہیں لیکن اس کے باوجود بھی قرآنِ پاک نے ان کے ایمان کی نفی کر دی اور اعلان فرمایا وَمَاھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ کہ اے میرے محبوبِ پاک کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو مجھے بھی مانتے ہیں اور تیری رسالت کی گواہی بھی دیتے ہیں اور قیامت کو بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن ان سے بچ کے رہنا کیوں کہ یہ مومن نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے دلوں میں تیرا ادب واحترام نہیں ہے۔

زمین و آسمان کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں ہے کہ جہاں شیطان نے سجدہ نہ کیا ہو مگر حضرتِ آدم علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کرنے والا اگر دائمی ملعون بن سکتا ہے تو شہنشاہِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا پھر کیوں کافر نہیں ہو سکتا؟ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے پوچھا اَنْتَ اَکْبَرُ اَوْ اَنَا، کہ تو بڑا ہے یا میں۔ تو انہوں نے عرض کی اَنْتَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا وُلِدْتُ قَبْلَكَ کہ یا رسُول اللہ علیہ السلام پیدا تو میں پہلے ہوا ہوں لیکن بڑے آپ ہی ہیں۔

غور کرو کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ نبی کریم علیہ الصلام سے کئی سال بڑے تھے مگر کملی والے کے ادب نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ اپنے آپ کو حضور علیہ السلام سے بڑا کہیں۔

حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی کریم علیہ السلام نے غائبانہ بیعت لی اور حضرت عثمان فرماتے ہیں میرے جس ہاتھ کو حضور علیہ السلام نے اپنا ہاتھ قرار دیا تھا۔ میں نے کبھی اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں دیکھا

کیونکہ جن نظروں سے رُخِ مصطفےٰ علیہ السّلام کو دیکھا ہے ان نظروں سے شرمگاہ کو دیکھنا خلافِ ادب ہے۔

مولانا عارفِ رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بود در انجیل نامِ مصطفےٰ

آں سرِ پیغمبراں بحرِ صفا

کہ انجیل مقدّس میں کملی والے آقا علیہ السّلام کا اسمِ گرامی موجود تھا وہ آقا جو سرورِ انبیاء اور صدق وصفا کا دریا تھا اور نصرانیوں کے ایک گروہ کی یہ عادت تھی سے

بوسہ دادندے برآں نامِ شریف

رو نہادندے بداں وصفِ لطیف

کہ انجیل پڑھتے وقت نبی کریم علیہ السّلام کے اسمِ پاک کو چُوما کرتے تھے کہ کملی والے آقا کی شانِ پاک پڑھ کر اپنے سروں کو ادب سے جھکا دیتے تھے اور پھر اس وقت کے ایک ظالم وجابر وزیر نے قتل وغارت کا بازار گرم کیا تو امام الانبیاء علیہم السّلام کے نام پاک کو ادب سے چُومنے والا وہ گروہ اس فتنۂ عظیم سے محفوظ رہا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نامِ احمد چوں چنیں یاری کُند

تا کہ نورش چوں مددگاری کُند

کہ جب آپ کا اسمِ مبارک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ شر و مصائب کو نہیں آنے دیتا تو آپ کی ذاتِ گرامی جو کہ عین نور ہے ہر حالت میں کیوں مددگار نہیں ہوتی غرضیکہ جس نبی کا سایہ زمین پر اس لئے نہ آنے دیا گیا ہو کہ کسی کا قدم اس سائے پر آجانے سے

اس کی بے ادبی ہو گی۔ اور جس کے جسمِ پاک کو مکھی سے اسلئے محفوظ رکھا گیا ہو کہ ناپاک چیزوں پر بیٹھتی ہے اور اس طرح کملی والے کی بے ادبی ہو گی تو پھر اس نبی پاک کی شانِ اقدس میں بے ادبی اور گستاخی کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

تفسیر روح البیان جلد ۳ ۔ صفحہ ۱۵۰ ۔ آوردہ اند کہ نبی کریم علیہ السلام بہ مسجد در آمد و نزدیکِ ستون بہ نشست و حضرتِ بلال آذان داد و چوں گفت أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ ابوبکرؓ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ و گفت۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ علیہ السلام حضرت رسولِ خدا فرمود کہ یا ابابکر ہر کہ چند چنیں کہ تو کردی خدا تعالیٰ بیامرزد گناہاں جدید و قدیم سہواً وقصداً۔

کہتے ہیں ایک دن نبی کریم علیہ السلام مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آذان دی اور جب وہ حضور علیہ السلام کے نام پاک پر پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور پھر اپنی آنکھوں پر لگائے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کا اسمِ پاک میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے تو کملی والے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوبکر جو بھی کوئی تیری طرح کرے گا خدا تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے اور جو بھول کر یا قصداً گناہ کئے ہیں سب بخش دے گا اور کملی والے نے پھر فرمایا۔

"مَنْ سَمِعَ اِسْمِی فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَی اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا"

کہ جس نے میرا نام آذان میں سن کر اپنے انگوٹھوں کو چوما اور پھر ان کو اپنی آنکھوں پر لگایا وہ کبھی اندھا نہیں ہو گا۔

ہو سکتا ہے کہ پاکستان کا جدید مُلّا یہ کہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر میں کہتا ہوں

کہ چلو ضعیف ہی سہی مگر اس کے مقابلے میں جب کوئی قوی حدیث ایسی نہیں ہے کہ جو اس کی تردید کرے تو پھر مقام مدح میں ایسی حدیث بھی واجب القبول ہوتی ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۳۔ صفحہ ۱۵ ــــ اِنَّ اٰدَمَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ اِشۡتِیَاقِ اِلٰی لِقَاءِ مُحَمَّدٍ عَلَیۡہِ السَّلَامُ حِیۡنَ کَانَ فِی الۡجَنَّۃِ

کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں تھے تو اُن کو حضور علیہ السلام کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو خدا تعالیٰ نے وحی کی وہ تیری پُشت میں ہے اور آخری زمانہ میں اس کا ظہور ہوگا تو حضرتِ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے مولا مجھے اب ہی اس کی زیارت فرما۔ تو خدا نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے نورِ پاک کو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں چمکا دیا۔ اور نبی کریم علیہ السلام کے نورِ پاک نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور جونہی کملی والے آقا علیہ السلام کا نور پاک حضرت آدم علیہ السلام کے انگوٹھے میں چمکا ــــ

فَقَبَّلَ اٰدَمُ ظُفۡرَیۡ اِبۡھَامِیۡہِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیۡنَیۡہِ

توحضرتِ آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کو چُوما اور اپنی آنکھوں پر لگایا۔

مذکورہ بالا حقائق کے باوجود بھی پاکستان کا جدید مُلّا کملی والے کے نام پاک کو سُن کر انگوٹھے چومنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتا رہتا ہے۔ حالانکہ دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے نامِ اقدس کو سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور اپنی آنکھوں پر لگانا حضرتِ آدم علیہ السلام کی سنت اور حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی۔

پارہ ۱۸۔ سورۃ النور۔ آیت ۶۲ ــــ "اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَاِذَا کَانُوۡا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ یَذۡھَبُوۡا حَتّٰی یَسۡتَاۡذِنُوۡہُ"

کہ ایمان والے صرف وہی ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جب کبھی کسی صلاح ومشورے کرنے کے لئے کسی کام پر اس کے ساتھ ہوتے ہیں تو میرے محبوب علیہ السلام کی اجازت کے بغیر وہاں سے جاتے نہیں اور آگے فرمایا کہ اے میرے محبوب پاک جو لوگ تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں اصل میں مومن وہی ہیں اور

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

اور پھر اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت طلب کریں تو اے میرے محبوب پاک علیہ السلام جس کو تو چاہے ان میں سے اجازت دے دیا کر اور پھر ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگ کیوں کہ خدا بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کرو کہ کس پیارے انداز میں خدا تعالےٰ نے ایمان والوں کو اپنے محبوب پاک علیہم السلام کے ادب واحترام کا طریقہ بتلایا ہے کہ جب بھی کبھی میرے محبوب پاک علیہم السلام کی نورانی مجلس، روحانی محفل اور لاثانی کے لاثانی اجتماع میں بیٹھو تو جانے سے پہلے میرے یار سے اجازت لے لیا کرو۔ اور جب تک میرا یار تمہیں جانے کی اجازت نہ دے اس وقت تک تم میرے محبوب پاک کی پیاری مجلس سے جا نہیں سکتے۔ اور اگر تم میرے یار کی اجازت کے بغیر ہی اُٹھ کر چلے گئے تو یہ بے ادبی اور گستاخی ہو گی اور ساتھ ہی اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ اے کملی والے محبوب پاک اگر تجھ سے جانے کی اجازت مانگیں تو جس کو تیرا دل چاہے اجازت دے دیا کر اور چونکہ انہوں نے بڑا ادب واحترام کیا ہے اور تیری اجازت کے بغیر نہیں گئے اس لئے ان کے لئے مجھ سے بخشش مانگ اور میں تیری سفارش کو قبول کرتے ہوئے ان کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دوں گا۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب

کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ کہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السّلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے نام لے کر پکارا ہے۔ مثلاً، یا موسیٰ، یا عیسیٰ، یا یحییٰ مگر جب اپنے محبوب پاک کی باری آئی تو فرمایا۔

یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ - یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ- یٰسٓ اور طٰہٰ

یعنی دوسرے انبیاء کرام کا ذاتی نام لیا اور اپنے یار کا صفاتی۔

ہو سکتا ہے کہ پاکستان کا جدید مُلّا یہ سوال کرے کہ قرآن میں تو محمد رسول اللہ بھی یعنی قرآن پاک میں لفظ مُحمد صلی اللہ علیہ وسلّم بھی ہے تو اس کا جواب ایک مثال سے سمجھو کہ مجھے باہر سے خط آتے ہیں جس پر بہت سے القاب لکھے ہوتے ہیں علامہ زماں، فاضل نوجوان، واعظ خوش بیان، عالم بے بدل وغیرہ وغیرہ لیکن لفافہ کے اوپر میرا نام "افتخار الحسن" بھی لکھا ہوتا ہے۔ تاکہ کوئی دوسرا اس خط کو وصول نہ کرے۔ قرآنِ پاک میں بھی کملی والے کا ذاتی نام لکھنا اسی لئے ضروری تھا کہ دنیا والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ قرآنِ مجید صرف مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نازل ہوا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ـــــ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کہ ہم نے انسان کو اچھی شکل میں پیدا کیا ہے حالانکہ کوئی گورا ہے تو کوئی کالا۔ کسی کی ٹانگیں نہیں ہیں اور کوئی آنکھوں سے محروم ہے مگر پھر بھی خدا تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے انسان کو حسین بنایا ہے تو یہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کا ادب ملحوظ ہے کیونکہ جب اس نے کملی والے آقا علیہ السّلام کو لباسِ انسانی میں مبعوث فرما دیا تو پھر اس کی غیرت نے یہ قبول نہ کیا کہ کسی انسان کو بدصورت کہے اور اسی لئے قیامت کے دن دوزخیوں کی شکلیں تبدیل کر دی جائیں گی تاکہ کوئی انسان انسانی شکل میں جہنم میں نہ جاوے کیوں کہ اس طرح سے سید المرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم کی بے ادبی ہوتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۷۱، حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَجُلاً اَمَّ قَوْماً فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِقَوْمِهٖ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ۔

کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے اور وہی آدمی لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے امامت کرا رہا ہے اور جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو حضور علیہ السلام نے تمام لوگوں سے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوتی اس لئے کہ اس آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تھا تو اس حدیث مبارک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کچھ امام ایسے ہیں جن کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور وہ ہیں کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور بے ادب، تو جب قبلہ کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کے پیچھے نماز کب جائز ہو سکتی ہے جب کہ کملی والے آقا علیہ السلام کی شانِ پاک قبلہ سے افضل ہے۔

ابن ماجہ شریف صفحہ نمبر ۲۹۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھے اور نبی کریم علیہ السلام فرما رہے تھے۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِّنْكَ۔

کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اے خانۂ

کعبہ اس بات پر فخر نہ کرنا کہ میں تیرا طواف کر رہا ہوں بلکہ تجھ سے تو میری اُمت
کے ایک مومن کی عزت و شان زیادہ ہے تو جب خانہ کعبہ سے ایک مومن متقی اور
ولی کی شان زیادہ ہے، تو پھر کملی والے آقا تو تاجدارِ کون و مکان، باعثِ تخلیقِ انس
وجان اور شہنشاہِ دوجہاں ہے اور جب قبلہ کی بے ادبی کرنے والے کے پیچھے
کملی والے کے فرمان کے مطابق نماز نہیں ہوتی تو پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کے بے ادب اور گستاخوں کے پیچھے ایک سُنّی کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

گستاخِ نبوّت کی سزا

مشکوات شریف صفحہ ۵۳۴ ــ حضرت ابی سعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے ــ وَھُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَعْدِلُ ــ کہ بنی تمیم کے قبیلے کے ایک شخص نے بے ادبی اور گستاخی کے طور پر کہا کہ یا رسُول اللہ عدل اور انصاف کرو۔ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہلاکت ہو تجھ پر مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا اور کون ہے۔ فَقَالَ عُمَرُ اَلْذَنْ لِیْ اَضْرِبُ عُنُقَہٗ ــ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اے کملی والے آقا مجھے اجازت دو تاکہ میں اس گستاخ کو قتل کر دوں تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ نہ اس کو چھوڑ دو۔

فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَاباً یُحْقِرُوا اَحَدَکُمْ صَلٰوتَہٗ مَعَ صَلٰوتِہِمْ وَصَوْمَہٗ مَعَ صِیَامِہِمْ یَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَہُمْ حَنَاجِرَھُمْ یَمْرُقُوْنَ (۱)

کہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے روزے رکھیں گے اور قرآنِ پاک پڑھیں گے مگر ان کی نمازیں اور روزے قبول نہیں ہوں گے اور قرآن پاک ان کی رگوں سے نیچے نہیں جائے گا۔

یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّہْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ

دین اور اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے

(۱) مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّہْمُ

کملی والے آقا علیہ السّلام کے اس ارشادِ عالی پر غور کرو اور آج کل کے نبوّت کے گستاخوں اور بے ادبوں کو دیکھو کہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں اور قرآنِ پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں مگر تاجدارِ کون و مکان صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کر کے دین اور اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ امام الانبیاء علیہ السّلام کو اپنی مثل ایک بے اختیار اور بے کمال نبی سمجھنا اور حضور علیہ السّلام کے علمِ غیب کا انکار کرنا اور سرورِ کائنات کو حاضر و ناظر نہ جاننا اس سے بڑھ کر اور کملی والے کی بے ادبی اور گستاخی کیا ہو سکتی ہے؟ اور حضور علیہ السّلام کے اس ارشادِ عالی سے یہ ثابت ہوا کہ ایمان صرف نمازوں اور روزوں اور قرآن پاک کی تلاوت میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ شہنشاہِ دوجہاں علیہ السّلام کے ادب و احترام میں ہے ورنہ لمبی لمبی نمازیں پڑھنے والوں، روزے رکھنے والوں اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والوں کو نبیٔ کریم علیہ السلام اسلام سے خارج قرار نہ دیتے۔

پاکستان کا جدید مُلّا غور کرے۔

مولانا عارفِ رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں دہاں کژ کرد و از تسخر بخواند
مر محمدؐ را دہانش کژ بماند

کہ ایک بے ادب اور کملی والے کا گستاخ حضور علیہ السّلام کا نامِ پاک بے ادبی کے طور پر لیتا تھا۔ آخر غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ ؎

باز آمد کائے محمدؐ عفو کن
اے ترا الطاف علم من لدن

اور پھر وہ رحمتِ دو عالم علیہ السّلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے معاف کر دو حضور علیہ السّلام نے اسے معاف کر دیا اور اس کا منہ سیدھا ہو گیا۔
عارفِ رومی رحمتہ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند!

کہ جب خدا تعالیٰ کسی کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے تو وہ ولیوں اور نبیوں پر طعنہ زنی کرنے لگتا ہے۔
مشکوات شریف صفحہ نمبر ۴۱۸ —— "عَنْ اَبِی درداءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ حُبُّکَ الشَّیءِ یُعْمِیْ وَ یُصِمّ"
حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ محبت کرنے والی آنکھ اپنے محبوب کے عیب نہیں دیکھ سکتی اور محبت کرنے والے کان اپنے محبوب کے عیب نہیں سُن سکتے۔
میں صحیح العقیدہ اہلِ سنت والجماعت حضرات سے التماس کروں گا کہ وہ نبی کریم علیہ السّلام کے اس فرمانِ حق ترجمان کے پیشِ نظر اگر آپ کملی والے آقا علیہ السّلام سے محبت رکھتے ہیں تو پاکستان کے جدید مُلّا کی تقریریں نہ سُنو جب کہ آپ جانتے ہیں کہ تاجدارِ عرب وعجم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ پاک میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کرتا ہے اور شہنشاہِ کون ومکان کے نعوذ باللہ نقائص وعیوب بیان کرتا ہے حالانکہ کملی والا آقا ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہے اور جب کہ حضور علیہ السّلام نے فرما دیا ہے کہ محبت کرنے والے کان اپنے محبوب کے عیب نہیں سنتے تو پھر کسی ایسے ملّا کی تقریر سننی جو حضور علیہ السّلام کا بے ادب اور گستاخ ہو کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔

شرح فقہ اکبر میں حضرت امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہارون الرشید کے دسترخوان پر کدو پک کر آیا کسی نے کہا کہ حضور علیہ السلام کو کدو بہت پسند تھا۔ دوسرے نے کہا لیکن مجھے پسند نہیں اس پر حضرت امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے قتل کے ارادے سے تلوار نکال لی اور فرمایا تو مرتد ہو گیا آخر اس نے توبہ کر لی۔

تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۸۹ — قِیْلَ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام اِنَّکَ تُحِبُّ الْقَرْعَ قَالَ اَجَدْ ھِیَ شَجَرَۃٌ اَخِیْ یُوْنُس وَ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ لَوْ قَالَ رَجُلٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام یُحِبُّ الْقَرْعَ فَقَالَ الْآخَرُ اَنَا لَا اُحِبُّہٗ فَھٰذَا کُفْرٌ اَنَّہٗ قَالَ عَلٰی وَجْہِ الْاِھَانَۃِ۔

نبی کریم علیہ السلام سے کہا گیا کہ کیا آپ کدو بہت پسند کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں مجھے پسند ہے کیوں کہ یہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا درخت ہے اور حضرت ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا کہ نبی کریم علیہ السلام کو کدو بہت پسند تھا تو اگر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ مجھے پسند نہیں تو وہ کافر ہو گیا۔ کیونکہ اس نے مکی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز کی بے ادبی کی ہے۔

غور کرو کہ حضور علیہ السلام کی ایک پسندیدہ چیز کی اگر بے ادبی اگر کفر ہے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی کیوں کفر نہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن و حدیث گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کو ساری کائنات کے لیئے قاضی۔ حاکم اعلیٰ اور مختارِ دو عالم بنا کر بھیجا ہے اور خدا تعالےٰ کے عطا کیئے ہوئے اختیارات و کمالات کی بدولت امام الانبیاء علیہ السّلام نے کبھی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چاند کو توڑا اور کبھی ڈوبے ہوئے سورج کو واپس موڑا کبھی سیاہ فام چہرے کو اپنے دستِ مبارک سے بدرِ منیر بنا دیا اور کبھی کسی کو اپنی زبانِ حق ترجمان سے جنّت کا مژدہ سنایا۔

پارہ ۹ سورۃ اعراف آیت ۱۵۷ — وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ — اور میرے محبوب پاک علیہ السّلام کی شان تو یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیئے پاک اور ستھری چیزوں کو حلال اور گندی اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حاکمِ اعلیٰ اور مختارِ دو عالم ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السّلام کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ اے میرے محبوب پاک جس چیز کو تو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے۔ اور پھر کملی والے آقا علیہ السّلام کی حلال کی ہوئی چیز کو کوئی حلال نہیں کر سکتا۔ دنیا کا کوئی انسان تو درکنار خدا تعالیٰ بھی اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کے کئے ہوئے فیصلہ کو رَدّ

نہیں کرتا۔

پارہ ۵۔ سورۃ النساء آئیت ۶۵ ــــ "فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ" ۔

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام مجھے تیرے رب کی قسم کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں تیری حکومت تسلیم نہ کرے گا اور تیرے فیصلے کے سامنے اپنا سر تسلیم خم نہ کرے گا۔

پارہ ۵ سورۃ النساء۔ آئیت ۱۰۵ ــــ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ہم نے تجھ پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ تو لوگوں میں اپنے خدا کے عطا کئے ہوئے اختیارات سے فیصلہ کرے۔

پارہ ۵۔ آیت ۶۴۔ سورۃ النساء ــــ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

اور ہم نے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی ہر حالت میں اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اور اس کی حکومت کو تسلیم کیا جائے اور پھر ایمان والوں کی نشانی اور علامت اور ان کی شان فرماتے ہوئے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔

پارہ ۱۸۔ سورۃ النور۔ آیت ۵۱ ــــ اِنَّمَا قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

کہ ایمان والوں کی یہ بات پکی ہے کہ جب اُن کو اللہ اور رسول کی طرف سے

بلایا جاتا ہے تاکہ میرا محبوب ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں ہم نے اپنے رسول کے فیصلے کو سنا اور تسلیم کیا اور ایسے لوگ ہی بھلائی والے ہیں۔

اس آیت پاک پر غور کرو کہ ایمان والوں کو دعوت اللہ اور رسولؐ دونوں کے لیئے ہے مگر فیصلہ اور حکومت صرف نبی کریم علیہ السلام کی کیوں کہ اگر فیصلہ کرنے میں خدا تعالیٰ بھی شامل ہوتا تو صیغہ تثنیہ کا ہوتا اور قرآن پاک کے الفاظ یوں ہوتے لیحکما اور پھر خدا تعالیٰ نے منافقین کی نشانی علامت اور ان کی بد فطرتی کو بھی ساتھ ہی بیان کر دیا۔

پارہ ۱۸۔ سورۃ النور۔ آیت ۴۸ ــــ وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

اور جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ میرا رسول ان میں فیصلہ کرے تو ایک فرقے والے منہ موڑ لیتے ہیں اور آج بھی وہ فرقہ موجود ہے اور وہ ہے پاکستان کے جدید ملّا کا فرقہ اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور اس کے رسول کی طرف رَاَیْتَ الْمُنَافِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا۔ تو تو دیکھتا ہے کہ یہ منافق لوگ تیری طرف جانے سے رکتے ہیں یعنی تیرے فیصلے اور تیری حکومت اور تیرے اختیارات کو تسلیم نہیں کرتے۔

پارہ ۱۰۔ سورۃ توبہ۔ آیت ۲۹ ــــ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

کہ اے میرے ایمان والو ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے حرام کیا

ہے اور اس کو حرام نہیں جانتے۔

قرآنِ پاک کی یہ تمام آئیتیں صاف صاف تبلا رہی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام خود ساختہ مسلمانوں کے چُنے ہوئے قاضی حاکم اعلیٰ اور مختارِ دو عالم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے منتخب کئے ہوئے ہیں ان آیات سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ جو مومن نبی کریم علیہ السلام کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے بلکہ اپنے دل میں ذرا سی تنگی محسوس کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔

۲۔ ایمان والے حضور علیہ السلام کے ہر فیصلے اور اس کی حکومت اور اس کے اختیارات کو تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ منافقین کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فیصلے اور ان کے اختیار کو نہیں مانتے۔

۴۔ ہر نبی کو اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ دنیا میں بسنے والے انسان اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔

۵۔ کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے۔

۶۔ اور آخری آیت نے تو بالکل بے لاگ فیصلہ کر دیا کہ جو لوگ کملی والے آقا علیہ السلام کی حرام کی ہوئی چیز کو حرام نہ مانیں اور اس کے اختیارات کو تسلیم نہ کریں۔ ایمان والوں کا فرض ہے کہ ان سے جنگ کریں۔

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ پہ غور کرو۔ اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوتے کمالات و اختیارات اور آپ کی حکومت

دو جہاں کو دیکھو اور پاکستان کے جدید مُلّا کے عقیدے پر بھی غور کر کے قارئین کرام خود فیصلہ کرلیں۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۲۵۹۔ مشکوات شریف صفحہ ۱۷۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ہلاک ہو گیا۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ تجھے کس شے نے ہلاک کیا ہے تو اس نے عرض کی وَقَعْتُ عَلَیٰ اِمْرَاَتِی وَ اَنَا صَائِمٌ —— کہ میں روزے کی حالت میں تھا کہ میں اپنی بیوی سے مجامعت کر بیٹھا ہوں تو نبی کریم علیہ السّلام نے خدائی فیصلہ کے مطابق ارشاد فرمایا کہ غلام آزاد کر۔ اس نے عرض کی یا رسُول اللہ میں غلام آزاد نہیں کر سکتا۔ پھر حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ دو مہینے کے متواتر روزے رکھ اس نے عرض کی یا رسُول اللہ میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔

حضور علیہ السّلام نے پھر فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو تیرا کفّارہ ادا ہو جائے گا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میں تو خود مسکین ہوں تو نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹوکرا کھجوروں کا آیا تو کملی والے آقا نے فرمایا اَیْنَ السَّائِلُ —— کہ وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟

تو اس نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں۔ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ کھجوروں کا ٹوکرا اٹھا لے اور مدینہ منوّرہ کے غریبوں میں تقسیم کر دے تیرا کفّارہ ادا ہو جائے گا۔ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعْلٰی فَقْرٌ مِّنِّی —— یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم —— کہ یا رسول اللہ علیہ السّلام مدینہ منوّرہ میں مجھ سے غریب فقیر اور مسکین اور کون ہو سکتا ہے۔ تو کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم مسکرائے اور فرمایا اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ —— کہ جا اپنے بچوں کو کھلا دے تیرا کفّارہ ادا

ہو جائے گا۔

غور کرو کہ کہاں خدائی فیصلہ کہ ایسی صُورت میں غلام آزاد کرے یا پھر دو مہینے کے روزے رکھے اور یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتے اور کہاں مختارِ دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا یہ فیصلہ کہ چند کھجوریں اپنے بچوں کو کھلا دے۔ حق تو یہ تھا کہ خُدا تعالیٰ فوراً حکم دیتا کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام میرے فیصلے کے علاوہ اپنی طرف سے فیصلہ کرنے والا تو کون ہے؟ مگر ایسا نہیں فرمایا گیا اور فرمایا بھی کیسے جاتا جب کہ خدا تعالیٰ نے خود فیصلہ کر دیا ہوا ہے کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام جو تیرے کئے ہوئے فیصلے کو نہیں مانتا وہ مومن ہی نہیں ہے۔ کملی والے آقا علیہ السّلام کے اس فیصلے پر خدا تعالیٰ کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ مصطفےٰ کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے۔

مشکوات شریف صفحہ ۲۲۱ — حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے تو ایک آدمی نے عرض کی اُکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ — کہ یا رسول اللّٰہ علیہ السّلام کیا حج ہر سال فرض ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس نے تین بار اسی طرح سے اس بات کو دہرایا تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا — لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ — کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔

غور کرو کہ کملی والے آقا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی حکومت دو جہان اور آپؐ کے مختارِ دو عالم ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ کملی والا اگر کسی چیز کے متعلق انکار کر دے تو خدا بھی اقرار نہیں کرتا۔ اور اگر کسی چیز کے متعلق ہاں کہہ دے تو خدا بھی اس کو رَد نہیں کرتا۔ تو جس نبی پاک کی

زبان سے نکلی ہوئی ہر بات شریعت کا قانون بن جائے اور جس نبی پاکؐ کے انکار میں جہنم اور جس کے اقرار میں جنت ہو اور جس کی انگلی کے ایک اشارے سے آسمان پر چاند پھٹ جائے اور ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آئے اس نبی کو بے اختیار اور ایک کمزور بشر سمجھنا کفر نہیں تو اور کیا ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی اور حرام و حلال صرف وہی نہیں ہیں جو قرآنِ پاک میں بیان ہوئے ہیں بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام نے حرام و حلال قرار دے دیا ہے اور جس چیز کا حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے یا جس چیز سے منع کیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیارات سے ہے اس لئے وہ بھی قانونِ خداوندی کا ایک حصّہ ہے۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۱ ۔ مشکوات شریف صفحہ ۵۲۷ حضرت مالک بن صعصعہ حضرت ابوذر۔ حضرت انس ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے معراج پاک کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب میں ذاتِ خداوندی کو لامکان کی چلمن میں دیکھ کر واپس لوٹا تو فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلٰوۃُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ کہ مجھ پر ہر دن پچاس نمازیں فرض کی گئیں فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَام پس میں واپس لوٹا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سے گزرا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تیری امت پر کیا فرض کیا تو میں نے فرمایا کہ پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تیری امت سے اتنی نمازیں نہیں پڑھی جائیں گی فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْہُ التَّخْفِیْفَ ــــ اس لیئے واپس خدا تعالیٰ کے پاس جاؤ اور کچھ کم کرالو پس میں پھر دربارِ خداوندی میں حاضر ہوا تو خدا تعالیٰ نے دس کم کر لیں اور چالیس

کا حکم دیا کملی والے نے فرمایا کہ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر سے گزرا تو انہوں نے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، اور میں پھر دربارِ الوہیت میں حاضر ہوا تو خدا تعالےٰ نے پھر دس کم کر دیں یہاں تک کہ میں آخری بار گیا تو فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوٰتٍ کُلَّ یَوْمٍ ۔ کہ ہر دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پھر کہا کہ ابھی بہت ہیں۔ خُدا کے پاس پھر جاؤ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اللہ کے پاس بار بار جاتے ہوئے حیا آتی ہے حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کے وسیلے اور مدد کے قربان جاؤں کہ اس گنہگار اُمّت کے لئے کتنی آسانی کر دی۔ وہ تو کملی والے آقا نے جانا مناسب ہی نہ سمجھا ورنہ اگر ایک پھیرا اور لگ جاتا تو وضو سے بھی چھٹی مل جاتی۔ امام الانبیاء علیہ السّلام کی حکومت اور سید المرسلین علیہ السّلام کے مختار دو عالم ہونے پر غور کرو کہ نمازیں پچاس فرض ہوئیں اور اب ہم کملی والے آقا علیہ السّلام کے اختیارات کی بدولت پڑھتے ہیں پانچ، تو جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور نبی کو کوئی اختیار نہیں ہے تو وہ نمازیں پچاس پڑھے اور اگر نمازیں پچاس پڑھتا ہے تو پھر میرے کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صاحبِ اختیار نبی تسلیم کرے کیوں کہ آخر یہ کیا بد دیانتی ہے کہ اس کے اختیار سے کم ہوئی ہیں نمازیں بھی پانچ پڑھنی اور اس کے اختیار کو بھی نہ ماننا۔

تو وہ نبی جو دفترِ قدرت میں لکھی ہوئی پچاس نمازیں کم کروا سکتا ہے تو وہ قیامت کے دن اپنی اُمّت کے گناہ بھی معاف کروائے گا۔ قربان جاؤں مختارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اختیار پر۔

عارفِ رومی رحمتہ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے باہر مسلمانوں کا ایک قافلہ آکر ٹھہرا اور ان سے پانی ختم ہو گیا۔ کملی والے آقا

صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا حضور علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے تو قافلے والوں نے پانی نہ ملنے کی شکایت کی تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پہاڑی پر چلے جاؤ وہاں پر ایک حبشی غلام اپنے آقا کی پانی کی مشکیں بھرنے کے لئے جارہا ہے ان کو بلا لاؤ۔ غلام گئے اور اس کالے رنگ والے حبشی غلام کو لے آئے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے مشکیزے کھول کر اپنے برتن بھرلو۔ تمام نے اپنے اپنے برتن بھر لیئے۔ ایک غلام نے عرض کی کہ یارسول اللہ علیہ السلام ہمارے برتن تو بھر گئے لیکن اس حبشی غلام کے مشکیزے خالی ہو گئے تو کملی والا آقا مسکرایا اور فرمایا کہ وہ نبی جو تمہارے برتن بھر سکتا ہے وہ خالی اس کے بھی نہیں رہنے دے گا۔

حضور علیہ السلام اُٹھے اور اپنا دستِ مبارک اس حبشی غلام کے مشکیزے میں ڈال دیا۔ پس پھر کیا تھا نبی کریم علیہ السلام کی مقدس انگلیوں سے پانی کے فوارے بہہ نکلے۔ کالے رنگ والا وہ حبشی غلام دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے عرض کی۔ آپ کون ہیں۔ تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور میرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس غلام نے عرض کی کہ مجھے کلمہ پڑھاؤ۔ وہ مسلمان ہو گیا تو رحمتِ دوعالم کی رحمت جوش میں آگئی اور فرمایا کہ مجھ سے جو دل چاہے مانگ لے تو اس نے عرض کی یارسول اللہ علیہ السلام میں دنیا نہیں مانگتا میں تخت و تاج نہیں مانگتا۔ مجھے سونے اور چاندی کے خزانوں کی ضرورت نہیں کملی والے نے فرمایا کہ پھر کیا مانگتا ہے۔

عرض کی کہ میں کالا ہوں مجھے گورا کر دو۔ میں سیاہ ہوں مجھے سفید کر دو۔ میں بدصورت ہوں مجھے خوبصورت کر دو۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؏

مصطفےؐ دستِ مبارک بر رخش

کہ کملی والے آقا نے اپنا دستِ مبارک اس کے سیاہ چہرے پر پھیرا تو اس
کی کیفیت یہ ہو گئی کہ۔ ؏

یوسفِ شد در جمال و در کمال

کہ وہ یوسفِ ثانی بن گیا اور اس کا سیاہ چہرہ بدرِ منیر کی طرح چمکنے لگا
غور کرو کہ تمام نسلِ انسانی کی شکلیں۔ صورتیں اور مورتیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی بنائی
ہوئی ہیں اور وہ خود فرماتا ہے ۔۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ
کَیْفَ یَشَآءُ ۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو تمہاری صورتیں تمہاری ماؤں کے
پیٹوں میں بناتا ہے جیسی کہ وہ چاہے یہ گورے اور کالے، یہ سیاہ اور سفید یہ
بدصورت اور خوبصورت سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں جس کو چاہے کالا بنا دے کوئی
دوسرا اس کو گورا نہیں بنا سکتا۔ جس کو وہ بدصورت بنا دے کوئی دوسرا اُسے خوبصورت
نہیں بنا سکتا۔ لیکن اس نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو یہ اختیار دے دیا کہ میں
جسے کالا بنا دوں تو اسے گورا بنا سکتا ہے۔ اور میں جس کو بدصورت بنا دوں تو اُسے
خوبصورت بنا سکتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۴ میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب نبی کریم علیہ السلام
کا وضو کرایا کرتا تھا۔ ایک دن کملی والے کی رحمت جوش میں آگئی اور حضور علیہ السلام
نے اپنے اس وضو کرانے والے غلام سے فرمایا سَلْ کہ جو مانگتا ہے مانگ لے یہاں
یہ بات قابلِ غور ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے کسی چیز کا نام نہیں لیا بلکہ مطلق
فرمایا ہے کہ جو مانگتا ہے مانگ لے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ اَسْئَلُکَ
مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ ۔۔ کہ یا رسول اللہ علیہ السلام میری تمنا یہ ہے کہ قیامت
کے دن میں آپؐ کے ساتھ جنت میں جاؤں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

اُدْ کُوْ غَیْرَ ذَالِکَ ـــــ کہ یہ تو نے کیا مانگا۔ مطلب یہ کہ تو بھی مخلوق اور جنت بھی مخلوق ۔ اور مخلوق ہو کر مخلوق کی تمنا کرتا ہے۔ مجھ سے مخلوق ہو کر خالق کو مانگتا۔ کیوں کہ جنت تو ہاں کے قدموں کے نیچے ہے۔

غور کرو کہ اگر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت پر اختیار اور قبضہ نہ ہوتا تو وہ کسی ایسی چیز کا وعدہ کیسے کر سکتے تھے جو کہ ان کے قبضہ و اختیار میں نہیں تھی تو حضور علیہ السلام کا اس غلام سے جنت کا وعدہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ جس کو جی چاہے جنت کی خوشخبری دے دیں اور جس کو جی چاہے اپنے ساتھ جنت میں لے جائے۔

بلا تشبیہہ و مثال اگر کوئی جاگیردار اپنی ساری جاگیر کا کسی منشی کو مختارِ عام بنا دے تو کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ اس جاگیر دار پر اعتراض کرے کہ تم نے فلاں شخص کو اپنی جاگیر کا مختارِ عام کیوں کر دیا ہے۔ اور نہ ہی کسی کو یہ حق ہے کہ کوئی شخص اس منشی پر اس کے مختارِ عام ہونے پر اعتراض کرے تو اگر خدا تعالیٰ نے اپنے ساری کائنات کا اپنے کملی والے محبوب پاک علیہ السلام کو مختارِ عام بنا دیا ہے تو پھر پاکستان کے جدید ملاّ کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ خدا پر اعتراض کرے یا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مختارِ عام ہونے پر اعتراض کرے۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۹۴ ۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت کے دن اپنے چالیس ہزار اُمتی بغیر حساب و کتاب میں جنت میں لے جانا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی زِدنا یا رسول اللہ

صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ یا رسُول اللہ علیہ السّلام کچھ زیادہ کر دو تو حضور علیہ السّلام نے مٹھی بھر کر فرمایا کہ لو اور زیادہ کر دیئے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پھر عرض کی ۔ زِدْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ — کہ اے کملی والے آقا کچھ اور زیادہ کر دو تو حضور علیہ السلام نے پھر مٹھی بھر کر فرمایا کہ لو میں نے اور زیادہ کر دیئے — فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا یَا اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَمَا عَلَیْکَ اَنْ یُّدْخِلَنَا اللّٰہُ کُلَّنَا الْجَنَّۃَ — تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے ابا بکرؓ حضور علیہ السّلام کو چھوڑ دو ۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ آج خدا بھی رحمت میں ہے اور کملی والا بھی شفقت میں ہے اس لئے اگر آج خدا تعالیٰ اپنے محبُوب پاک علیہ السّلام کی بدولت ہم تمام کو جنّت میں داخل کر دے تو تجھے کیا اعتراض ہے ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدے اور ایمان پہ غور کرو کہ وہ کس طرح سے کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مختارِ دو عالم ہونے پر یقین رکھتے تھے اور حضور علیہ السّلام کے خدا کی ساری خدائی کے مختارِ عالم ہونے پر بھی غور کرو۔ کہ حضرتِ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر کس شان سے اپنی اُمّت کو بغیر حساب و کتاب کے جنّتی بنا رہے ہیں ۔ غرضیکہ امام الانبیاء علیہ السّلام کو جنّتیوں کی کمی وبیشی کا اختیار تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ جب کہ جنّت کے دربانوں پر نبی کریم علیہ السّلام کا نام لکھا ہوا ہے اور جنّت کے درختوں کے پتّے پتّے پر بھی کملی والے آقا علیہ السّلام کا نام لکھا ہوا ہے ۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ ۔ صفحہ ۱۴۸ — "اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ رَاٰی فِی الْمَنَامِ جَنَّۃً عَرِیْضَۃً مَکْتُوْبٌ عَلٰی اَشْجَارِھَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ جنت کے درختوں پر توحید بھی لکھی ہوئی ہے اور رسالت بھی یعنی خدا کا نام بھی ہے اور مصطفیٰ کا بھی۔

اشعت اللمعات جلد ۴ صفحہ ۲۵۷ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وارد شدہ است کتابت اسم شریف او بر عرش و آسمان ہا و قصور بہشت وغرفہائے آں و بر سینہ ہائے حور العین و برگ ہائے درختاں جنت۔ کہ یہ حقیقت ہے کہ عرش پر آسمانوں پر جنت کے دروازوں پر، جنت کے محلات پر، جنت کے درختوں پر، درختوں کے پتے پتے پر، حوروں کے سینے پر اور فرشتوں کی آنکھوں پر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک لکھا ہوا ہے۔

آپ روزمرہ صبح و شام دیکھتے ہیں کہ کسی کوٹھی پر لکھا ہوتا ہے "حاجی منزل" کسی بنگلے پر لکھا ہوتا ہے "شیخ منزل" کسی مکان پر لکھا ہوتا ہے۔ "شہباز منزل"۔ کسی پر لکھا ہوتا ہے "چشتی آستانہ" اور کسی جگہ لکھا ہوتا ہے "ممتاز کاشانہ" اور کسی مکان پر لکھا ہوتا ہے "ملک بسیرا"۔ غرضیکہ ہر آدمی اپنے مکان پر اپنی کوٹھی اور اپنے بنگلے پر اپنا اپنا نام لکھوا دیتا ہے اب کوئی ان سے پوچھے کہ تم نے اپنے اپنے مکانوں پر اپنے نام کیوں لکھوائے ہیں تو وہ کہیں گے کہ ہم اس مکان کے مالک و مختار ہیں تو جنت کے دروازوں پر۔ عرش کے پایوں پر۔ درختوں کے پتے پتے پر اور لوح و قلم پر کملی والے آقا علیہ السلام کا اگر نام پاک لکھا ہوا ہے تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شہنشاہِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامات کے مالک و مختار ہیں اور اگر ممتاز منزل کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے کہ ممتاز اس مکان کا مالک و مختار ہے تو محمد منزل صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی مطلب لیا جائے گا کہ حضور

علیہ السلام اس کے مالک و مختار ہیں اور پھر مختارِ منزل والے کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے اندر آنے دے۔ کیوں کہ وہ اپنے اس مکان کا مالک و مختار ہے بلا تشبیہ و مثال جب کملی والے آقا علیہ السلام جنت کے مالک و مختار ہیں تو پھر ان کو حق ہے کہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں۔ اور جس کو چاہیں نہ جانے دیں مگر یہ خیال رہے کہ کوئی بھی اپنے دشمن۔ بے ادب اور گستاخ کو اپنے مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ تو کملی والا آقا بھی اپنے دشمنوں، بے ادبوں اور گستاخوں کو جنت میں داخل نہیں ہونے دیگے۔ اللہ کرے کہ پاکستان کے جدید ملاں کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

آپ بازار سے کوئی برتن خرید کر اس پر اپنا نام لکھوا لیتے ہیں اس لئے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ اس برتن کو بنانے والا کوئی اور ہے اور مالک میں ہوں۔ عرش پر کملی والے کا نام جنت کے دروازوں پر کملی والے کا نام، حوروں کے سینوں پر کملی والے کا نام اور جنت کے محلات پر کملی والے کا نام اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے بتانا یہ تھا کہ اے دنیا والو اس ساری کائنات کا خالق میں ہوں اور مالک میرا محبوب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

خصائص کبریٰ جلد ۲۔ تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۳۴۷۔ جنگ خیبر سے واپسی کے وقت صہبا کے مقام پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانوں پر سرِ اقدس رکھ کر لیٹ گئے اور اتفاق کی بات یہ تھی کہ حضور علیہ السلام عصر کی نماز پڑھ چکے تھے مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی عصر کی نماز نہ پڑھی تھی سورج غروب ہوتا جا رہا تھا اور کائنات کا سردار حضرت علی کی گود میں لیٹا ہوا تھا اور کیفیت یہ تھی کہ

زمیں پر عرشِ اعلیٰ کے نشاں معلوم ہوتے تھے
علیؓ کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے دو مسٔلے آگئے ایک خدا کی عبادت اور دوسرا مصطفےٰ کی اطاعت اگر پاکستان کا جدید مُلّا ہوتا تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھتے ہوئے حضور علیہ السّلام کو جگا کر نماز پڑھ لیتا مگر وہ تھا علیؓ جس کا عقیدہ یہ تھا کہ۔ ؎

درِ مصطفےٰ پہ جبیں رکھی تو ندا دی ہاتفِ غیب نے
تیرے وہ بھی سجدے ادا ہوئے جو قضا کئے تھے نمازیں

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

اس لئے انہوں نے سوچا کہ نماز قضا ہوتی ہے تو ہوجائے پھر ادا کر لوں گا مگر خدا جانے کملی والے آقا علیہ السّلام کا سرِ اقدس پھر کبھی میری جھولی میں آئے کہ نہ آئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا آخر کار مصطفےٰ علیہ السّلام از خواب در آمد علی گفت یا رسول اللہ علیہ السّلام وقت نماز دیگر فوت شد و من نماز نکردہ رسول گفت اے علیؓ چرا نماز نکردی۔ گفت نخواستم کہ لذّتِ خواب بر تو قطع کنم کملی والے آقا علیہ السّلام خواب راحت سے بیدار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام عصر کی نماز کا وقت فوت ہو گیا ہے اور میں نے نماز ادا نہیں کی تو نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے علیؓ تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ آپؐ کے آرام اور خوابِ استراحت میں کوئی فرق آئے تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے علی رضؓ تیری نماز تو قضا ہو گئی مگر اب بتا کہ نماز ادا پڑھنی ہے یا قضا۔ حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام غلام ہوں تیرا اور نماز پڑھوں قضا۔ کملی والا مسکرایا اور فرمایا کہ اے علی رض اٹھ اور نماز عصر پڑھ۔ عرض کی کملی والے آقا سورج تو غروب ہو چکا ہے عصر کیسے پڑھوں تو نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں تم نیت کرو۔ حضرت علی رض اٹھے اور نماز عصر کی نیت کی ادھر کملی والے آقا مختارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دستِ مبارک اٹھا کر دعا کی :-

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَلِیاً کَانَ فِی طَاعَتِكَ وَطَاعَتِ رَسُولِكَ فَارْدُدْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ"

کہ اے اللہ علی رض تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ اس نے میری خدمت اور اطاعت میں نماز قضا کر کے اپنے اُمتی ہونے کا حق ادا کر دیا ہے اب میرے نبی ہونے کا حق یہ ہے کہ علی رض نماز قضا نہ پڑھے بلکہ ادا پڑھے اس لئے علی رض کے لیئے سورج کو واپس لوٹا دے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ علی رض تیری اور تیرے رسول ص کی اطاعت میں تھا۔ رسول ص کی اطاعت تو ضرور تھی مگر خدا کی اطاعت کہاں تھی۔ کیوں کہ وہاں تو نماز عصر قضا کی جا رہی ہے تو بات یہ ہے کہ خدا ہی کا فیصلہ ہے کہ مَنْ یُطِعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

بس پھر کیا تھا کملی والے آقا حکومتِ کون و مکان کے مالک اور مختارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی مقدّس انگلی کا اشارہ کیا تو ڈوبا ہوا سورج عصر کے وقت پر آ گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی سورج کے واپس آنے سے ساری کائنات کا نظام تبدیل ہو گیا۔ کیوں کہ کہیں صبح ہوتی ہے اور کہیں شام کہیں اندھیرا ہوتا ہے اور کہیں سویرا۔ کہیں دن

ہوتا ہے اور کہیں رات کہیں سورج نکلتا ہوتا ہے اور کہیں ڈوبتا غرضیکہ ہر
ملک میں مختلف اوقات ہوتے ہیں اور جب تاجدارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم
کی انگلی کے اشارے سے سورج واپس آیا تو جہاں رات تھی وہاں دن ہو گیا جہاں
روشنی تھی وہاں اندھیرا ہو گیا اور جہاں صبح تھی وہاں شام ہو گئی۔

کہا جو شب کو کہ دن ہے تو دن نکل آیا
اور کہا جو دن کو کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

روایات کے مطابق ستر ہزار فرشتے اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ نوری
لگاموں سے کھینچ کر سورج کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جاتے ہیں اور جب
سورج ڈوب رہا تھا تو ستر ہزار فرشتے اسے نیچے کی طرف کھینچ رہے تھے مگر
قربان جاؤں مختارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومتِ کائنات پر کہ ایک
طرف ستر ہزار فرشتوں کی طاقت اور ایک طرف کملی والے آقا کی انگلی کا ایک
اشارہ معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ سورج کے ساتھ ساتھ وہ فرشتے بھی جھٹے ہوئے
چلے آتے تھے۔ اور قرآن پاک کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔ اور خدا تعالیٰ نے دن اور رات اور
سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تسخیر کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان
جس چیز کا تصور کرے وہ چیز فوراً اس کے قدموں میں آ جائے تو شہنشاہِ کون
ومکان اور مختارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسخیرِ کائنات کا تصور کون کر سکتا
ہے۔

مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۳۳

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم علیہ السلام کے
ہمراہ باہر گیا میرے ہاتھ میں لوٹا تھا۔ ایک چٹیل میدان میں پہنچے جہاں کہیں

بھی سایہ نہیں تھا۔ اور حضور علیہ السّلام نے قضائے حاجت فرمائی تھی تو نبی کریم علیہ السّلام نے دو درخت دیکھے جو میدان کے دونوں کناروں پر تھے پس کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک درخت کے پاس گئے اور اس درخت کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا :-

"اِنْقَادِی عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَہٗ"

کہ اللہ کے حکم سے میرے ساتھ چل تو وہ درخت اس طرح حضور علیہ السّلام کے ساتھ چل رہا تھا جیسے کہ اونٹ کے ناک میں نکیل ہوتی ہے اور پھر دوسرے درخت کے پاس گئے اور وہ بھی نبی کریم علیہ السّلام کے ساتھ ہی پہلے کی طرح سے آ گیا۔ کملی والے نے قضائے حاجت فرمائی اور پھر — فَقَالَ بِرَاْسِہٖ ھٰذَا اَوْ اَشَارَ بِرَاْسِہٖ یَمِیْناً وَّشِمَالاً — حضور علیہ السّلام نے اپنے سرِ اقدس سے اشارہ فرما دیا تو درخت اپنے اپنے مقام پر چلے گئے پھر تاجدار کون و مکان اور مختارِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یَا جَابِرُ ھَلْ رَاَیْتَ بِمَقَامِیْ — کہ اے جابر میرے مقام کو دیکھا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی نَعَمْ کہ ہاں یا رسول اللہ علیہ السّلام میں نے آپ کے مقام کو دیکھا۔

کاش کہ پاکستان کا جدید مُلا بھی کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقام کو سمجھے۔

ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۰۳ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا بِمَا اَعْرِفُ اَنَّکَ نَبِیٌّ — کہ میں کیسے معلوم کروں کہ تو نبی ہے

توحضور علیہ السّلام نے فرمایا اِنْ دَعَوْتُ ھٰذَا الْعِذْقِ مِنْ ھٰذِہِ النَّخْلَۃِ تَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ــــ کہ اگر میں فلاں درخت کی فلاں کھجور کو بلاؤں اور وہ آکر میری رسالت کی گواہی دے تو تو تسلیم کرے گا تو اس نے مان لیا اور پھر" فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَۃِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ ــــ

پس کملی والے آقا علیہ السلام نے اس کھجور کو بلایا تو وہ کھجور اپنے درخت سے ٹوٹی اور حضور علیہ السّلام کے پاس آئی اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر نبی کریم علیہ السّلام نے اسے فرمایا اِرْجِعْ کہ واپس لوٹ جاؤ۔ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ پس وہ لوٹ گئی اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ تو وہ نبی جس کے حکم سے آسمان پر چاند پھٹ جائے اور جس کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آئے اور جس کے حکم سے درخت اپنی جڑوں سے اکھڑ جائیں اور جس کے حکم سے کھجوریں ٹوٹ کر اور کلمۂ شہادت پڑھ کر واپس ٹہنی پر جالگیں اور جس نبی کے خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے اختیارات سے پچاس نمازیں کم ہو کر پانچ رہ جائیں اور جس نبی کو یہ کلّی اختیار ہو کہ جس کو چاہے جنّت میں داخل ہونے دے اور جس کو چاہے نہ ہونے دے اور جس نبی جس کے قبضہ و اختیارات میں دو جہاں کی ہر چیز ہو اس نبی کو مجبورِ محض ، بے کمال و بے اختیار اور عاجز و لاچار سمجھنا کفر نہیں تو اور کیا ہے ۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ــــ اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۳۰۲ ــ آنحضرت را میرسد کہ تخصیص کند بعض احکام ببعض واحکام مفوض بود بوے ۔

کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ السّلام کو یہ حق اور اختیار ہے کہ شریعت کے بعض

بعض احکام کسی کے لئے مخصوص کر دیں اور بعض احکام کسی پہ فرض کر دیں۔

مشکوٰت شریف صد ۲۲۱ حج فرض ہوا تو زبانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان ہوا۔

"یَا اَیُّھَا النَّاس قَدْ فُرِضَ علیکم الحج"

کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ تو ایک غلام نے عرض کی یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَکُلَّ عَامٍ — کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟

امتِ مرحوم کے شفیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تین بار خاموش رہے اور پھر فرمایا — لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ — کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا۔

اشعت اللمعات جلد ۲ صد ۱۴۰ شیخ محقق لکھتے ہیں — وظاہر ایں حدیث ور آں است کہ احکام مفوض اند بآنحضرت — کہ اس حدیثِ پاک سے صاف ظاہر ہوا کہ احکام شریعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہیں۔

مدارج النبوت جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۳ — ومذہب صحیح مختار آنست کہ احکام مفوض است بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کہ و بہر چہ خواہد حکم کند۔ یک فعل بر یکے حرام کند و بر دیگرے مباح گرداند۔ حق جل و علا پیدا کردہ و شریعتے نہادہ وہمہ برسولِ خود وحبیب خود سپرد داشت۔

کہ صحیح اور مختار مذہب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے احکامِ شریعت اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیئے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو چاہیں جس کو چاہیں حکم فرمائیں۔

ایک فعل کسی پر حرام کر دیں اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے مباح کر

دیں اور جائز قرار دے دیں ــــ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

اللہ کریم نے ایک شریعت مقرر کر کے اپنے رسول و حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کے سپرد کر دی ہے کہ اس میں جس طرح چاہے کمی۔ زیادتی اور ترمیم کر دے۔

میدانِ عرفات ــــ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم نے ظہر اور عصر ملا کے اکٹھی نمازیں پڑھیں حالانکہ اللہ کریم کا حکم یہ ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا

کہ نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھنی چاہیئے۔ فجر، فجر کے وقت۔ ظہر ظہر کے وقت ۔ عصر، عصر کے وقت۔ مغرب، مغرب کے وقت اور عشا، عشا کے وقت لیکن مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر ملا کے پڑھیں اور مزدلفہ میں مغرب اور عشا ملا کے پڑھیں اور خدا کی طرف سے کوئی پرسش نہیں ہوئی۔ اور ہوتی بھی کیوں ــــ جب کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مَا ذُوْنَ مِنَ اللّٰہ ہو کر شارع ہیں۔ شریعت گر ہیں ــــ شریعت ساز ہیں اور شریعت ان کی اداؤں کا نام ہے اور اللہ کریم نے احکام ان کے سپرد کر دیئے ہوئے ہیں جس کے لئے جو چاہیں حکم صادر فرما دیں۔

مختارِ کل حضرتِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلہ کے مطابق قیامت تک ہر حاجی میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ملا کے اکٹھی پڑھتا رہے گا۔

چاہے داتا ہجویری ہو یا خواجہ اجمیری۔ بابا فرید ہو یا سلطان باہو اور جنید بغدادی ہو یا غوث اعظم ــــ

نیل الاوطار جلد۲۔ صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ مصر ۔۔۔ علامہ قاضی شوکانی رحمتہ اللہ علیہ غیر مقلدوں کے امام و پیشوا حج والی حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں یعنی لَوۡ قُلۡتُ نَعَمۡ لَوَجَبَتۡ ۔۔۔

اِسۡتَدَلَ بِہٖ علیٰ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مُفَوَّضٌ فِی الۡاَحۡکَامِ الشَّرۡعِ ۔۔۔ کہ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ شریعت کے احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہیں۔

مشکوات شریف صہ ۵۶۸ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۷۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۰۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو والئ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پاک پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا ۔۔۔ کہ میں کسی حلال وحرام اور کسی حرام کو حلال نہیں کر سکتا ۔۔۔ وَلٰکِنۡ وَاللّٰہِ لَا تَجۡتَمِعُ بِنۡتُ رَسُوۡلِ اللّٰہِ وَبِنۡتُ عَدُوِّ اللّٰہِ مَکَانًا وَاحِدًا اَبَدًا۔

لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مکان میں کبھی بھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

مطلب یہ کہ میری بیٹی میری لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں علیؓ اللہ کے دشمن یعنی ابوجہل کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

حالانکہ قرآن پاک میں اللہ کریم کا نکاح کے متعلق فیصلہ یہ ہے۔

"فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِنَ النِّسَاءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ"

کہ ایک مسلمان ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔

حق تو یہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان اور فیصلہ کے بعد عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

اللہ کریم چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے تو پھر آپ مجھے کیوں دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

نہیں۔ حضرت علیؓ نے کوئی بات نہیں کی اور وہ بالکل خاموش رہے — کیوں؟

اس لئے کہ وہ جانتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ و ایمان تھا کہ رسولِ مختارِ کُل صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے یہ حق اور اختیار دے رکھا ہے کہ وہ جو چاہیں کسی کے لئے کوئی بھی فیصلہ کر دیں ردّ نہیں ہوگا۔

۱۵۵ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۸۳۲ — ۸۴۳ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵۵

حضرتِ عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ ضَحَایَا فَصَارَتْ لِعُقْبَۃَ جَذَعَۃٌ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَارَتْ لِیْ جَذَعَۃٌ قَالَ ضَحِّ بِھَا۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ کرام میں قربانی کے جانور تقسیم کر رہے تھے تو میرے لئے جذعہ رہ گیا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حصے جذعہ آیا ہے یعنی چھ ماہ کا بچہ۔

فرمایا — جاؤ تم اس کی قربانی دے دو۔

قارئینِ کرام — یاد رہے کہ قربانی کے جانور کی عمر ایک سال کی ہونی چاہیے۔ لیکن مختارِ دو عالم اور خدا کی خدائی کے حکمران حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ ماہ کی عمر کے جانور کی قربانی حضرت عقبۃ بن عامر کے لئے جائز قرار دے دی۔

کیوں؟ — اس لئے کہ شریعت کے احکام میں ترمیم کرنے کا حق اور

اختیار اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دے رکھا ہے۔

اور پھر کُلی اختیار تفویض کرنے کے بعد اہل ایمان کو حکم بھی دے دیا۔ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡل ــــ کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔

پارہ ۲۶ ۔ سورۃ محمد۔ آئیت ۳۳ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَا تُبۡطِلُوۡا اَعۡمَالَکُمۡ

کہ اے ایمان والو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اور اطاعت نہ کرکے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

پارہ ۱۸ ۔ سورۃ النور۔ آئیت ۵۵ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ۔

کہ ــــ اے ایمان والو نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کرو ــــ اور رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم پہ رحم کیا جائے۔ اور تاکہ تم رحم پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

قارئینِ کرام : نماز اور زکواۃ کے بعد فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دینا اس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ نماز اور زکواۃ اسی صورت میں قبول ہوگی جب کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا پٹہ تمہاری گردن میں ہوگا۔ اور پھر تم پہ رحم بھی اسی کی اطاعت کے صدقہ میں کیا جائے گا۔

پارہ ۹ ۔ سورۃ اعراف۔ آئیت ۱۵۷ یَاۡمُرُھُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡھٰھُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡھِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ

کہ میرا محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ایمان والوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے منع کرتا ہے — اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور گندی چیزیں حرام کرتا ہے اور ان کی گردنوں سے بوجھ اتارتا ہے اور زنجیریں توڑتا ہے۔

خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت تو دیکھو اور ان کے مختارِ کل ہونے پر غور تو کرو کہ اللہ کریم نے اس آیتِ قرآنِ مجید میں امر ونہی اور حلال وحرام کو اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل قرار دیا ہے۔

پس — معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے امر ونہی اور حلال وحرام صرف وہی نہیں ہیں جو قرآنِ پاک نے بیان کئے ہیں بلکہ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام وحلال قرار دیا ہے۔ اور جس چیز کا انہوں نے حکم فرمایا ہے یا جس چیز سے منع فرمایا ہے وہ سب کچھ اللہ کی طرف سے عطا کردہ اختیارات میں سے ہے۔

اس لیے ان سب حقائق کو بھی اللہ ہی قانون کا ایک حصّہ سمجھا جائے گا۔

اس لئے —— کہ

پارہ ۵ ۔ سورۃ النساء ۔ آیت ۸۰ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔

کہ جس نے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

پارہ ۲۸ ۔ سورہ حشر ۔ آیت ۷ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ فَانْتَهُوْا

کہ اے ایمان والو! رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں دے — لے لو

اور جس چیز سے منع کرے اُسے چھوڑ دو۔

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۴/۷۰۵۔ مشکوات شریف صہ ۱۲۷ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۵۵

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور قیمت ادا کر دی اور فرمایا کہ گھوڑا میں کل لے جاؤں گا ۔۔ اعرابی کا نام سوا بن حارث تھا۔

اگلے دن حضور علیہ السلام گھوڑا لینے گئے تو وہ مکر گیا کہ میں نے تو گھوڑا فروخت ہی نہیں کیا ۔۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصرار کرنے پر اعرابی کہنے لگا ۔۔

هَلُمَّ شَهِيدًا يَشْهَدُ أَنِّي بِعْتُكَ ۔۔ کہ اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کوئی گواہ لاؤ جو گواہی دے کہ میں نے گھوڑا بیچا ہے تو میں گھوڑا تمہیں دے دوں گا۔

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم حیران ہوئے کہ گھوڑا خریدتے وقت اور کوئی بھی موجود نہ تھا ۔۔ میں گواہ کہاں سے لاؤں! اتفاقاً حضرت خزیمہ بن ثابت کہیں سے آ گئے ۔

جھگڑا سن کر حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعرابی سے کہا ۔۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گھوڑا خریدا ہے اعرابی نے گھوڑا دے دیا ۔۔

رحمتِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کل جس وقت میں نے یہ گھوڑا خریدا تھا اس وقت تو تُو یہاں موجود نہیں تھا ۔۔ پھر تو نے گواہی کیوں دی ۔

عرض کہ بتصدیق کہ آپ کی تصدیق کے لئے

مطلب یہ — کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کے کہنے پر ہم نے خُدا کو مان لیا تو یہ کیوں نہ مانتا کہ آپ نے گھوڑا خریدا ہے۔

حضراتِ گرامی! —— شریعتِ مطہرہ کے معاملات میں قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے کہ دو گواہ ہوں جو کہ عاقل و بالغ ہوں۔

لیکن سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرتِ خزیمہ بن ثابت کی ایک گواہی دو مردوں کے برابر قرار دے دی۔

اس لیے — کہ شہنشاہِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم ساری کائنات کے حاکم بھی ہیں اور اللہ کے عدالت کے قاضی بھی — خُدا کی خُدائی کے فرمانروا بھی ہیں اور دونوں جہانوں کے مختارِ کل بھی —

اور یہ منصب انہیں کسی انسان نے نہیں دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی عطا کیا ہے اور یہ منصب و رتبہ عطا کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ

خبردار — جس نے میرے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فیصلہ نہ مانا وہ کافر ہے!

اسلئے — کہ اس کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے! اس کی اطاعت میری اطاعت ہے اور اس کا حکم میرا حکم ہے۔

آ گیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسولؐ
اوجِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسولؐ
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسولؐ
جس کا ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسولؐ

سوال :- يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

کہ اے میرے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم تو نے اپنے اوپر اس چیز کو حرام کیوں کر لیا جسے اللہ نے تیرے لئے حلال کیا ہے

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

جواب :- مخالفین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تفویضِ احکام کا مطلب یہ ہے کہ غیر منصوص احکام میں اشیاء طیبہ کو حلال اور اشیاء خبیثہ کو حرام قرار دیا جائے نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے کو حلال اور حلال کئے ہوئے کو حرام کیا جائے ۔ کیوں کہ ایسا تو کفر ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۶۴ — تَحْرِيْمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ — غیر ممکن لِمَا اَنَّ الْاِحْلَالَ ترجیح جانب الحل والتریم ترجیح جانب الحرمۃ وَلَا محال الاجتماع بین الترجیحین فکیف یقال لم تحرم ما احل اللہ —

کہ اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کی تحریم غیر ممکن ہے اس لئے کہ احلال جانبِ حِلّت کی ترجیح ہے اور تحریم جانبِ حرمت کی ترجیح ہے پس ان دونوں ترجیحوں کے اجتماع کی کوئی گنجائش نہیں۔

فقول :- اَلْمُرَادُ مِنْ هٰذَا التَّحْرِيْمِ هُوَ الْاِمْتِنَاعُ عَنِ الْاِنْتِفَاعِ بِالْاَزْوَاجِ لَا اِعْتِقَادُ كَوْنِهٖ حَرَامًا بَعْدَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْتَنَعَ عَنِ الْاِنْتِفَاعِ مِنْهَا مَعَ اِعْتِقَادِهٖ بِكَوْنِهٖ حَلَالًا وَمَنْ اَعْتَقَدَ اَنَّ هٰذَا التَّحْرِيْمَ هُوَ الْمُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ بِعَيْنِهٖ فَقَدْ كَفَرَ

فکیف یضاعف الی الرسول مثل ھذا۔

کہ اس تحریم سے مراد انتفاع بالازواج سے رُک جانا ہے نہ یہ کہ اللہ کے احلال کے بعد اس کی حرمت کا اعتقاد رکھنا۔ پس نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم انتفاع مع الازواج سے رک گئے تھے باوجود اس کی حلت کے اعتقاد کے۔

اور جس شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ یہ تحریم بعینہٖ اللہ کے حلال کردہ کی تحریم ہے تو وہ کافر ہے ــ پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے اس کی نسبت رکھنے کی جاسکتی ہے۔

اور مفسرین کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ تحریم کس امر پر واقع ہوئی ــ بعض روایات میں یوں ہے کہ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم شہد کے شربت کو پسند فرماتے تھے ایک موقعہ پر حضرتِ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تھوڑا سا شہد جمع ہو گیا۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب کبھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شہد کا شربت پیش کرتیں۔ اس سبب سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حضرتِ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زیادہ توقف ہوتا۔

بعض ازواج کو یہ بات ناگوار گزری۔ چنانچہ حضرتِ حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب اگر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرتِ زینب کے گھر سے شہد کا شربت پی کر آئیں تو ہم میں سے ہر ایک ان سے کہے کہ آپؐ کے دہنِ مبارک سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ ــ مغافیر ایک درخت کی گوند ہے جس کی بُو اچھی نہیں ہے۔

چنانچہ ایک دن سیدُ الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرتِ زینب رضی اللہ

عنہا کے گھر سے شہد کا شربت پی کر آئے تو دوسری امہات المومنین بولیں — یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بُو آتی ہے — فرمایا — میں نے مغفور نہیں کھایا بلکہ زینب کے گھر سے شہد کا شربت پیا ہے !

اس بات پر اصرار ہوا تو نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :—

حَرَّمْتُ الْعَسَلَ عَلٰی نَفْسِی فَوَاللّٰہِ لَآ اَکُلُہٗ اَبَدًا

کہ میں نے شہد کو اپنے اُوپر حرام کر لیا۔ اللہ کی قسم اب میں اسے کبھی نہیں کھاؤں گا۔ یہ قسم اس لئے کھائی تاکہ آئندہ مجھے کوئی شہد نہ کھلائے — اس پر یہ آئیت پاک نازل ہوئی۔

دوسری روائیت یہ ہے — کہ ایک دن شہنشاہِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرتِ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری ان کے گھر تشریف لے گئے — وہ اتفاقاً اپنے باپ کی خبر لینے گئیں ہوئیں تھیں۔ حضور علیہ السّلام نے حضرتِ ماریہ قبطیہ کو طلب کر کے اپنی خدمت سے سرفراز فرمایا —

حضرتِ حفصہ رضؓ کو اس بات کا پتہ چلا تو انہیں رنج ہُوا۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

حفصہ — کیا تو راضی ہے کہ میں ماریہ قبطیہ کو اپنے اُوپر حرام کر لوں ؟

عرض کی — ہاں میں راضی ہوں —

یہ آئیت نازل ہوئی — کہ جن چیزوں اور جن عورتوں کو میں نے تم پر حلال کر رکھا ہے — تم انہیں اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہو۔

سوال :- اگر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کوئی اختیار ہوتا تو اپنے چچا ابو طالب کو مسلمان کر لیتے۔

جواب ۱ :- امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جب وصالِ پاک ہوا تو اس وقت ۱۱۴۰۰۰ مسلمان تھے انہیں مسلمان کس نے کیا؟

جواب یہی ہوگا کہ رسُولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے —— تو پھر ان بے ادب اور گستاخ لوگوں کو صرف ابو طالب کے ایمان نہ لانے پر اعتراض کیوں ؟ ——

جواب ۲ :- میں صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا قائل ہوں —— اس لئے میں ان نام نہاد سُنّیوں کے اس اعتراض کو صحیح نہیں مانتا۔

تسلّی و اطمینانِ قلب اور وضاحت وتشریح کے لئے فیصل آباد کے اُردو اور پنجابی کے عظیم شاعر جناب صائم چشتی کی کتاب ایمانِ ابو طالب کا مطالعہ ضروری ہے۔

جواب ۳ :- ان لوگوں کو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر تو اعتراض ہے لیکن ابو لہب کے متعلق کچھ نہیں کہتے۔ مطلب یہ کہ — یہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر نبی کو اختیار ہوتا تو ابو لہب کو مسلمان کرتے —— حالانکہ وہ بھی تو چچا تھا۔ کیوں ؟ — اس لئے کہ ان گستاخ لوگوں کو خاندانِ نبوت سے دشمنی ہے۔

اسی لئے تو یہ خارجی لوگ حضرتِ علی رض کو مُشکل کُشا نہیں مانتے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو نعوذ باللہ یزید کا باغی سمجھتے ہوئے انہیں شہادتِ عظمیٰ کے عظیم منصب سے محروم رکھنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔

جواب ۴ :۔ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کوئی اختیار نہیں تھا تو پھر نہ صرف ان عظیم محدثین ومفسرین کا عقیدہ باطل ہو جائے گا جنہوں نے نہائیت ہی قوی ۔۔۔ مضبوط اور دلائل باہرہ کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو **مُختارِ کُل** اور ہر شے کا **مالک و مُختار** ثابت کر کے عقائد باطلہ کی تاریکیوں میں ایمان کی روشنی پیدا کی ہے ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

مقامِ محمود

یعنی

شفاعتِ کبریٰ

پارہ ۱۵ - سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹ اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا -

اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام قریب ہے کہ تیرا رب تجھے شفاعت کے مقام پر کھڑا کرے۔

اعمالِ حسنہ و سیئہ کی جزا و سزا برحق نیکی و بدی پر ثواب و عذاب یقینی اور حساب و کتاب اور حشر و نشر کی ہر جز ضروری مگر قیامت کے ہولناک منظر میں شفاعتِ مصطفےٰ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پر ایمان رکھنا بھی ایمان کی ایک شرط ہے۔

امام الانبیاء صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا ــــ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعۡوَۃٌ مُّسۡتَجَابَۃٌ -

کہ ہر نبی کو ایک ایسی دُعا دی گئی کہ اس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں حضرت آدم علیہ السّلام نے وہ دُعا مانگ لی - حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے بھی وہ

دُعا مانگ لی حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بھی وہ دعا مانگ لی غرضیکہ ہر نبی وہ دعا مانگ چکا ہے۔ تو غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ وہ دعا کب مانگیں گے۔ تو نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں وہ دُعا اس وقت کروں گا جب قیامت کے دن تمہارا مددگار کوئی نہ ہوگا۔

اور خدا تعالیٰ نے بھی گنہگاروں۔ بدکاروں اور سیہ کاروں کو اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کی شفاعت کا دروازہ بتا دیا ہوا ہے۔

پارہ ۵۔ سورۃ النساء۔ آیت ۶۳ — وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں اور گناہ اور بدکاریاں کر بیٹھتے ہیں تو ان کو یہ چاہیئے کہ سب کچھ بخشوانے کے لیے پہلے تیرے پاس آئیں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں اور تو ان کو بخشوائے تو وہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ آج کی دنیا میں ہر بیماری کا علاج کرنے کے لئے حکیم اور ڈاکٹر موجود ہیں مگر قیامت تک کوئی ایسا حکیم یا ڈاکٹر پیدا نہیں ہوگا کہ جو کسی کے گناہ کی بیماری کا علاج کر دے مگر ہمارا کملی والا آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا روحانی طبیب اور جسمانی حکیم ہے کہ جو ظاہری اور جسمانی بیماریوں کا علاج بھی کرتا ہے اور باطنی اور روحانی بیماریوں کا بھی اور پھر آیت کے معانی پر غور کرو۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی بات ہی نہیں کرتا بلکہ حکم فرماتا ہے کہ یہ گنہگار بندے پہلے تیرے پاس آئیں اس لئے کہ جب تک یہ تیرے پاس نہ آئیں گے ساری زندگی۔ ساری ساری رات مصلے پر سربسجود

ہو کر مجھ سے معافی مانگیں تو میں ان کی ایک بھی نہ مانوں گا اور اگر یہ اپنے گناہ مجھ سے معاف کروانا چاہتے ہیں تو میں اس وقت تک ان کو نہیں بخشوں گا جب تک کہ تو نہ بخشوائے اور تو شفاعت وسفارش نہ کرے اور اس آیئت پاک میں خدا تعالےٰ نے گناہ معاف کرانے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط لگا دیں۔

شرط اوّل :۔ بارگاہِ نبوت میں حاضری

شرط دوم :۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا

شرط سوم :۔ کملی والے کی شفاعت کرنا۔

کیوں کہ نبی کریم علیہ السّلام بارگاہِ الٰہی کے وکیل اور مختارِ عام ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا کیا مطلب کہ کوئی انسان گناہ تو کرے رب کا اور جائے بارگاہِ رسالت میں تو بلا تشبیہہ ومثال اگر کوئی شخص حکومت کے کسی قانون اور ضابطے کی خلاف ورزی کرے تو اسے پہلے کسی وکیل یا کسی مختارِ عدالت کے پاس جانا پڑتا ہے کیونکہ ان کے بغیر اس جرم کی عدالت میں کوئی شنوائی نہیں ہوتی اسی طرح عدالت الٰہیہ اور دیوانِ خداوندی میں کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بغیر کسی کی کوئی داد فریاد نہیں ہوتی کیوں کہ دروازۂ مصطفےٰ دروازۂ خدا ہے اور اگر کسی فقیر نے کچھ مانگنا ہوتا ہے تو وہ مکان کی چھت یا مکان کے پیچھے سے نہیں مانگتا بلکہ مکان کے دروازہ سے مانگتا ہے اس لئے مذکورہ بالا قرآن پاک کی آیئت میں بھی صاف صاف تبلا دیا گیا ہے کہ اے دنیا میں بسنے والو انسانو!! اگر تم نے بارگاہِ خداوندی سے کوئی چیز مانگنی ہو تو اس کے دروازہ یعنی درِ مصطفےٰ علیہ السّلام پہ آکے مانگو۔ کیوں کہ میرا محبوب پاک علیہ السّلام رحمتِ پروردگار، سیہ کاروں

کا غمخوار شافع روز شمار اور گنہگاروں کا بخشنہار ہے۔

اور پھر قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیت میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ جس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ اپنی جانوں پر ظلم اور گناہ کرنیوالوں کا معافی اور بخشش کے لئے دربارِ رسالت میں حاضر ہونا سید المرسلین علیہ السلام کی حیاتِ پاک تک ہی محدود تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر قیامت تک کے گنہگار کہاں جاتے اور پھر قیامت تک کے گنہگاروں کے لیئے خدا تعالیٰ کوئی اور دربار اور وسیلہ بنا دیتا حالانکہ ایسا نہیں کیا گیا اس لئے مذکورہ بالا آیت پاک اس حقیقت کو صاف طور پر واضح کر رہی ہے کہ جب بھی تیرے اُمتی اپنی جانوں پر ظلم یا کوئی اور گناہ کر بیٹھیں تو اس کی معافی و بخشش کے لئے تیرے ہی دربار گوہر بار میں حاضر ہو جائیں تیری زندگی میں بذاتِ خود تو ان کی سفارش کرنے والا موجود ہے اور تیرے وصالِ پاک کے بعد ایسے لوگ تیرے روضۂ پاک پر حاضری دیں اور قیامت تک ایسا ہوتا ہی رہے گا۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کے وصالِ پاک کے بعد ایک آدمی نے حضور علیہ السّلام کے روضۂ اقدس پر حاضری دی اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میں گنہگار ہوں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ تیرے پاس آئیں تو میں حاضر ہو گیا ہوں تو روضۂ انور سے یہ آواز آئی

"فَنُودِیَ مِنَ قَبْرِہٖ لَقَدْ غُفِرَ لَکَ"

کہ تجھے بخش دیا گیا۔

اور پھر نبی کریم علیہ السّلام نے خود بھی فرما دیا ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ مشکوات شریف صفحہ ۵۱۳

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ

لَحُمدُ وَلَا فَخرَ۔

کہ قیامت کے دن تمام نبی آدم کا سردار میں ہوں گا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا مگر میں خدا تعالیٰ کے اس عطیے پر فخر نہیں کرتا۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیّٖنَ وَ خَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ۔

کہ قیامت کے دن میں تمام نبیوں کا امام ہوں گا اور تمام نبی میری شفاعت کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے مگر میں فخر نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کا اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ بھی ہے کہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ــ کہ اے میرے محبوب میں قیامت کے دن تجھے اتنا دوں گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ جب یہ آئیت نازل ہوئی تو اصحابی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میری امت نہ بخشی جائے گی۔

بھلا ہمارا وہ غم خوار و مددگار اور شافعِ روزِ شمار آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جس کی زبانِ حق ترجمان پر پیدا ہوتے ہی یہ دعا تھی رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ ــ کہ میرے اللہ میری گنہگار امت کو بخش دے اور جو ساری زندگی ساری ساری رات غاروں میں رو رو کر اپنی گنہگار امت کی بخشش کے لئے دعائیں کرتا رہا قیامت کے دن یہ کیسے برداشت کرے گا کہ اس کی امت کا کوئی گنہگار اس کے سامنے جہنم میں جائے۔

ے فردوس میں رسول ہمارا نہ جائے گا
جب تک کہ ہر اک اُمتی بخشا نہ جائیگا
دوزخ میں مَیں تو کیا میرا سایہ نہ جائیگا
کیونکہ رسُولِ پاکؐ سے دیکھا نہ جائے گا

ایک دفعہ تین دن تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم غائب رہے غلام پریشان تھے آخر حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر حضور علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ ایک پہاڑی پر پہنچے تو وہاں ایک یہودی اپنی بکریاں چرا رہا تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چرواہے سے پوچھا

"اے شبان حالِ شبانِ ما بگو"

کہ اے بکریوں کے رکھوالے کہیں اُمت کا رکھوالا بھی دیکھا ہے تو اس چرواہے نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا تمہارا رکھوالا کون ہے البتہ ے

ایں قدر دانم کہ اندر تیرہ غار
میکند کس نالہ لیل و نہار

بس اتنا جانتا ہوں کہ آج تین دن ہو گئے کہ پہاڑی کی اس غار میں کوئی رو رہا ہے اور اس کے رونے کی آواز سُن کر۔ ے

جانور از نالہ او لب بستہ اند
جانور از نالہ او دل خستہ اند

میری بکریاں بھی روتی ہیں اور انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کی فریاد کیا ہے تو اس چرواہے نے کہا۔ ے

میکند از نالۂ ہر ساعتی
ربّ ھب لی اُمّتی یا اُمّتی

کہ وہ رونے کے ساتھ یہ دُعا کرتا ہے کہ یا اللہ میری اُمّت کو بخش دے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۹ — حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السّلام نے قرآنِ پاک کی یہ آیتیں تلاوت کیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے عرض کی تھی کہ اے میرے اللہ بہت سے لوگوں نے نافرمانی کی ہے۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ — پس میرے وہی ہیں جنہوں نے میری تابعداری کی ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے کہا تھا — اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ — کہ اے اللہ کہ اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے ہی بندے ہیں۔ مطلب یہ کہ قیامت کے دن ہم گنہگاروں کے ذمّہ دار نہیں ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ کملی والے آقا علیہ السّلام نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اور دربارِ خداوندی میں عرض کی اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ — کہ اے میرے اللہ میری اُمّت میری اُمّت مطلب یہ کہ قیامت کے دن ہر نبی بارگاہِ ایزدی میں عرض کرے گا کہ اے اللہ نیکوں کو بخش دے۔ بُروں کو بخش چاہے نہ بخش۔ مگر پناہِ بیکساں اور شفیعِ مجرماں اور رحمتِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم حشر کے اس ہولناک میدان میں عدالتِ الوہیت میں عرض کریں گے کہ اے میرے اللہ بُروں کو بخش دے نیکوں کو چاہے بخش یا نہ بخش۔ غرض ہر نبی قیامت کے دن کہے گا کہ مولا! نیک ہمارے ہیں اور بد تیرے ہیں۔ مگر کملی والا آقا کہے گا! مولا اچھے تیرے

ہیں اور بُرے میرے ۔

سلام اُس پہ کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اُس پہ بُروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں

بخاری شریف جلد ا ۔ صفحہ ۸۶ حضرت جابر ابنِ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس نے آذان سن کر یہ دُعا مانگی ۔۔۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلوٰۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْ تَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ۔

کہ اے خدا جو پُوری دُعا اور کھڑی ہونے والی نماز کا مالک ہے حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وسیلہ فضیلت اور مقامِ محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا تو قیامت کے دن اس کے لیٔے میری شفاعت واجب ہو گی ۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ ۔ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۱۳ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تمام بیٹھے ہوئے تھے اور گزشتہ انبیاء کرام کا ذکر کر رہے تھے کہ نبی کریم علیہ السّلام تشریف لے آئے اور آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کہ حضرت آدمؑ صفی اللہ تھے اور حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ تھے اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ تھے اور حضرتِ عیسٰیؑ رُوح اللہ تھے ۔۔۔ اَلَا وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا حَامِلُ لِوَاءَ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَنَا اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ ۔۔۔

اور خبردار میں اللہ کا حبیب ہوں پر میں فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا بھی میں ہی ہوں گا اور سب سے پہلے گنہگاروں

کی شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں گا اور قیامت کے دن میری شفاعت قبول ہوگی اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ بھی میں ہی کھولوں گا مگر میں ان عطیاتِ خداوندی پر کوئی فخر نہیں کرتا۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۴۹۴ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۶۶ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا شَفَاعَتِی لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِی۔ کہ قیامت کے دن گناہِ کبیرہ کرنے والے اُمتیوں کے لئے بھی میری شفاعت ہوگی۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۴۹۳، ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۶۶

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سَأَلْتُ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنْ یَشْفَعَ لِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ۔ کہ میں نے کملی والے آقا کی خدمتِ اقدس میں عرض کی یا رسُول اللہ علیہ السّلام قیامت کے دن میری شفاعت کر دینا تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں ضرور تیری شفاعت کروں گا۔

غور کرو کہ قیامت کے دن کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے شفاعت کا سوال کرنے والا کوئی بدکار و سیاہ کار اور بدکردار و گنہگار نہیں ہے بلکہ صُبح سویرے سے لے کر شام تک دربارِ رسالت میں حاضر رہنے والا۔ زبانِ مُصطفےٰ علیہ السّلام سے کلامِ الہٰی سننے والا۔ اور ہر نماز امام الانبیاء علیہ السلام کے پیچھے پڑھنے والا ایک مقدس صحابی ہے لیکن قیامت کے میدان کی ہولناکی اور حشر کے دن کی دہشت کے پیشِ نظر وہ اپنے لئے شفاعت کا طلبگار ہو رہا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ محض اعمالِ حسنہ اور عبادت ہی پر فخر و ناز نہیں کیا جا سکتا بلکہ اگر کملی والے آقا نے شفاعت کر دی تو پھر جنت و بخشش یقینی

ہے۔

تو اس لیئے کسی کو اپنے اعمالِ حسنہ اور عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہیئے اور کسی کو اپنے نوافل و مصلےٰ اور تسبیح پر فخر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت اور شفاعت کا طلب گار رہنا چاہیئے تو اصحابی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میں قیامت کے دن آپ کو کہاں تلاش کروں گا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ کہ سب سے پہلے مجھے پُل صراط پر تلاش کرنا تو اصحابی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اگر آپ وہاں نہ ملے تو پھر کہاں تلاش کروں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ ۔۔ کہ پھر مجھے میزان پر تلاش کرنا۔ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اگر آپ وہاں بھی نہ ملے تو پھر کہاں ڈھونڈوں تو کملی والے آقا نے فرمایا فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ ۔۔ کہ پھر مجھے حوضِ کوثر پر تلاش کرنا۔ پُل صراط پر اپنی اُمت کے گنہگاروں کو پکڑ کر پار لگاتے ہوں گے اور میزان پر گنہگاروں کے اعمال کو درودِ پاک کی پرچیوں سے بھاری کرتے ہوں گے اور حوضِ کوثر پر پیاسوں کو پیالے بھر بھر کر پانی پلاتے ہوں گے۔

آؤ اب میں آپ کو ذرا میدانِ حشر میں لے جاؤں اور اس عرصہ دار و گیر محشر کی سیر کراؤں جب کہ خدا تعالیٰ اپنی پوری قہاری و جباری میں ہوگا اور آفتاب اپنی پوری تمازت پر ہوگا۔ اور جب انسانوں کو امن و سلامتی کا کوئی سایہ نہیں ملے گا اور جب انسانوں کے گناہ عُریاں صورتوں میں نظر آئیں گے اور جب اولادِ آدم ترساں و لرزاں ہوگی اور جب کوئی کسی کا یار و مددگار نہ ہوگا۔ اور جب باپ اپنے بیٹے سے اور بیٹا اپنے باپ سے بھاگے گا اور

جب کوئی اپنے پسینے میں گھٹنوں تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک ڈوبا ہوا ہوگا۔ اور ہر طرف سے نفسی نفسی کی آواز آتی ہوگی تو اس وقت سب سے پہلے فخرِ موجودات باعثِ تخلیقِ کائنات۔ سیّد اولادِ آدم۔ رحمتِ دوعالم اپنے ہاتھوں میں لوائے حمد کا جھنڈا لے کر اور سر پر تاجِ شفاعت پہن کر گنہگاروں کی دستگیری فرمائیں گے اور ہر نبی سے ناامید ہو جانے والوں کو اس بے قراری و بے تابی کے وقت آگے بڑھ کر تسکین کا پیام سنائیں گے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۶۶ مشکوات شریف صہ ۴۸۸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگ آپس میں مشورہ کریں گے کہ آج کے دن ہماری شفاعت کرنے والا کون ہوسکتا ہے اور پھر تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے۔

" اَنْتَ اَبُوالْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ "

کہ تو نسلِ انسانی کا باپ ہے اور تجھے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور تجھ میں اپنی روح پھونکی اور پھر تجھے فرشتوں نے سجدہ کیا آج دربارِ خداوندی میں ہماری شفاعت کر۔ تو حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر آج اللہ تعالیٰ اپنے قہر و غضب اور اپنی قہاری و جباری میں ہے اس لئے آج میں خدا کے پاس نہیں جا سکتا۔ کسی اور کے پاس یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر تمام مخلوق حضرت

نوح علیہ السّلام کے پاس جائے گی وہ بھی انکار کر دیں گے اور جواب دیں گے اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ کہ کسی اور کے پاس جاؤ یعنی حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جاؤ پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے ۔ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰہِ وَخَلِیْلُہٗ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ ۔ کہ تو اللہ کا نبی ہے اور اس کا پیارا خلیل بھی ہے ۔ آج دربارِ خداوندی میں ہماری شفاعت کرو تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام بھی انکار کر دیں گے یہاں تک کہ اس دن کوئی نبی بھی عدالتِ الٰہیہ میں جا کر گنہگاروں کی شفاعت کرانے کی حامی نہ بھرے گا بلکہ تمام نبی نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے آخر کار جب تمام لوگ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے ۔

اِذْھَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ السَّلَام

کہ خدا تعالیٰ کے آخری نبی اور اس کے محبوب پاک علیہ السّلام کے پاس جاؤ ۔ آج اگر وہ مان گیا اور اس نے تمہاری شفاعت کر دی تو سمجھو کہ سب بخشے گئے ۔ کملی والے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تمام لوگ ہر نبی سے مایوس و نا امید ہو کر میرے پاس آئیں گے ۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ آخر تمام انبیاء علیہم السّلام کے پاس جانے اور پھر ہر نبی کے دربار سے محروم ہونے اور پھر سب کے آخر میں امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دروازے پر آکر شفاعت کی بھیک مانگنے میں کیا حکمت تھی ۔ کیوں نہ پہلے ہی تمام لوگ حضور سرورِ کائنات کے پاس چلے گئے تو گزارش ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا اور تمام لوگ پہلے ہی نبی کریم علیہ السلام کے دربارِ گوہر بار میں چلے جاتے اور سب کی شفاعت ہو جاتی تو کہنے والا

کہہ سکتا تھا کہ اس میں حضور علیہ السّلام کی کیا خصوصیّت ہے۔ لوگ جس نبی کے پاس جاتے وہ ہی شفاعت کر دیتا اور پھر بتانا یہ تھا کہ قیامت کے دن جب تمام نبیوں کی ٹھوکریں کھانے کے بعد میرے محبوب پاک علیہ السّلام کے دربار گہر بار میں جھکنا ہے تو اس دنیا میں ہی میرے یار کے روضے پاک کی جالی چوم لو۔ تو کملی والے آقا علیہ السّلام نے فرمایا کہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔

يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ وَخَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ وَ غُفِرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَاَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ ۔

کہ اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اللہ کا رسول ہے اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور تو معصوم عَنِ الخطا ہے اس لئے دربارِ خداوندی میں ہماری شفاعت کرو۔ آج ہم جس مصیبت اور مشکل میں مبتلا ہیں تو دیکھ رہا ہے تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا فَاٰتِی تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَخِرُّ لَهَا سَاجِداً کہ میں پھر عرشِ الٰہی کے نیچے سجدے میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں۔ اور پھر خدا کی طرف سے آواز آئے گی۔

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

کہ میرے محبوب علیہ السّلام اپنے سرِ پاک کو اٹھا۔ تو سوال کر میں عطا کرتا ہوں تو شفاعت کر میں قبول کرتا ہوں اور پھر میں سجدے میں سے اپنے سرِ اقدس کو اٹھاؤں گا تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے محبوب پاک مانگ کیا مانگتا ہے تو کملی والے آقا نے فرمایا کہ میں عرض کروں گا ۔۔ یَا رَبِّ اُمَّتِی ۔۔ کہ اے میرے رب میری اُمّت کو بخش دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم علیہ السلام نے قرآنِ پاک کی یہ آیت تلاوت کی عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ اور پھر کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ ہے وہ مقام محمود یعنی مقامِ شفاعت جس کا خدا تعالیٰ نے تمہارے نبی سے وعدہ کیا تھا۔ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا۔

یا محمّد ادْخل مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَيْهِمْ

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام آدھی اُمّت بغیر حساب کے جنت میں داخل کرلے۔

کملی والے نے فرمایا۔ کہ میں پھر اپنا سر اقدس سجدے میں رکھ دوں گا تو خدا تعالیٰ فرمائے گا۔

فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ شَعِيْرَةٍ مِنْ اِيْمَانٍ ۔

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام جس کے دل میں ایک مٹھی کے برابر بھی ایمان ہے اس کو بھی جہنّم سے نکال لے اور پھر ان کو نکال لیا جائے گا۔ اور میں پھر سجدہ میں گر جاؤں گا تو خدا تعالیٰ پھر فرمائے گا کہ اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام اپنے سر کو سجدہ سے اٹھا اور سوال کر میں دیتا ہوں۔ تو شفاعت کر میں قبول کرتا ہوں۔ تو میں پھر عرض کروں گا کہ یا اللہ میری اُمّت کو بخش دے تو پھر خدا فرمائے گا۔

فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنَ الْاِيْمَانِ

کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے اس کو جہنّم سے نکال لے

چنانچہ ان کو بھی نکال لیا جائے گا کملی والے نے فرمایا کہ میں پھر سجدہ میں گر جاؤں گا۔ تو خدا تعالیٰ پھر پہلے کی طرح فرمائے گا اور پھر اُمّت کی شفاعت کے لئے عرض کروں گا۔

یَا رَبِّ اَئْذَنْ لِیْ فِیْمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کہ اے میرے رَبّ مجھ کو اجازت دے کہ جس نے ایک مرتبہ بھی کلمہ پڑھ لیا ہوا ہے میں اس کو بھی جہنم سے نکال لوں۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے محبوب علیہ السلام میں تجھ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ قیامت کے دن تجھے راضی کروں گا اور اگر تو اسی طرح ہی راضی ہے تو میں اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ہر اس شخص کو جہنم سے نکال دوں گا جس نے ایک دفعہ بھی کلمہ پڑھ لیا ہوا ہے ہم اہلِ سنّت وجماعت گنہگار اور بدکار ہیں لیکن اپنے کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بے ادب نہیں ہیں اس لئے ہمیں قیامت کے میدان میں رحمتِ خدا اور شفاعتِ مصطفیٰ پر بھروسہ ہے کیونکہ اس بے تابی و مشکل کے وقت گنہگاروں کو بخشش تو ہو جائے گی اور بہت ممکن ہے کہ بے نمازی کو خدائے تعالیٰ بخش دے مگر وہ اپنے محبوبِ پاک کے بے ادب کو کبھی نہیں بخشے گا۔ اور یہ قانونِ الٰہی ہے کہ جس قوم نے نافرمانیاں کیں اور اپنے نبی کی بتائی ہوئی تعلیم پر عمل نہ کیا اس قوم کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا گیا اور اسی وجہ سے گزشتہ قوموں پر طرح طرح کے دردناک عذاب نازل ہوتے رہے مگر جب اس کے محبوب پاک علیہ السلام کی امت کی باری آئی تو فرمایا کہ قیامت کو میرے پاس آؤ گے تو پوچھوں گا قیامت برحق۔ حساب و کتاب ضروری اور ثواب و عذاب یقینی ہے مگر ہم کملی والے آقا کے گنہگار امتی ہیں۔ ہمیں کیا خوف، ڈر تو اسے ہو جس نے دربارِ خداوندی میں تنہا جانا ہے ہم اہلِ سنّت وجماعت ہیں

اس لئے کسی کے ساتھ مولا علیؓ ہوگا۔ کسی کے ساتھ آقا حسینؓ ہوگا۔ کسی کے ساتھ باوا فرید اور کسی کے ساتھ داتا گنج بخش ہوگا۔ کسی کے ساتھ خواجہ فقیر محمد پچورا ہی اور کسی کے ساتھ پیر لاثانی علی پوری ہوگا کیوں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کہ دنیا میں جس کو جس سے محبت ہوگی وہ قیامت کو اس کے ساتھ ہوگا پس جس کو دنیا میں پیرانِ پیر سے محبت ہوگی وہ قیامت کے روز پیرانِ پیر کے ساتھ ہوگا جس کو دنیا میں حضرت علیؓ سے محبت ہوگی وہ قیامت کو حضرت علیؓ کے ساتھ ہوگا اور جس کو دنیا میں امام الانبیاءؑ سے محبت ہوگی وہ قیامت کو امام الانبیاءؑ کے ساتھ ہوگا۔

ہم سُنّی ہیں اور یہ سب ہمارے ہیں مگر پاکستان کا جدید مُلّا سنّی نہیں اور اس لئے اس کا کوئی بھی نہیں۔

مشکوات شریف صفحہ ۴۹۴ — حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ حساب وکتاب کے بعد جب خدا تعالےٰ کا دوزخیوں اور جنتیوں کے متعلق آخری فیصلہ ہو جائے گا اور دوزخیوں کی صفیں بندھی ہوئی ہوں گی اور جب جنّتی ان کے پاس سے گزریں گے تو ایک وہ دوزخی جس پر دوزخ لازم ہو چکی ہوگی ایک جنّتی کو پکڑ کر عرض کرے گا اَمَا تعرِفُنِی اَنَا الَّذِی سَقَیتُکَ شَرْبَۃً اور کوئی کہے گا اَنَا الَّذِی وَھَبْتُ لَکَ وضوءً فَیَشْفَعُ لَہٗ فِیہِ خلد الجنۃ۔ کہ کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ پانی پلایا تھا۔ اور کوئی کہے گا میں وہی ہوں کہ جس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا تھا تو وہ جنّتی ان کی شفاعت کریں گے تو ان کی جہنّم کی سزا جنّت کے انعام میں بدل جائے گی اور ان کی شفاعت کے سبب ان یقینی دوزخیوں کو جنّت میں

داخل کر دیا جائے گا۔

نوح کو بھی موجِ طوفاں سے کنارا مل گیا
حضرتِ موسیٰ کو بھی لُطفِ نظارہ مل گیا
الغرض ہر ایک بے چارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمدؐ کا سہارا مل گیا

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۶۷ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۴ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔

اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْفِعَامِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعَ لِلْقَبِیْلَتِہٖ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْعُصْبَہٖ وَ مِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوْا الْجَنَّۃَ۔

کہ میری امّت میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو قیامت کے دن کسی جماعت کی اور کچھ لوگ کسی قبیلے کی اور کچھ لوگ کسی خاندان کی اور کچھ لوگ کسی ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتّٰی کہ ان کی شفاعت سے وہ گنہگار جنّت میں داخل کئے جاویں گے کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدقے آپ کی اُمّت کے اولیاء اور فقراء کی شان دیکھو کہ حشر کے اس ہولناک میدان میں اور مخلوقِ خدا کی انتہائی مصیبت اور مشکل کے وقت جب کوئی کسی کا مددگار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ تمام انبیاء بھی اس دن جواب دے دیں گے۔ لیکن حضور علیہ السّلام کے اولیاء فقراء علماء اور شہداء مخلوقِ خدا کی قیامت کے دن مصیبت اور مشکل کو اپنی شفاعت سے آسان بنا دیں گے اور دوزخیوں کو جنّت میں داخل کرائیں گے تو جب یہ حقیقت ہے تو پھر کیوں نہ اس دنیا میں ہی ان کی خدمت اور قدم بوسی کر کے اور ان کے ادب و احترام اور شان و مقام کو تسلیم کر لیا جائے تاکہ قیامت کے

دن وہ ہمیں بے ادب اور گستاخ سمجھ کر ٹھکرا نہ دیں۔

نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ

جس عورت کے تین بچے دودھ کی حالت میں مر جائیں وہ بچے قیامت کے دن اپنے والدین کی شفاعت کریں گے اور خدا تعالےٰ سے جھگڑ کر اپنے والدین کو جنت میں لے جائیں گے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ جس کے دو بچے مر جائیں؟ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ بھی شفاعت کریں گے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر عرض کی۔ یا رسُول اللہ جس کا ایک بچہ مرے؟ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ بھی شفاعت کرے گا۔ تو اُمّت کی شفیقہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر عرض کی یا رسُول اللہ علیہ السّلام تیری اُمّت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا کوئی نہیں ہوگا اس کا میں مددگار ہوں

دنیا کا ہر مسلمان کسی لڑکی یا لڑکے کی نمازِ جنازہ میں یہ دُعا کرتا ہے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً ـــ

کہ اے اللہ اس لڑکی کو یا اس لڑکے کو قیامت کے دن ہمارا شفیع بنا دینا۔ تو اگر کسی مردہ لڑکی اور لڑکے کی شفاعت پر بھروسہ کیا جاتا ہے تو پھر سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت پر گنہگاروں کو کیوں بھروسہ نہیں ؟

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۳۱ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ مقامِ محمود کا مفہوم و معنیٰ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّہُ الشَّفَاعَۃُ ـــ کہ مقامِ محمود کیا ہے ؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی **شفاعت !**

قَالَ الْوَاحِدِیُ اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰی اَنَّہٗ مُقَامُ الشَّفَاعَتِہٖ

— واحدی کہتے ہیں کہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مُقامِ محمُود رسولِ پاک کی شفاعت ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ھُوَ الْمُقَامُ الَّذِیْ اَشْفَعُ فِیْہِ اُمَّتِیْ۔

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مقامِ محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امّت کی شفاعت کروں گا۔

المواہب اللّدنیہ صفحہ ۶۱۷ علامہ یُوسف بن اسمٰعیل ابنہانی رحمتہ اللہ علیہ — اَلْمُقَامَ الْمَحْمُوْدُ اَنَّہٗ مَقَامُ الشَّفَاعَتِہٖ — کہ مقام محمود کیا ہے — مقام الشفاعت

بخاری شریف جلد صفحہ۔ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے پُوچھا گیا۔

عَنِ الْمُقَامِ الْمَحْمُوْدِ فَقَالَ ھُوَ الشَّفَاعَتُہٗ

کہ مقامِ محمود کیا ہے۔ فرمایا — وہ شفاعت کا مقام ہے۔

یَا ھُوَ اِجْلَاسُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَلَی الْعَرْشِ اَوْ عَلَی الْکُرْسِیْ۔

یا وہ عرش ہے یا کرسی جس پر بیٹھ کر شافعِ روزِ جزا نے شفاعت کرنی ہے۔

الشفا شریف جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ - ۱۳۹ - قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں :-

يُوْضَعُ لِلْاَنْبِيَاءِ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَيَبْقٰى مِنْبَرِىْ لَا اَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَىْ رَبِّىْ ۔

کہ قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے منبر رکھے جائیں گے اور تمام نبی اپنے اپنے منبرِ پاک پر بیٹھ جائیں گے مگر میرا منبرِ پاک باقی رہ جائے گا اور میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ میں ربِّ کریم کے سامنے کھڑا رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا ـــ

محبوب ـــ کھڑے کیوں ہو؟

مَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ ـــ جو تمہارا ارادہ ہے بتاؤ ـــ میں تمہاری امت کے ساتھ وہی کروں گا (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

فرمایا ـــ میں عرض کروں گا ـــ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ ـــ کہ میری اُمّت کا حساب سب سے پہلے لے لو۔

اس لئے کہ ـ گرمی کی شدّت ـ ہولناک منظر ـ اور عرصۂ محشر کی گھبراہٹ ـ

ہمارے سہارے ، ہمارے دستگیر ، ہمارے آقا و مولا ، ہمارے شفیعِ مجرماں ـــ اور ہمارے غم خوار و غم گسار نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اپنی امّت ہی نہیں ساری مخلوقِ خدا کی قابلِ رحم حالت اور افسردگی و بے کسی دیکھی نہ جائے گی ۔

اور جوں جوں ـــ میدانِ حشر کی ہلاکت خیز گرمی تیز ہوتی جائے گی اس رؤف و رحیم کی رحمت جوش میں آتی جائے گی ۔

فرمایا ـــ پھر میری اُمّت کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا ۔

ان میں سے کچھ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے ومنھم مَن یدخل بشفاعتی ـــــ اور کچھ میری شفاعت کے سبب ـ
پھر فرمایا ـ هٰذا المقام المحمود ــــ کہ
یہ ہے مقام محمود

المواہب صفحہ ۶۱۴ ـــ وَاخرج الحاکم والطبرانی ـــ
حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی حدیثِ پاک سے ـــ
اَن رَسُوْل اللّٰہ صَل اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ قَالَ تُبعثُ الاَنبیاءُ عَلَی الاَدَابِ وَاُبعثُ عَلَی البُراقِ وُیبعَثُ بَلَالُ عَلیٰ نَاقتہٍ مِنْ نُوقِ الجَنَّتہٖ یُنادیٰ بالاُذانِ!
کہ رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السّلام اپنی اپنی سواری پر ہوں گے اور میں براق پر سوار ہوں گا ـ ـــــــ
ـــــ اور آگے آگے حضرتِ بلالِ حبشی اونٹنی پر سوار ہوں گے اور آذان دیتے جائیں گے ـ

حَتّٰی اِذا قال اَشھدُ اَنَّ محمَّدً رَسُوْل اللّٰہ
شَھدلہ المومنونَ مِنَ الاَوَّلینَ وَالاٰخِرِیْنَ ٥
اور جب وہ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی گواہی کا اعلان کریں گے تو اوّل و آخر یعنی اگلے اور پچھلے تمام ایمان والے اس کی گواہی دیں گے۔

ایک روائت میں یہ بھی ہے
فَاِذا سَمعتَ الاَنْبیاءُ وَاُمَمِھا اَشْھَدُ اَنَّ مُحمّدً رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالُوا وَنَحْنُ نَشْھَدُ عَلیٰ ذَالِکَ ـ

کہ جب تمام انبیاء علیہم السّلام اور ان کی امتیں حضور علیہ السّلام کی رسالت کی گواہی سنیں گے تو وہ بھی کہیں گے کہ ہم بھی محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

ایمان والو ___ ذرا تصوّر تو کرو

محبّت والو ___ ذرا غور تو کرو ___ اور

گنہگارو! ___ ذرا دیکھو تو سہی کہ تمام نبی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ___ آگے آگے امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم براق پر جلوہ افروز ___ دستِ مبارک میں **لواء الحمد** کا جھنڈا ___ آگے آگے بلالِ حبشی ___ اذان کی ایمان افروز اور روح پرور آذان

یہ جلوس نہیں تو اور کیا ہے؟

دیکھو ذرا کس شان سے سرکار آرہے ہیں

محشر میں دھوم مچ گئی غم خوار آرہے ہیں

فرمایا جب میں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچوں گا تو فَیَسْتَقْبِلُنِیَ الْجَبَّارُ تعالیٰ ___ پس پھر اللہ الجبار خود میرا استقبال کرے گا

یہ ہے مُقامِ محمود

تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ ___ مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ___ کے تحت ___ وَفِی تاویلات النجمیۃ ھٰذَا الاستثناء راجعٌ الی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ___ کہ الا نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف راجع ہے کیوں کہ اللہ کریم نے ___ وُعِدَ لَہٗ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْد ___ ان سے مقام محمود کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ ۔ قیامت کے دن اگر کسی کو اللہ کی طرف سے کسی کی شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی تو وہ جناب محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں !

وَھُوَ الشَّفَاعَتہ ـــــ اور وہ مقامِ محمود کیا ہے ؟ ـــــ

شفاعتہ ـ

رسولِ معظّم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ـ

اَتَانِی اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّی فَخَیَّرَنِی بَیْنَ اَنْ یُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِی الْجَنَّۃِ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ ۔

کہ ربِّ کریم کی طرف سے میرے پاس آنے والا آیا ۔ یعنی حضرت جبریل علیہ السّلام اور اُس نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا کہ چاہے تو میں آدھی امّت جنّت میں لے جاؤں اور چاہوں تو شفاعتہ کر لوں ـ

تو میں نے شفاعتہ کو اختیار کر لیا ـ

اس لئے ـــ کہ اگر ہمارے غم خوار نبی پاکؐ آدھی اُمّت بغیر حساب وکتاب کے جنّت میں لے جانے کو اختیار کر لیتے تو پھر باقی آدھی اُمّت کہاں جاتی ـــ کس کو پکارتی ـــ اور کس کا دروازہ کھٹکھٹاتی جب کہ روزِ محشر کوئی کسی کا مددگار وحامی نہ ہوگا ـــــ اور شفیع المذنبین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوا اور کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ـــــ کوئی کسی کا فریاد رس نہ ہوگا ۔ اور کوئی کسی کی بگڑی بنانے والا نہ ملے گا ۔

عام انسان تو رہے ایک طرف ، وہاں تو ہر نبی نفسی نفسی پکارتا ہوگا ۔

یہاں تک کہ مخلوقِ خدا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جاکر فریاد کرے گی ـــ کہ آپ نے اللہ کا گھر بنایا - آپ نے بتوں کو توڑا ـــ آپ نے اللہ کی راہ میں ہزاروں دُکھ اٹھائے ـــ آپ نسلِ انسانی کے امام ہیں - آپ نے آتشِ نمرود کے دہکتے ہوئے خوفناک اور تباہ کن انگاروں میں چھلانگ لگائی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ

آپ اللہ کے خلیل ہیں!

فَاشْفَعْ لَنَا ـــ آج ہماری شفاعت کر دیں - تو حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام کا جواب یہ ہوگا -

اِنَّمَا کُنْتُ خَلِیْلاً مِنْ وَّرَاءِ مِنْ وَرَاءِ اِذْھَبُوْا غَیْرِیْ

کہ بے شک میں اللہ کا خلیل ہوں لیکن آج سے پہلے پہلے ـــ اس لئے کسی غیر کے پاس جاؤ -

غیر اللہ کے پاس ـــ

پھر جب ساری مخلوق اللہ کے قہر و غضب سے ڈر کر اور اس کی قہاری و جباری سے گھبرا کر ـــ ہر نبی کے دروازہ سے نا امّید ہو کر اور ہر رسول کے آستانہ سے مایوس اور ہر پیغمبر کے کوچہ سے خالی دامن لوٹ کر شافعِ روزِ جزا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور فریاد کریں گے تو سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم پورے وثوق اور یقین سے جواب دیں گے

اَنَا لَھَا ـــ اَنَا لَھَا ـــ کہ ہاں ـــ آج میں ہی شفاعت کے لیے ہوں -

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن گدائے آستانۂ اقدس مُرشدِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ علی پُوری سیداں شریف کہتا ہے ـــ کہ

فریاد کرنے والوں میں مولانا جامیؒ بھی ہوں گے!۔ مولانا رومیؒ بھی ہوں گے اور میاں محمدؒ بھی ہوں گے! مولانا جامیؒ دامن پھیلا کر یُوں فریاد کریں گے۔

کہ ـــــ

زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحم یا نبیؐ اللہ ترحم

مولانا رومیؒ سر جھکا کر یُوں التجا کریں گے ـــــ کہ

سیّد و سرور محمد نورِ جاں
بہتر و بہتر شفیعِ مجرماں

اور میاں محمد جھول کھول کر یُوں پکاریں گے ـــــ کہ

آویں آویں نہ چِر لاویں اے میرے دلدارا
پا دے خیر اَج منگتیاں "تائیں امّت دے غمخوارا

لواء الحمد ـــــ یعنی حمد کا عَلَم اور شفاعت کا جھنڈا میدانِ حشر میں نصب ہوگا۔

۔ یجلسُ علیَ الکُرسیِ ـــــ

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے سر اقدس پر شفاعت کا تاج سجائے کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

مقامِ محمود عطا ہونے اور۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

کا وعدہ پُورا کرنے کا وقت آگیا!

تمام انبیاء علیہم السّلام لواء الحمد کی جانب پُر شوق نگاہوں سے

دیکھ رہے ہیں اور ساری مخلوقِ خدا یُہ امید ہو کر اس انتظار میں ہے کہ گنہگاروں کی شفاعت کے لئے دیوانِ حشر کے کرسی نشین کے لب مبارک کب کھلتے ہیں!

ادھر جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے کہ آج مجرموں کی سفارش اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والا میرے سوا کوئی نہیں اور اللہ کے خطا کار بندے کسی آسرے کی تلاش اور کسی سہارے کی جستجو میں ہیں — اور کوئی حامی و مددگار ڈھونڈ رہے ہیں اور کسی پناہ گاہ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں — تو پھر

کملی دا گھنڈ کھول کے سوہنا کردا پیا آوازہ
آؤ لوکو کھلن لگا جے رحمت دا دروازہ

یہ ہے مقام محمود —

مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ — حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ یَشْفَعُ فِی الْجَنَّۃِ
وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ

کہ — سب سے پہلے میں لوگوں کی شفاعت کروں گا —

اور — سب سے پہلے جنّت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا —

جنّت کا دربان پوچھے گا —

کون ہے؟

میں کہوں گا — **محمّد** صلی اللہ علیہ وسلم

رضوانِ جنّت کہے گا —

بِكَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ

کہ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ آپؐ سے پہلے کسی اور کے لئے دروازہ نہ کھولوں ۔۔۔

نمرود نے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لیے چخہ تیار کی ۔ آگ جب پوری طرح بھڑک اٹھی اور تباہ کن شعلے جب کئی کئی میل تک کی ہر شئے کو اپنی لپیٹ میں لینے لگے تو خلیل اللہ علیہ السلام کو ان میں پھینک دیا گیا ۔

لیکن خداوندِ قدوس نے ۔۔۔ يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ۔۔۔ کا حکم فرما کر اس آتش نمرود کو ٹھنڈا کر دیا ۔۔۔ اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کو پھولوں کی کیاری بنا دیا ۔

لیکن کوئی تعجب نہیں ۔۔۔ اس لئے کہ ۔۔۔ آگ جلانے والا نمرود ۔۔۔ اور بجھانے والا خدا ۔۔۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

؎ تعجب تو یہ ہے کہ دوزخ کی آتش
لگائے خدا اور بجھائے محمدؐ

مشکوات شریف صفحہ ۵۱۳ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲

وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ ۔۔۔ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِي ۔

کہ قیامت کے دن حمد وشفاعت کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا ۔۔۔ اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے ۔

اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے بھی نبی ہیں سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے ۔

یاد رہے — کہ میدانِ حشر میں جھنڈا صرف امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہوگا — کسی اور کا نہیں۔ نبی و رسول تو رہے ایک طرف خود خدا کا بھی کوئی جھنڈا نہیں ہوگا۔

پھر حیران ہوں — کہ وہ لوگ یعنی نجدی میدانِ حشر کی اس ہلاکت خیز گرمی — تباہ کن تپش اور دل و دماغ کو پگھلا دینے والی سورج کی تمازت میں کہاں کہاں پناہ ڈھونڈیں گے — کس کا سایہ تلاش کریں گے اور کس کے دروازے پر جائیں گے۔ وہاں تو سایہ صرف لواء الحمد کا ہوگا اور وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ اور اُسے یہ لوگ غیر اللہ سمجھتے ہیں — اور غیر اللہ کے پاس جانا۔ ان سے مدد مانگنا — ان کی پناہ طلب کرنا اور ان کے سایہ میں بیٹھنا ان کے نزدیک شرک و کفر ہے۔

ایسی صورت میں ان حضرات کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ اگر میدانِ حشر اور عرصۂ قیامت میں اپنی نجات چاہتے ہیں تو اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے لواء الحمد کے سایہ میں آرام کرنے کے حق دار بن جائیں۔

اس لئے — کہ —

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ہاں تو بحث مقامِ محمود کی تھی جسے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر بیان کیا ہے۔ مثلاً

اللفظُ مُشْعِرٌ بِہٖ و ذٰلِكَ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ اِنَّمَا
یَصِیْرُ مَحْمُوْدًا اِذَا حَمِدَہٗ حَامِدٌ —

وَالحمد اِنّما یکون الانعام - فہٰذ المقام المحمود -

کہ لفظ محمود اپنے معنیٰ میں مشعر ہے - اس لئے کہ کوئی انسان اس وقت تک محمود نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی حامد اس کی حمد کرنے والا نہ ہو اور حمد و ثناء اور تعریف و توصیف بغیر انعام کے نہیں ہوتی -

اور شفاعت کا مقام یعنی مقامِ محمود ایک ایسا مقام ہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقِ خدا کو اور تمام انسانوں کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شفاعت کا انعام ملے گا - جہنم سے رہائی ملے گی ــــ گناہ بخشے جائیں گے - اور جنّت عطا ہوگی - جس کے بدلہ میں ساری مخلوقِ خدا اور تمام انسان میدانِ حشر میں سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حمد و ثناء اور تعریف و توصیف کریں گے ــــ اور یہی مقامِ محمود ہے -

گنہگارو نہ گھبراؤ عدالت ان کے گھر کی ہے
بُروں کو بخشوا لینا یہ عادت ان کے گھر کی ہے

معارج النبوّت حصّہ ۳ صفحہ ۱۵۹ ــــ علّامہ معین الدین کاشفی رحمتہ اللہ علیہ نے مقامِ محمود یعنی شفاعتِ کبریٰ کا آخری فیصلہ اس طرح لکھا ہے کہ -

اللہ تعالیٰ کی طرف سے گنہگاروں کی شفاعت کے متعلق یہ فرمان جاری ہوگا -

اَنْتَ شَفِیْعُهُمْ فِیْمَا یُقَصِّرُوْنَ فَرَاکِنِیْ وَاَنَا اَکُوْنُ شَفِیْعاً لَهُمْ فِیْمَا یُقَصِّرُوْنَ فِی سُنَّتِکَ -

کہ میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے میرے فرائض چھوڑے ان کی شفاعت تو کر دینا میں قبول کروں گا —— اور جنہوں نے تیری سنتیں چھوڑیں اُن کی شفاعت میں کر دوں گا۔ اور تو قبول کر لینا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞

بے سایہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا
وہاں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

(۱) کیوں ؟ —— اس لئے کہ جب بشریت پر نورانیت غالب آجائے تو سایہ مفقود ہو جاتا ہے۔

دنیا کی ہر چیز کا سایہ ہے — باریک سے باریک شے اور لطیف سے لطیف شے کا بھی سایہ موجود ہوتا ہے لیکن بجلی کے روشن انڈے کا کبھی سایہ نہیں ہوگا۔

کیوں ؟ — اس لئے کہ بجلی کے انڈے کا جسم تو ضرور ہے لیکن اس کے اندر جو روشنی ہے وہ اس کے جسم پر غالب آچکی ہے لہٰذا اس غالب روشنی نے انڈے کے جسم کو بے سایہ کر دیا ہے۔

بلا مثال و تشبیہ — امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بشر ضرور ہیں اور آپ کا جسم اقدس بھی ہے لیکن قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کے نور چونکہ آپ کی بشریت اور آپ کے جسم پاک پر غالب ہے اس لئے آپ کا سایہ نہیں تھا۔

(۲) مشکوات شریف صفحہ ۱۰۶ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۷۸
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم

صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ دعا فرماتے سُنا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَل لِیْ نُوْراً وَمِنْ خَلْفِی نُوْراً وَعَنْ یَمِیْنِی نُوْراً وَعَنْ شِمَالِی نُوْراً وَمِنْ فَوْقِی نُوْراً وَمِنْ تَحْتِی نُوْراً۔

کہ اے میرے اللہ کریم مجھے سراپا نُور کر دے۔ میرے اُوپر نُور کر دے۔ میرے نیچے نُور کر دے۔ میرے دائیں نُور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے۔

اب جسم والی کوئی شے درمیان میں رکھ کر اس کے آگے پیچھے، اُوپر اور نیچے اور دائیں اور بائیں چراغ جلا کر دیکھ لو اس چیز کا سایہ مفقود ہو جائے گا۔

کیوں؟ — اس لئے جس چیز کے چاروں طرف نور ہی نورُ ہو اس چیز کا سایہ زمین پر نہیں پڑے گا۔

سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جسم مبارک تو ضرور ہے لیکن آپ کے جسم پاک کے آگے، پیچھے۔ دائیں اور بائیں اور اُوپر اور نیچے نور ہی نور ہے تو پھر سایہ کہاں۔

اور صرف آگے پیچھے — دائیں بائیں اور اُوپر اور نیچے ہی نورُ نہیں ہے بلکہ — حضورُ علیہ السّلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تو کان مبارک۔ آنکھیں مبارک۔ بال مبارک۔ خون مبارک۔ گوشت اور پوست مبارک اور دل مبارک بھی نورٌ علیٰ نورُ ہے۔

غرضیکہ آپ کے جسم مبارک کا ہر عضو پاک نورٌ علیٰ نورُ ہے تو پھر ایسی صورت میں — جسم اقدس کا سایہ کہاں۔

مواہب اللدنیہ صفحہ ۲۸۰ جلد ۱ امام قسطلانی شارح بخاری

لَمْ یَکُنْ لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَاقَمَرٍ ــــ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا نہ سورج کی روشنی میں اور نہ چاند کی چاندنی میں۔

زرقانی جلد ۴ صفحہ ۲۲۵ ــــ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَاقَمَرٍ لِاَنَّہٗ نُوْرٌ۔

کہ چونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نور کے پیکر تھے اس لئے ان کا سایہ نہیں تھا نہ شمس کی روشنی میں اور نہ چاند کی چاندنی میں۔

سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۲ ــــ وَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوْفِی الْقَمَرِ لَایَکُوْنُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا۔

کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا ــــ کیوں؟
اس لئے کہ آپ نور تھے۔

کاشف شریف جز ۱ صفحہ ۲۴۳ ــــ وَذُکِرَمِنْ اَنَّہٗ لَاظِلَّ شَخْصُہٗ فِیْ شَمْسٍ وَّلَاقَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرٌ

کہ یہ جو مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج اور چاند کی روشنی میں سایہ نہیں تھا تو وہ اس لئے کہ آپ نور تھے (قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ)

نسیم الریاض جز ۳ ــــ شیخ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہیں ــــ لَاظِلَّ شَخْصُہٗ اِیْ جَسَدُہُ الشَّرِیْفُ اللَّطِیْفُ ــــ یعنی آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا اور لطیف کے لفظ میں یہ لطیف اشارہ موجود ہے کہ آپ کی بشریت کثافت سے پاک ہو کر لطافت کے

اس درجہ میں تھی کہ روشنی کے لئے حاجب نہ ہوتی تھی۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں ــــ لَمْ یَکُنْ الرَّسُوْلُ ؐ ظِلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ــــ کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے سایہ نہیں تھا۔

مدارج النبوت جلد ۱ صفحہ ۲۱ ــ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ــــ ونور یکے از اسماء آنحضرت است و نور را سایہ نمی باشد۔

کہ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسماءِ گرامی میں سے نور بھی آپؐ کا نام پاک ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

تفسیر عزیزی پ ۳۰ صفحہ ۲۱۹ شاہ عبدالعزیز محدث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــ وسایۂ ایشاں بر زمین نیفتاد ــــ اور آپؐ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

تفسیر نسفی جزء ۳ صفحہ ۱۰۳ ، مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۶۱

ــ وَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعُ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذَالِکَ الظِّلِّ

حضرتِ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عزت و آبرو اور عصمت و عفّت کو بیان کرتے ہوئے حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کی یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ــــ اللہ کریم نے آپؐ کا سایہ زمین پر نہ رکھا کہ تاکہ کسی انسان کا قدم آپؐ کے سایہ پر نہ پڑے تو نعوذ باللہ کوئی بُری عورت آپ کے نکاح میں کیسے دے سکتا ہے۔

امداد السلوک ۔ دیوبندی حضرات کے امام و پیشوا مولانا رشید احمد گنگوہی

لکھتے ہیں — بتواتر ثابت شدہ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سایہ نداشتند —

کہ یہ حقیقت تواتر سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے جسمِ پاک کا سایہ نہیں رکھتے تھے۔

وظاہر است کہ بجز نُور ہمہ اجسام ظل می دارند — حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ نُور کے سوا ہر جسم کا سایہ ہوتا ہے مطلب یہ کہ چوں کہ رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سراپا نورؐ تھے اس لئے آپ کا سایہ نہیں تھا۔

ان روشن حقائق سے یہ پوری طرح سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے پرانے اور پہلے بزرگانِ دین — مفکرینِ اسلام۔ محدثینِ کرام اور مفسرین وشارحینِ عظام جہاں امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نورانیت کو مانتے اور اسے جزوِ ایمان سمجھتے تھے وہاں آپ کے عدمِ سایہ کے بھی قائل تھے لیکن یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آج کل کے بے ادب لوگ ان تمام حقائق و دلائل کو ٹھکرا کر نہ رسُولِ معظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیکرِ نورؐ مانتے ہیں اور نہ ہی ان کے عدمِ سایہ کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کو نہ صحیح منزل کا نشان ملتا ہے اور نہ ہی دین و ایمان کی روشنی کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے۔

اعتراض — نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے تو انہوں نے رسُولِ مقبولؐ کو اپنا دستِ مبارک آگے بڑھاتے ہوئے بھی دیکھا اور پیچھے ہٹتے ہوئے بھی، غلاموں نے آقا سے اس کی وجہ اور حکمت پوچھی تو فرمایا :-

کہ پہلے مجھ پر جنت پیش کی گئی اور پھر دوزخ حتّٰی رَأَیتُ ظِلّی وَظِلّکُم

یہاں تک کہ میں نے اس آگ میں اپنا بھی اور تمہارا بھی سایہ دیکھا (نعوذ باللہ)

جواب :- یہاں سایہ اپنی اور جملہ میں ظل اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے کیوں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کی طرح روشن نہیں ہو گی بلکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث پاک کے مطابق جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہو گی۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۸۳ ۔ مشکوات شریف ص ۵۰۳ باب صفۃ النار

— اُوقِدَ عَلَی النَّارِ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی اَحْمَرَتْ ثُمَّ اُوقِدَ عَلَیْھَا اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی اَبْیَضَتْ ثُمَّ اُوقِدَ عَلَیْھَا اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی اَسْوَدَتْ فَھِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ —

کہ دوزخ کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی جائے گی یہاں تک کہ وہ سُرخ ہو جائے گی ۔ پھر ایک ہزار سال تک جلائی جائے گی ۔ یہاں تک کہ وہ آگ سفید ہو جائے گی ۔ پھر ایک ہزار سال تک جلائی جائے گی یہاں تک کہ دوزخ سیاہ ہو جائے گی — اور یہ تاریک — ظلمت اور اندھیری ہو گی ۔

دو طرح سے ثابت ہو گیا کہ یہاں ظلّی کا لفظ اپنی اصل پر محمول نہیں ہے ۔

ایک اس لیئے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نور ہیں ۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا ۔

اور دوسرا اس لیئے کہ دوزخ میں سایہ دکھاتی دینا عقل کے خلاف ہے — کیوں کہ جہنّم تو سیاہ و تاریک ہوگی۔ اور سایہ روشنی میں نظر آتا ہے نہ کہ تاریکی میں۔
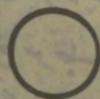
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسمِ محمدؐ کے فیوض و برکات

صاحبِ مواہب اللدنیہ نے کتاب و سنّت اور کتبِ سماویہ کی چھان بین کرنے کے بعد سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسمائے گرامی چار سو سے زائد شمار کئے ہیں لیکن دو نامِ پاک جو مشہور و معروف اور زبان زدِ خاص و عام ہیں وہ دو ہیں ــــ محمدؐ و احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان میں سے اکثر ایسے اسمائے گرامی بھی ہیں جنہیں اللہ کریم نے اپنے اسمائے مبارکہ سے مشرف فرمایا!

مثلاً ــــ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے الرؤف الرحیم بھی ہیں ــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی ان اسماء سے موسوم فرما کر تعریف فرمائی ــــ وبالمؤمنین رؤف رحیم ــــ

اگرچہ یہ دونوں نام مبارک ہم معنٰی ہیں لیکن پھر بھی بعض حضرات نے کچھ فرق بیان کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ رحمت کی انتہا کو رؤف کہا جاتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں رؤف بالمطیعین اور رحیم بالمذنبین کے ساتھ مخصوص ہے یعنی اطاعت کرنے والوں کے لئے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم رؤف ہیں اور خطا کاروں کے لئے رحیم ہیں یا جیسے کہ ــــ اللہ کریم کا نامِ پاک ہیں سے ولی اور مولا بھی ہیں۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ — کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول بھی صلّی اللہ علیہ وسلّم — حَسْبِیَ اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

ادھر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ — کہ میں ہر مسلمان کا ولی ہوں — یعنی مددگار ہوں — یا قریب ہوں۔

جیسا کہ — مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۵

حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خم غدیر میں رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا —

اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّی اَوْلیٰ بِکُلِّ مومنٍ مِّنْ نَفْسِہٖ

کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مسلمان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں!

اولیٰ — ولی سے ہے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان سُن کر تمام صحابہ کرام نے تسلیم کیا اور عرض کی — قَالُوْا بَلیٰ —

کہ ہاں — ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ہر مسلمان کی جان کے ولی اور اس کے قریب ہیں۔

ترجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۳۷۰ — من نزدیک ترو دوست ترم بمومنان از نفسہائے ایشاں —

کہ میں بہت ہی نزدیک ہوں اور بہت ہی دوست ہوں ایمان والوں کا

اور فرمایا ــــ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ ــــ کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔

مطلب یہ کہ ــــ اللہ ــــ ولی بھی ہے اور مولا بھی ــــ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی ــــ ولی بھی ہیں اور مولا بھی۔

یاد رہے کہ اس کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں جسے طوالت کے باعث انہیں پہ اکتفا کرتا ہوں ــــ کیوں کہ اصل موضوعِ گفتگو محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اللہ ــــ اللہ کا ذاتی نامِ پاک ہے اور صفاتی سینکڑوں ہیں۔

ــــ اسی طرح ــــ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اسمِ مبارک ہے اور صفاتی سینکڑوں ــــ

اللہ کے بھی چار حروف ہیں اور محمد کے بھی چار (صلی اللہ علیہ وسلم)

مدارج النبوت جلد ۱ صفحہ ۲۵۷ ــــ در روایت آمدہ است کہ تسمیہ کرد حق تعالیٰ اورا بایں اسم پیش از آفرینش بہزار سال

کہ حق تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تخلیقِ کائنات سے ایک ہزار سال پہلے رکھ دیا تھا۔

پھر جب ــــ آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نامِ پاک محمد رکھا (صلی اللہ علیہ وسلم)

لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے پوتے کا نام محمد کیوں رکھا ہے؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کہ آپ کے خاندان میں سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا ــــ

توجناب عبدالمطلب نے جواب دیا !

آنکہ امیّد میدارم کہ حمد گوئیند و ستائش کنند اُورا اہلِ عالم ہمہ

کہ میں نے اپنے پوتے کا نام نامی اسم گرامی محمدؐ اس امّید پر رکھا ہے کہ سارا جہان اس کی حمد و ثناء اور تعریف و توصیف کرے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور یہ ہے بھی ٹھیک ــــ اس لئے کہ محمدؐ کا معنہ ہی یہ ہے۔ بہت حمد کیا گیا ــــ اور جس کی ہر وقت حمد و تعریف کی جائے۔

حضرت عبدالمطلب کی امید کوئی خیالی یا وہمی چیز نہیں تھی بلکہ حقیقت پر مبنی تھی۔

اس لئے کہ ــــ میرے خیال میں حضرت عبدالمطلب کو یہ علم ہو گیا تھا کہ اللہ کریم نے میرے پوتے کا نام کائنات کی پیدائش سے ایک ہزار پہلے محمدؐ رکھ دیا ہے ــــ صلّی اللہ علیہ وسلّم

اللہ جانے یہ حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے یا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا۔

اختلاف تو ہے لیکن ــــ

مدارج جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۵۷ ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ صغیر میں علی بن زید کی سند سے اس شعر کو حضرتِ ابوطالبؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فذو العَرشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

کہ اللہ کریم نے اپنے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نامِ پاک کو اپنے اسمِ گرامی محمود سے نکالا ہے ــــ یعنی اللہ محمود ہے۔

اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

مصدر بھی ایک ہے اور مادہ بھی ایک — حمد۔ حامد۔ محمود محمد۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہت زیادہ حمد کیا گیا۔ جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے۔ اور بہت زیادہ حمد کرنے والا۔

یہ اس مومنِ قریش کا شعر ہے جسے نعوذ باللہ خاندانِ نبوت کے بے ادب لوگ ایسے مسلمان ہی نہیں سمجھتے — حالانکہ اس مقدس شعر میں اللہ کی توحید بھی ہے اور رسول کی اطاعت بھی! صلی اللہ علیہ وسلم جس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نامِ پاک سے اپنے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کو اس لئے نکالا تاکہ اس کے نام کی معرفت میرا نام روشن ہو جائے۔ جیسا کہ اس کی تاکید میں دوسری سینکڑوں روایتیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ :-

اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا —

یا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا —

(۱) تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۱۔ خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷ طبرانی جلد ۲ ص ۸۲-۸۳ زرقانی جلد ۱ ص ۶۲

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا — کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا تو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی کیا رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَا غَفَرْتَ لِی — کہ ربِ دو جہاں مجھے اپنے

محبوب پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں معاف فرما دے۔

فرمایا ــــ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کہ اے میرے پیارے آدم علیہ السلام تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔

عرض کی ــــ اِنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِىْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِىَّ مِنْ رُّوحِكَ رَفَعْتُ رَاْسِىْ فَرَاَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہ اے اللہ کریم تو نے جب مجھے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے عرش کے پائے پر لَا اِلٰهَ اِلَّا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا دیکھا ــــ صلی اللہ علیہ وسلم ــــ تو میں سمجھ گیا کہ جس مقدس اور عظیم ہستی کا اسم گرامی تو نے اپنے ساتھ لکھا ہے وہ تمام مخلوق سے تجھے محبوب ہے۔

اللہ کریم نے فرمایا ــــ اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا۔
قَدْ غَفَرْتُ لَكَ ــــ میں نے تجھے معاف فرما دیا۔
لیکن یہ یاد رکھو لولا محمد رسول ــــ اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نہ ہوتی تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

(۲) المواہب صفحہ ۱۳۷ ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روائیت کی ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا۔ اَىْ بُنَىَّ اَنْتَ خَلِيْفَتِىْ مِنْ بَعْدِىْ ــــ کہ میرے بعد تو میرا خلیفہ ہو گا ــــ یعنی تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنانا۔

میں بھی — فرش و عرش میں بھی — لوح و قلم میں بھی اور ساری کائنات کے ذرّے ذرّے میں بھی محمد اللہ کے رسول ہیں — موجود ہیں — حاضر ہیں اور ناظر ہیں۔

ریت کے ذرّوں سے لے کر آفتاب کی کرنوں میں انہیں کے جلوے ہیں۔ — پانی کے قطرہ سے لے کر سمندر کے طوفانوں تک انہیں کے نظارے ہیں۔ فرش سے لے کر عرش تک انہیں کے نور کی ضیا پاشی ہے — زمین سے لے کر آسمانوں تک انہیں کا حُسنِ ازلی کا عکس ہے۔ اور ہر جزوِ کائنات میں انہیں کے سِرَاجاً مُنِیراً کی روشنی ہے۔

سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند کریم کی توحید کا اعلان فرمایا — کیوں کہ — ارشادِ باری یہی تھا — قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ — اللہ کریم نے ان کی رسالت کا ڈنکا بجایا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یہ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلہ و عزت افزائی سکونِ قلب اور تسلی دینے کے لئے تھا۔

کہ اے میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم — اگر ابوجہل تیری نبوت کو نہیں مانتا تو نہ سہی — ابولہب اگر تیری رسالت کو تسلیم نہیں کرتا تو نہ سہی اور اگر کوئی بھی تجھے پیغمبرِ خدا نہیں مانتا تو نہ سہی میں جو کہتا ہوں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ — کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔

تو مجھے مانتا رہ اور میں تجھے مانتا رہوں گا —

تو میری توحید کا ڈنکا بجا میں تیری رسالت کا اعلان کرتا ہوں —

قارئین کرام — یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مقام پر اپنے نام گرامی سے جُدا نہیں کیا۔ کلمہ میں ساتھ اذان میں ساتھ اور اقامت میں ساتھ۔

(۱۶) **سوال** : کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسم گرامی سے جُدا کر رکھا ہے۔

صرف بِسْمِ اللّٰہ ۔ **اَللّٰہُ اَکْبَر** ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ نہیں ہے ؟

جواب :۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایک وقت کے لئے خداوندِ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو اپنے اسم گرامی سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

کیوں ؟ ۔

اس لئے کہ اللہ کریم جہاں غفور الرحیم ہے وہاں جبار و قہار بھی ہے اور جانور کو ذبح کرتے وقت خدا تعالیٰ کی قہاری و جباری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

چھری چلتی ہے ۔ خون بہتا ہے اور جانور تڑپتا ہے ۔ لیکن آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم صرف رؤف و رحیم ہی ہیں۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہی ہیں۔

ذبح کرتے وقت اس رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ کر دیا تا کہ انسان تو رہے انسان کسی جانور اور حیوان کا خون بھی اس کے دامنِ رحمت پہ نہ لگ جائے۔

(۱۷) **سوال** :۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ہے اور آسمانوں پر احمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر حضرتِ عیسٰے

علیہ السلام نے اپنی قوم کو خوشخبری دیتے ہوئے محمد کی بجائے احمد نام کیوں لیا؟

یَأْتِی مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ ـــ کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم)

جواب :- چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے آسمان پر زندہ اٹھایا جانا تھا۔ اور زمین پر دو بارہ آنے سے پہلے باقی زندگی آسمانوں پر ہی بسر کرنی تھی اس لئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی نام پاک لیا جو آسمانوں کا ہے یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۸) نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۸۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَجُلاً مِنَ الیَھُودِ نَظَرَ فِی التَّوْرَاتِ فَوَجَدَ اِسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فِی رَابِعِ مَوْضِع

کہ ایک یہودی نے تورات میں چار جگہوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لکھا ہوا دیکھا۔

اس نے مٹا دیا ـــ اگلے دن آٹھ مقامات پر دیکھا اس نے پھر مٹا دیا لیکن تیسرے دن بارہ جگہوں پر دیکھا ـــ بس پھر کیا تھا۔ محبت پیدا ہوگئی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے تاب کر دیا۔

فَسَارَ مِنَ الشَّامِ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ ـــ وہ شام سے مدینہ منورہ پہنچا۔ اسے پتہ تھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وصالِ پاک ہو چکا ہے۔

فَقَالَ لَعَلِّی اَرَی ثَوْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی کپڑا شریف دکھا دو۔

شیرِ خدا نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قمیض مبارک دے دی

فَشَمَّهُ وَقَامَ عِنْدَ الْقَبْرِ الشَّرِيف ۔۔ اس نے قمیض مبارک کو پیار سے سونگھا اور اس کی خوشبو سے سرفراز ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا

وَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ قَبِلْتَ اِسْلَامِي فَاقْبِضْ رُوحِي سَرِيعًا۔

پھر اس نے التجا کی اے اللہ اگر تو نے میرا اسلام قبول کر لیا ہے تو اسی وقت میری روح قبض کر لے۔

فَوَقَعَ مَيِّتًا فَغَسَّلَهُ عَلِيٌّ وَدَفَنَهُ بِالْبَقِيعِ ۔۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ فوت ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غسل دیا اور جنت البقیع میں دفن کیا۔

(۱۹) اگر مرتے وقت کسی مسلمان کی زبان پر لا الٰہ الاّ اللہ تو آتا ہے لیکن محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کہنے کا اسے موقعہ و وقت نہیں ملتا تو وہ کافر مرے گا۔ اور وہ جہنمی ہے اس لئے کہ ایمان اللہ کی توحید میں نہیں نبی کی نبوّت میں ہے۔

اور لا الٰہ الاّ اللہ میں اللہ تو ہے محمد نہیں (صلی اللہ علیہ وسلّم)

اور اگر مرتے وقت کسی کی زبان پر محمد رسول اللہ تو آ گیا لا الٰہ الاّ اللہ نہیں آیا تو مومن مرے گا۔ اور وہ جنتی ہے۔

اسلئے ۔۔ کہ محمد رسول اللہ کہنے میں اللہ بھی آ گیا اور محمد بھی (صلی اللہ علیہ وسلّم)

(۲۰) اللہ کہنے سے منہ کھل جاتا ہے اور محمد کہنے سے ہونٹ دو دفعہ مل جاتے ہیں۔

کوئی بدنصیب اور بے ادب انگوٹھے نہیں چومتا تو نہ سہی محمد کہنے سے بوسہ تو ہو گیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲۱) بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۸۳ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اَنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ۔

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب واپس لوٹتے ہیں تو وہ قبر والا مردہ ان کی جوتیوں کے زمین پر گھسنے کی آواز بھی سنتا ہے۔

پھر — اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں —

مَنْ رَّبُّکَ — مَا دِیْنُکَ ۔ تیرا رب کون ہے ؟ — تیرا دین کون سا ہے ؟

اور — مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

اور یہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں ان کے متعلق تو کیا کہتا ہے۔

مسلمان جواب دے گا —

میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔ میرے رسول اور میرے آقا و مولا ہیں۔

کافر جواب دے گا ـــــ لا اَدری

نہ میں اللہ کو جانتا ہوں ۔ نہ دین کو اور نہ ہی اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہچانتا ہوں ۔

ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۱۲۷ ۔ مشکوٰت شریف صفحہ ۲۵ ـــــ

حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کی تاریک کوٹھڑی میں پہچان لیا تو پہلے دو سوالوں کو بھی درست سمجھا جائے گا ۔

اور اگر کسی نجدی نے اپنے اس فاسد و باطل عقیدہ کی بناء پر کہہ دیا کہ نبی حاضر و ناظر نہیں اور نعوذ باللہ وہ تو مر کر مٹی میں مل چکا ہے تو پہلے دو سوال بھی غلط ہو جائیں گے ۔

پھر ـــ پہچاننے کا صلہ و انعام کیا ملے گا ۔

يُفْسَحُ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِيْنَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهٗ فِيْهِ ۔

کہ ہر طرف سے مرد مومن کی قبر ستر ستر گز کھل جاتی ہے

فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَافْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ ۔

کہ پھر آسمان سے منادی کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا ہے ـــ اس لئے ـــــ اس کے لئے جنّت کا فرش قبر میں بچھا دو ۔ اور اسے جنت کا لباس پہنا دو ۔ اور جنت کے دروازے کھول دو ۔

وَنَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ ۔

اور اب قبر میں اس طرح سو جاؤ جس طرح پہلی رات کی دُلہن سوتی ہے

(۲۲) تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۰۱-۳۰۲ جواہر البحار صـ ۴۵۵

اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ
نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَبْہَتِہٖ اٰدَمَ

کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ان کی پیشانی میں نور محمدی جلوہ افروز تھا۔

قارئین کرام و دیگر حضرات گرامی صاحبزادہ سید افتخار الحسن گدائے کوچۂ لا ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث اور مستند روایات کی روشنی میں امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی شان وعظمت۔ بزرگی و برتری اور اس کے خصائص و فضائل۔ محاسن و کمالات اور فیوض و برکات لکھ دیئے ہیں تاکہ **اہل ایمان** انہیں پڑھ کر اپنے سینوں میں کیف دلوں میں سرور اور آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کریں اور اسی نام کے وسیلۂ جلیلہ سے اپنی مشکلات حل کریں اور حاجات بر لائیں! اور اہل نجد اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دلوں سے بغض وعناد کے غبار کو جھاڑ کر اور کانوں سے عداوت گمراہی کے پردے ہٹا کر اور باطل عقائد کے جال کو توڑ کر یقین محکم کے ساتھ غور وفکر اور سوچ و بچار کر کے حق وصداقت کی راہ اور رشد و ہدایت کی منزل پا سکیں۔

آیئے اب ذرا مذکورہ بالا حقائق کے لطائف و نکات ملاحظہ کریں اور ان روشن دلائل کا لب لباب ما حاصل اور مفہوم و مطلب سمجھیں۔

(۱) ہمارے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام نے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے معافی طلب کی جو مل گئی۔ مگر افسوس ہے کہ اپنے والد کے

بتائے ہوئے اس سنہری اصول سے منحرف ہو کر آج کے بیٹے ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

اگر حاجت روائی۔ مشکل کشائی اور رنج والم اور مصائب سے رہائی کے لئے کسی کے وسیلہ سے دُعا کرنی شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کبھی اس طرح عرض نہ کرتے بحقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب کہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کے تحت حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا علم دے دیا گیا تھا۔ اور ہر شے کا نام بتا دیا گیا تھا۔ جن میں نیکی بدی۔ توحید و شرک اور اسلام و کفر بھی شامل تھے۔ تو پھر انہوں نے علم رکھتے اور سب کچھ جاننے کے باوجود اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی طلب کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ایسا کرنا نہ شرک ہے اور نہ بدعت۔ اگر وسیلہ بنانا شرک و بدعت ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو یہ لوگ کیا کہیں گے۔

نجدیوں کے باطل عقائد اور گمراہ کن نظریات پر افسوس ضرور ہے۔ تعجب نہیں اس لئے کہ ایک باپ کے بیٹے اپنی اپنی فطرت کے مطابق اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اور بُرے بھی۔ نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ سعید بھی ہوتے ہیں اور شقی بھی۔ اپنے باپ کے فرمانبردار بھی ہوتے ہیں اور نافرمان بھی۔ اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر باپ کی دعائیں لینے والے بھی ہوتے ہیں اور باپ کے بتائے ہوئے راستہ سے بھٹک کر اسے ناراض کرنے والے بھی۔

فیصلہ کریں کہ۔ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے والے اہلِ سنت وجماعت کے فرقہ سے تعلق رکھنے والے کون ہیں اور اس کے منکر

وَ كُلَّمَا ذَكَرْتَ اللّٰهَ فَاذْكُرْ اِلٰى جَنْبِہٖ اِسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ۔

اور جب بھی تو اللہ کا ذکر خیر کرے تو اس کے ساتھ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یاد کر لیا کرنا ۔ کیوں کہ میں نے اس نام پاک کو عرشِ اعظم کے پائیوں پر لکھا ہوا دیکھا ۔

وَ طُفْتُ السَّمٰوٰتِ فَلَمْ اَرَیٰ فِيْهَا مَوْضِعاً اِلَّا وَ رَاَيْتُ اِسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مَكْتُوْباً عَلَيْهِ

اور میں نے سارے آسمانوں کا طواف کیا ہے پس میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں دیکھی جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ پاک نہ لکھا ہو ۔

(۳) تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ مدارج النبوت جلد ا صفحہ ۲۵۷ ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں جنت کو دیکھا

مَكْتُوْباً عَلٰى اَشْجَارِهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ۔

اللہ کے خلیل نے پوچھا ـــــ یہ اللہ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے ؟ ـــــ

جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ـــــ

اللہ کے خلیل علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں درخواست پیش کی

يَا رَبِّ اَجْرِ عَلٰى لِسَانِ اُمَّتِہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ذِكْرِيْ ـــــ

کہ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی زبان پر میرا ذکر بھی رہے ۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور ـــــ فَتَمَّ فِی الصَّلٰوۃِ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

تو نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درود شریف کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام پاک بھی شامل کر دیا۔

(۴) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ گردانید مرا در بہشت ونہ دیدیم در بہشت قصری ہیچ قصری را و ہیچ غرفہ را مگر نوشتہ شدہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم و دیدم اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر نحور حور العین و بر برگہائے سدرۃ المنتہیٰ و بر اطراف حجب و دیدہائے فرشتگان ـــ پس بسیار کن اے پسر ذکرِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

کہ پھر مجھے بہشت میں پھرایا گیا اور میں نے بہشت میں کوئی محل اور کوئی مکان ایسا نہ دیکھا کہ جس پر خدا کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک نہ دیکھا ہو۔

اور میں نے حوروں کی آنکھوں کی پتلیوں ۔ سدرۃ المنتہیٰ کے درختوں کے پتوں ۔ عرش بریں کے پردوں کے کناروں اور فرشتوں کی آنکھوں پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا۔

پس اے میرے شیث علیہ السلام جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر زیادہ کیا کر۔

(۵) المواہب صفحہ ۱۳ ۔ زرقانی جلد ۱ صفحہ ۶۲ ۔ بیان المیلاد النبوی صفحہ ۲۰ ـــ حضرت آدم علیہ السلام نے جب آمنہ کے لال کے اسم گرامی کے وسیلہ جلیلہ سے معافی طلب کی تو انہیں معاف کر

دیا گیا۔

اور پھر فرمایا — لو تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ

کہ اے میرے آدم علیہ السلام میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر تو نے صرف اپنی معافی مانگی ہے — مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم اگر تم تمام زمین و آسمانوں کے لئے معافی مانگتے تو میں سب کو معاف فرما دیتا۔

(۶) تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے عصی اللہ مائتہ سنۃ سو سال اللہ کی نافرمانی کی — اس کے مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اَنْ اَخْرِجْہُ وَصَلِّ عَلَیْہِ — کہ اسے قبر سے نکال کر اس کا جنازہ پڑھا پھر دفن کر —

عرض کی یا اللہ — تیرا حکم بجا لیکن وہ تو تیرا نافرمان تھا اور اس نے سو سال تک گناہ کئے ہیں —

فرمایا — ٹھیک ہے لیکن کُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاتَ وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَّلَہٗ وَوَضَعَ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَغَفَرْتُ لَہٗ —

جب کبھی تورات کھولتا تھا اور میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو دیکھتا تھا — تو اسے بوسہ دیتا تھا اور آنکھوں سے لگایا کرتا تھا — پس میں نے اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کرنے کے سبب اسے بخش دیا ہے — وَزَوَّجْتُہٗ سَبْعِیْنَ حُوْرًا

اور اسے جنت میں ستر حوریں عطا کی ہیں۔

(۷) ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۰ ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۱۹۷۔ شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۲۷۲۔ حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَجُلًا ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

کہ ایک نابینا شخص نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا — اور عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دعا فرمائیے کہ اللہ کریم میری آنکھیں کھول دے۔

فرمایا — اگر تو چاہتا ہے تو تیرے لئے آخرت کا بہتر سامان بنا دوں اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ — اور اگر چاہتا ہے تو دعا کر دوں۔ التجا کی — دعا ہی فرما دو — آقائے دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اچھی طرح وضو کرے۔ اور دو رکعات نماز پڑھ لے اور گھر جا کر یہ دُعا کر لینا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ

یا اللہ کریم میں تجھ سے تیرے محبوب پاک نبی رحمت کا وسیلہ پکڑ کر سوال کرتا ہوں۔

یا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم — میں آپ کو اپنے رب تک وسیلہ بناتا ہوں اپنی اس حاجت کے لئے — یعنی آنکھوں کی بینائی کے لئے

دوسری روایتوں میں ہے وَقَدْ کَشَفَ اللّٰہُ عَنْ بَصَرِہٖ کہ کریم نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔

(۸) ادب المفرد للبخاری صفحہ ۱۹۳۔ شرح شفا شریف مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خُدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا تو انہیں کسی نے کہا کہ انسانوں میں جو سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے اسے پکارو ۔۔۔ تو انہوں نے بلند آواز سے پکارا ۔۔۔ یا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

اور اس کے علاوہ حضرت ابن عباس کو بھی یہ واقعہ پیش آیا ۔۔۔ تو انہوں نے بھی پکارا ۔۔۔ یا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

کتاب الوفاء جلد ۱ صفحہ ۳۵ انوار المحمدیہ صفحہ ۱۰ المواہب ۔۔۔ کہ جب حضرت مائی حوا علیہا السلام حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں ۔۔۔ كَانَتْ تَلِدُ فِي كُلِّ بَطْنٍ وَلَدَيْنِ اِلَّا شِيْثًا فَاِنَّهَا وَلَدَتْهُ وَحْدَهُ كَرَامَتَهُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس سے پہلے حضرت مائی حوا علیہا السلام ایک حمل سے دو بچے جنا کرتی تھیں لیکن شیث علیہ السلام اکیلے ہی پیدا ہوئے۔ اور یہ اسم محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کرامت و عزت کے لیے ہوا۔

کیوں؟ ۔۔۔ اس لئے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں بھی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مثل ہوں۔

(۱۰) المواہب صفحہ ۳۱۶ شفا شریف جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۰۵۔ حضرت

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُوقَفُ عَبْدَانِ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيُؤْمَرُ بِهِمَا اِلَى الْجَنَّةِ۔ فَيَقُوْلَانِ رَبَّنَا بِمَ اسْتَاهَلْنَا الْجَنَّةَ وَلَمْ نَعْمَلْ عَمَلًا تُجَازِيْنَا بِهِ الْجَنَّةَ۔

کہ قیامت کے دن دو آدمی اللہ کریم کے سامنے کھڑے ہوں گے ــــ انہیں حکم ہوگا کہ جنّت میں چلے جاؤ ــــ وہ عرض کریں گے کس چیز نے ہمارے لئے جنّت حلال کی ہے حالانکہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ ہمیں جنت میں جگہ ملے۔

خداوند کریم فرمائے گا ــــ جاؤ جنّت میں اس لئے ــــ کہ

فَاِنِّیْ اٰلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَنْ لَّا یُدْخِلَ النَّارَ مَنْ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ وَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جس کے نام کے ساتھ احمدؐ یا محمدؐ آئے گا اسے دوزخ میں داخل نہ کروں گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ابونعیم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُعَذِّبُ تُسَمِّیْ بِاِسْمِكَ فِی النَّارِ

کہ اے میرے حبیب پاک مجھے اپنے عزّت وجلال کی قسم جس کا نام تیرے نام پر ہوگا اسے دوزخ میں نہیں ڈالوں گا۔

(۱۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ مَائِدَةٍ وُضِعَتْ فَحَضَرَ عَلَيْهَا مَنِ اسْمُهٗ

اَحْمَدُ و مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قُدِّسَ اللّٰہُ
ذَالِکَ الْمَنْزِلُ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ۔

کہ جس دستر خوان پر احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام والے دو شخص بیٹھے ہوں تو اللہ کریم اس گھر کی طرف ہر روز دو دفعہ رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

یا اس گھر کو ہر روز دو دفعہ ہر قسم کی غلاظت سے اللہ تعالیٰ پاک فرماتا ہے۔

(۱۲) شفا شریف جلد اصفحہ ۱۰۵ — عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْہِ اِذْ کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ نَادٰی مُنَادٍ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا — مَنْ اِسْمُہٗ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَدْخُلِ الْجَنَّۃَ لِکَرَامَۃِ اِسْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام والے جنت میں داخل ہو جائیں۔
— اور ایسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی عزت و تکریم کے لئے ہوگا۔

(۱۳) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ اَھْلَ مَکَّۃَ یَقُوْلُوْنَ مَا مِنْ بَیْتٍ فِیْہِ اِسْمُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا رُزِقُوْا وَرُزِقَ جِیْرَانُھُمْ

کہ جس گھر میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی والا کوئی ہو اس گھر والوں کو اور اس کے ہمسایوں کو رزق کی کمی نہیں ہوتی۔

(۱۴) اور رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

مَاضَرَّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ بَیْتِہٖ مُحَمَّدٌ وَّ مُحَمَّدَانِ وَ ثَلَاثَۃٌ۔

کہ جس گھر میں امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نام والے تین افراد ہوں ان گھروالوں کو کوئی تکلیف اور مصیبت نہیں آئے گی۔

(۱۵) قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ فِی الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اللہ کریم کو بھی شہنشاہِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ گرامی پیارا اور محبُوب ہے کہ قرآن مجید میں جہاں رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صفاتی اسماءِ گرامی سے مخاطب کیا گیا ہے وہاں اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذاتی نامِ پاک محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی اپنے کلامِ مجید کو زینت بخشی ہے۔

مثلاً — طٰہٰ۔ یٰسین — اور مزّمل ومدّثر کے ساتھ ساتھ محمد رسُول اللہ بھی ہے۔

یعنی محمد اللہ کے رسُول ہیں — صلّی اللہ علیہ وسلّم

آج تک کسی فرقہ۔ کسی جماعت اور کسی مذہبی گروہ اور کسی عالمِ دین — کسی واعظ — کسی مولوی — اور کسی مفسّر اور کسی محدّث نے یہ معنیٰ نہیں کیا کہ محمد اللہ کے رسُول تھے — نہیں بلکہ یہی معنہ کیا ہے کہ محمد اللہ کے رسُول ہیں۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

مطلب یہ کہ جہاں جہاں بھی — جس جس ملک میں بھی — جس جس خطہ میں بھی، جس جس جگہ و مقام میں بھی۔ جس جس زمان ومکان میں بھی — زمین و آسمان

نجدی کون ہیں۔

(۲) ایک نابینا نے دربارِ رسالت میں آنکھوں کی بینائی کی درخواست پیش کی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جو طریقہ بتایا اس میں نبی الرحمۃ کا وسیلہ بھی ہے اور یا محمد ندا بھی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے اس لئے سجدہ کیا کہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی میں جلوہ ریز تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام مسجودِ ملائکہ بنے اگر کسی کے آگے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کے طور پر سر جھکانا شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کبھی سجدہ نہ کرواتے اور فرشتوں کو سجدہ کرنے سے منع کر دیتے ہمارے باپ نے اگر ایسا نہیں کیا تو بیٹوں کو کیا حق ہے کہ عشق و محبت اور عقیدت و ارادت والوں کو بزرگانِ دین اولیائے کرام اور اہلِ بیت اطہار کا ادب و احترام کرنے اور تعظیم و تکریم کے طور پر انہیں جھک کر سلام کرنے والوں کو مشرک و بدعتی کہیں۔

(۴) حضرت آدم علیہ السلام کی مقدس پیشانی میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فگن ہوا تو انہیں یہ اعزاز بخشا گیا کہ فرشتوں نے سجدہ کیا اور اگر کسی کے دل میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی روشنی پیدا ہو جائے تو اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی۔

(۵) یہودی نے پہلی بار شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک دیکھا تو مٹا دیا۔ دوسری بار دیکھا تو پھر مٹا دیا لیکن تیسری بار دیکھا تو اپنا آپ لٹا دیا۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور کشش نے بے قرار کر دیا ــــ
مدینہ منورہ پہنچا ـ اور دولتِ ایمان سے سرفراز ہو کر اور پھر مرنے کے بعد
جنت البقیع میں دفن ہوا ـ لیکن یہ بے ادب اور گستاخ لوگ مسجدوں سے
نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹا کر اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تختی کو
اکھاڑ کر متاعِ دین و ایمان لٹا بیٹھتے ہیں ـ

(۶) اللہ تعالیٰ کی سو سال تک نافرمانی کرنے والا انسان سید المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو چوم کر بخشا گیا ـ ان گستاخوں کو شاید اپنے گناہ
بخشوانے کی ضرورت ہی نہیں ہے ـ

(۷) مردِ مومن نے قبر میں حسنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور اپنے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر اپنی تنگ و تاریک قبر کو رَوْضَةٌ مِّنْ
رِّيَاضِ الْجَنَّةِ بنا لیا ـ اور یہ گستاخانِ رسول نے لَا اَدْرِی کہہ کر کہ میں
نہیں جانتا اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا لیتے ہیں ـ

(۸) قیامت کے دن احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی برکت سے
بے عمل انسان جنت میں چلے گئے ـ
اور یہ نجدی لوگ محمد بخش ـ رسول بخش اور احمد بخش نام رکھنے
کی مخالفت کر کے جہنم کی آگ کا ایندھن بن جاتے ہیں ـ

؎ دونوں عالم میں تجھے مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لے جن کا محمدؐ نام ہے

؎ محمدؐ نہ بودے کسی نہ بودے
نبودے ہر دو عالم را وجودے

(رومی رح)

(ترجمہ) محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

(مولوی غلام رسول)

جوہر عرض وجود خلائق اصل اصول کمالی
امت خیر الامم دا والی نام محمدؐ عالی

اقبال مرحوم :-

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے (صلی اللہ علیہ وسلم)

آخر میں بارگاہِ خداوندی میں نہایت عجز و انکساری سے سر بسجود ہو کر دُعا کرتا ہوں کہ اے خالق کائنات ہم تیرے محبوب پاک علیہ السلام کے گنہگار امتی ہیں ہمیں قیامت کے دن اپنے کملی والے محبوب پاک کا دامنِ شفاعت نصیب فرمانا۔ اور پھر دربارِ رسالت کی مقدس چوکھٹ کو چومتے ہوئے اپنے مددگار و غم خوار اور کملی والے آقا شہنشاہِ کون و مکان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کرتا ہوں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تیرے گنہگار امتی ہیں اس لئے ہمیں حشر کے اس ہولناک میدان میں اپنے شفاعت کے جھنڈے کے نیچے پناہ دے دینا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

نگاہِ مصطفیٰ

ایک تیز نظر والا عام آدمی زیادہ سے زیادہ ایک میل تک دیکھ سکتا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ جب درمیان میں کوئی پردہ اور حجاب نہ ہو لیکن نبی کی نگاہ میں اتنی قوت وطاقت ہوتی ہے کہ جب بھی اور جس طرف بھی اٹھتی ہے کائنات کی ہر چیز اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اور پھر نبی مصلے پر بیٹھ کر اور منبر پر کھڑے ہو کر دوزخ وجنت اور حوض کوثر کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ جس طرح آگے دیکھتا ہے اسی طرح سے پیچھے بھی اور وہ بیٹھتا فرش پر ہے مگر دیکھتا عرش پر ہے اور اس کی نگاہِ نبوت ایک ہی وقت میں مشرق ومغرب شمال وجنوب، زمین وآسمان۔ مکان ولامکان۔ لوح وقلم اور فرش وعرش کا مشاہدہ کرتی ہے۔

پارہ ۷۔ سورۃ انعام۔ آیت ۷۵ وَكَذَالِكَ نُرِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زمین وآسمانوں کی سلطنت دکھائی۔

تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۷۳۔ اس آیت پاک کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ

وَ الْاَرْضِ ۔ الْعَرْشُ وَ الْکرسی ۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے زمین و آسمانوں کے تمام پردے اٹھا دئیے یہاں تک کہ انہوں نے عرش اور کرسی کو بھی دیکھ لیا۔

وَشُقَّ لَہٗ الْاَرْضَ وَرَاٰی مَا فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعِ وَرَاٰی مَا فِی بَاطِنِ الْاَرْضِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعِ ۔

پھر انہوں نے زمین و آسمانوں کے تمام عجائبات اپنی آنکھوں سے دیکھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شانِ پاک اور ان کی نگاہ میں اتنی قوت تھی کہ انہوں نے زمین و آسمانوں کے تمام عجائبات کو دیکھا مگر خداوند تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب پاک علیہ السلام کی نگاہ پاک کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

پارہ ۲۷ ۔ سورۃ النجم ۔ آئیت ۱۷ ۔ ۱۸

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۔

کہ جب اس نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے آنکھ نہ جھکی اور نہ اِدھر اُدھر کی اور اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیوں کو بھی دیکھا دوسرے انبیاء کرام نے مخلوق کو دیکھا مگر کملی والے آقا علیہ السلام کی آنکھوں نے اپنے خالق کو دیکھا اور دوسرے انبیاء عظام علیہ السلام صفات خدا کو دیکھتے تھے مگر امام الانبیاء علیہ السلام کی آنکھوں نے ذاتِ کبریا کو دیکھا اور کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں نے اس ذات خدا کو اسی کے نور کی جھولی میں بیٹھ کر دیکھا کہ جس کی ذاتِ حق نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرما دیا تھا

کہ تو نہیں دیکھ سکتا۔

مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۲۹۶ ۔حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی حیات پاک میں سورج گرہن ہوا تو حضور علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا۔

لَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا :۔

کہ البتہ تحقیق میں نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کی بعض حصّہ بعض کو کھا رہا ہے ۔ وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ ۔۔ اور میں نے عمرو بن لحی کو بھی دیکھا ہے جو لوگوں کے کپڑے چھینا کرتا تھا۔

مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۹۷ حضرت جابر ابن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے عہد مبارک میں سورج گرہن ہوا تو نبی کریم علیہ السلام نے ہم کو نماز پڑھائی تو فرمایا عُرِضَ عَلَيَّ كُلُّ شَيْءٍ کہ مجھ پر کائنات کی ہر چیز پیش کی گئی یہاں تک کہ مجھ پر جنت بھی پیش کی گئی اور عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تُعَذَّبُ فِي هِرَّةٍ اور فرمایا کہ مجھ پر دوزخ بھی پیش کی گئی جس میں میں نے نبی کریم علیہ السلام ایک عورت کو دیکھا جو اپنی بلّی کے سبب عذاب میں مبتلا ہے کیوں کہ وہ اس کو بھوکا رکھتی تھی۔

مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۲۹۸ ۔ بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۱۹ ہہ ہہ ا ۔۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اسرائیل نے فرمایا

مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ رَأَيْتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ

کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کو میں اپنے اس مقام پر نہ دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے جنت اور دوزخ کو بھی دیکھا اور فرمایا

وَرَاَیْتُ فِیْھَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ کَانَ یَسْرِقُ الْحُجَّاجَ

کہ میں نے دوزخ میں اس کو بھی دیکھا جو حاجیوں کی چوری کیا کرتا تھا۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۹ مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۱۸۰

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا سُجُوْدُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ ظَھْرِیْ

کہ خدا کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور سجود پوشیدہ نہیں ہے اور تحقیق میں آگے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی اور فرمایا۔ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَ لبصُرُ مِنْ وَّرَائِیْ کَمَا اُبْصِرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ کہ خدا کی قسم میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۸۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ ظَھْرِیْ کہ نماز میں اپنی صفیں سیدھی کیا کرو کیوں کہ میں پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۹۶۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب معراج پاک سے واپس آئے اور آپ نے اپنی سیر لامکان کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں تمام نبیوں کو دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو کفارِ مکہ نے سوال کیا کہ اگر تو بیت المقدس میں گیا ہے

تو بتاؤ وہ کیسا ہے اور اس کے ستون کتنے ہیں اور کیسے ہیں تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَجَلَّی اللّٰہُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پردے اٹھا دیئے اور بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵۵ ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ، کہ تحقیق میں ہر اس چیز کو دیکھتا ہوں جیسے تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں کہ تم نہیں سنتے

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۲

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا ۔

کہ خدا تعالےٰ نے میرے لئے تمام زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا اور میں نے مشرق و مغرب تک کی ہر چیز کو دیکھ لیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ختمِ نبوّت

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلّم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں ۔

ختم نبوت کا عقیدہ کوئی فروعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور جس طرح ارکانِ اسلام کے کسی رکن کا بھی انکار کفر ہے اسی طرح کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوت کا انکار کرنا بھی کفر ہے اور چوں کہ ختمِ نبوت نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا ۔ نہ حقیقی اور نہ مجازی ۔ نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی اور نہ ظلی اور نہ بروزی اور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اب نبوت کا مدّعی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور حضور علیہ السلام کے ارشادِ عالی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے ۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۴۶۵ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۵

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔ کہ میری اُمّت میں

تیس کذاب ظاہر ہوں گے اور ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس حدیث پاک پر غور کرنے سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اوّل : یہ کہ نبی کریم علیہ السّلام نے اس امر کی اطلاع فرمادی کہ میرے بعد صرف جھوٹے مدعیانِ نبوت پیدا ہوں گے کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور نبوت مجھ پر ختم ہو چکی ہے۔

دوئم : یہ کہ میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے وہ جھوٹے میرے امتی ہونے کے بھی مدعی ہوں گے جیسا کہ فِی اُمَّتِی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ وہ جھوٹے نبی لوگوں کو میری نسبت سے دھوکا دیں گے اس لئے کہ وہ اگر ایسا نہ کریں تو پھر کوئی بھی ان کے دھوکے میں نہ آئے

سوئم : یہ کہ حضور علیہ السّلام نے مدعیانِ نبوت کا جھوٹا ہونے کی دلیل یہ فرمائی ہے کہ وہ یہ گمان کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں آخری نبی ہوں ۔ تو معلوم ہوا کہ وہ دجّال و کذاب ہونے کے لئے فقط نبوت کا دعویٰ ہی کافی ہے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ۔

خاتم النبیّین کی تفسیر

خاتَم اور خاتِم ت پر زبر بھی ہے اور زیر بھی اگر ت کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر اسم فاعل کا صیغہ ہوگا اور آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ میرا محبوب پاک علیہ السلام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور اگر ت کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر اسم آلہ ہوگا جس کے معنی انگشتری کے اور مُہر کے ہیں تو دونوں صورتوں میں نبی کریم علیہ السلام کی ختم نبوت ثابت ہوئی۔ کیوں کہ خاتم کا مادہ ختم ہے اور ختم کے لغوی معنے کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہیں کہ نہ تو اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے اور نہ ہی باہر کی کوئی شے اس کے اندر داخل ہو سکے اور اس کے دوسرے معنے کسی شے کو بند کرکے اس پہ مہر لگانے کے ہیں۔ جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اب اس کے اندر سے کوئی چیز نہ باہر نکلی ہے اور نہ باہر سے کوئی شے اس کے اندر گئی ہے اور چونکہ عمل مہر سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے معنے انتہا۔ اختتام اور آخر کے بھی آتے ہیں۔

قرآن پاک میں یہ تمام معنے استعمال ہوتے ہیں مثلاً "اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ کہ آج قیامت کے دن ہم ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے یعنی بند کر دیں گے کہ بول نہ سکیں۔ یہاں مہر کے معنی بند کر دینے کے ظاہر ہیں یا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کہ خدا تعالیٰ نے ان کافروں کے دلوں پہ مہریں لگا دی ہیں۔ کہ ان کا کفر اندر بند ہو گیا۔ اب اندر سے باہر

نہیں نکل سکتا۔ اور باہر سے کوئی ہدایت اب اندر نہیں جا سکتی اب لفظ خاتم
کے مذکورہ معانی پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ
اگر کوئی شخص ایک خط بذریعہ رجسٹری کسی کو بھیجے اور جب اس رجسٹری پر
محکمہ ڈاک کی آخر میں سرکاری مہر لگ جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب
مکتوب الیہ کے بغیر اس کو کوئی دوسرا آدمی نہیں کھول سکتا اور اگر کسی نے
اس سربمہر رجسٹری کو راستہ میں کھول لیا تو وہ از روئے تعزیرات پاکستان
مجرم ہوگا اور سزا کا مستحق ہوگا۔ اور اگر محکمہ ڈاک کی مہر کو توڑنے والا
مجرم سزا کا مستحق ہے تو پھر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت
کی مہر کو توڑنے والا کیوں مجرم اور سزا کا مستحق نہیں۔

یا مثلاً ایک عام کاغذ بھی کاغذ ہے اور دس روپے کے نوٹ والا
بھی کاغذ ہے مگر اس عام کاغذ اور دس روپے کے نوٹ والے کاغذ میں بڑا
فرق ہے کیونکہ عام کاغذ کو پھاڑ بھی دیا جاتا ہے اور وہ جلا بھی دیا جاتا
ہے مگر دس روپے والے نوٹ کے کاغذ کی بازار میں قدر و قیمت ہے اور
اس کی پوری طرح حفاظت کی جاتی ہے حالانکہ ہیں دونوں کاغذ۔ وہ بھی
کاغذ ہے اور یہ بھی کاغذ، اسے پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکا جاتا
ہے اور اس کی حفاظت کی جاتی ہے کیوں کہ اس پر حکومت پاکستان کی مہر
لگ چکی ہے۔ تو وہ کاغذ جس پر حکومت پاکستان کی مہر لگ جائے وہ
دوسرے کاغذوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور جس پر ختم نبوت کی مہر
لگ گئی وہ دوسرے نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہے اور اگر کوئی آدمی حکومت
پاکستان کی یہ مہر اپنے گھر بنانا شروع کر دے تو اس کے لئے چودہ سال سزا
مگر افسوس کہ جو نبوت کی مہر اپنے گھر بنائے اس کے لئے کوئی سزا نہیں اور پھر

نبی کریم علیہ السّلام کی ختم نبوت کا اظہار تو قیامت کے دن بھی ہو گا۔ جب کہ تمام لوگ اپنی شفاعت کے لئے حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسٰے علیہ السّلام تک جائیں گے۔ مگر کوئی بھی حامی نہ بھرے گا تو سب کے آخر میں کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا مُحَمَّد اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ کہ اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اللہ کا رسولؐ ہے اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے یعنی تجھ پر نبوت ختم تھی ہماری شفاعت کر تو کملی والے آقا علیہ السّلام تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ غرضیکہ بتانا یہ ہے کہ دنیا میں میرے محبوب پاک پر نبوت ختم تھی اور قیامت میں شفاعت ختم ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جس طرح ہر نبی یہ کہتا رہا۔

کہ کسی اور کے پاس جاؤ حضرت آدم علیہ السّلام نے حضرت نوح علیہ السّلام کی طرف بھیجا اور حضرت نوح علیہ السّلام نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا اور حضرتِ عیسٰی علیہ السلام نے کہا۔

کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جاؤ تب تمام لوگ نبی کریم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے۔ اور اگر حضور علیہ السّلام کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو حضور علیہ السّلام بھی فرما دیتے کہ کسی اور کے پاس جاؤ یعنی مرزا غلام احمد کے پاس جاؤ (نعوذ باللہ)

دوسری بات یہ ہے کہ اوّل تو مرزائی حضرات قیامت کے دن شفاعت طلب کرنیوالے لوگوں کے ساتھ نہیں ہوں گے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت مرزا

صاحب کے براقی بن کے محمدی بیگم کا نکاح کرنے جہنم میں گئے ہوں اور اگر بفرض محال ان لوگوں میں شامل ہوئے بھی تو پھر ان کو خاتم الانبیاء کے لفظ پر غور کرنا چاہیئے اور اگر حشر کے میدان میں خدا تعالےٰ کے قہر و غضب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم الانبیاء کہنا ہے اور حضور علیہ السّلام کی ختم نبوت کا اقرار کرنا ہے تو پھر آج ہی کیوں نہیں۔ آپ کی ختم نبوت کی مہر کو چوم لیا جاتا ؟

تمثیلِ ختمِ نبوّت

مشکوات شریف صفحہ ۵۱۱ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کوئی ایک عمارت تعمیر کرے اور اس کو خوبصورت بنائے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے اور جب تک وہ اینٹ نہ لگ گئے وہ عمارت مکمل نہیں ہوئی فَاَنَا اللَّبِنَۃَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖن۔ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم شریف میں بھی ہے عقلِ سلیم اور صحیح دماغ رکھنے والے انسان کے لئے ختمِ نبوت کی یہ دلیل کافی ہے کہ قصرِ نبوت تیار ہوا جس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السّلام نے رکھی نبوت کا محل تیار ہوتا رہا اور اس میں اپنے اپنے وقت میں حضرت نوح علیہ السّلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نبوتوں کی اینٹیں لگتی رہیں مگر ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی تھی جو حضور علیہ السّلام نے یہ فرما کر کہ وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں محلِ نبوت اور قصرِ رسالت کو مکمل کر دیا۔

اب کوئی مکان مکمل تیار ہو جانے کے بعد اور اس کو آراستہ و پیراستہ اور مزین کرنے کے بعد کوئی فالتو اینٹ اس مکان میں لگا دی جائے تو اوّل تو وہ لگے گی نہیں کیوں کہ مکان مکمل ہو چکا ہے اور اب کسی اینٹ کی کوئی جگہ نہیں

ہے اور اگر بفرضِ محال لگا بھی دی جائے تو دیکھنے والا کہے گا کہ یہ اینٹ کسی معمار کی لگائی ہوئی نہیں ہے بلکہ کسی دشمن اور مخالف نے مکان کو بدصورت اور بدزیب کرنے کے لئے لگا دی ہے اسی طرح قصرِ نبوّت کا حقیقی معمار خود خداوندِ کریم ہے اور اس نے اس قصرِ نبوّت کو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کی آخری اینٹ لگا کر مکمّل اور خوبصورت بنا دیا۔ لیکن مرزا صاحب نے اس مکمّل شدہ اور خوبصورت قصرِ نبوّت میں اپنی جھوٹی اور انگریزی نبوت کی اینٹ لگانے کی ناکام کوشش کی ہے مگر وہ کسی طرح لگتی نظر نہیں آتی کیوں کہ نہ تو اب کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی وہ اینٹ لگانے کا مسالہ۔

اور پھر یہ قاعدہ ہے کہ کسی بادشاہ کے محل۔ کسی وزیر کی کوٹھی اور کسی امیر کے بنگلے کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔

"بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"

کسی بادشاہ کا محل یا کسی امیر و وزیر کی کوٹھی تو رہی درکنار ایک معمولی سے سرکاری دفتر پر بھی لکھ دیا جاتا ہے تاکہ کوئی ایسا ویسا اور نتھو خیرا اندر آکر سرکاری کاغذات چوری نہ کر لے لیکن اگر کوئی سرپھرا آدمی دروازے پر اندر نہ جانے کا بورڈ پڑھ کر بھی دیوار پھاند کر اندر چلا جائے تو قانون اور شرافت کی دنیا میں وہ آدمی چور اور ڈاکو کہلائے گا۔ نبوت کا محل تیار ہوا اور جب مکمّل ہو گیا تو اس کے دروازے پر لَا نَبِیَّ بَعْدِی کا بورڈ لگا دیا گیا مگر انگریزی نبی نے نبوّت کے محل پر یہ بورڈ پڑھنے کے باوجود بھی دیوار پھاند کر اور اندر داخل ہو کر نبوّت کے کاغذات کو چرانے کی کوشش کی ہے جو قانون و شرافت اور شریعت کی دنیا میں ایک ناقابلِ معافی جُرم ہے ـــــ اور یا مثلاً خداوند تعالیٰ نے انسان کے جسم کو دو ہاتھوں۔

دو کانوں ۔ دو ٹانگوں ۔ دو آنکھوں اور سر اور ناک سے مکمل کیا اور اس کو احسنِ تقویم بنایا تو اب کوئی انسان اسی انسانی مجسّمہ کی تکمیل کے بعد اس میں ایک ناک اور لگانے کی کوشش کرے تو اوّل تو وہ لگے گی نہیں کیوں کہ انسانی مجسّمہ بالکل مکمّل ہو چکا ہے اور اگر کوئی لگائے گا تو انسانی مجسّمہ بد صورت اور بد شکل ہو جائے گا ۔

اسی طرح مرزا صاحب نے بھی نبوّت و رسالت کے مکمّل شدہ پیکر میں اپنی بناوٹی نبوت کی ناک لگانے کی کوشش کی ہے مگر وہ لگتی نظر نہیں آتی کیوں کہ خالقِ کائنات نے انسانی تخلیق میں اب کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کہ کوئی اور عضو اس میں لگ سکے ۔

بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام

اور

مرزا صاحب کا فریب

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کا معیار حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اس بشارتِ عیسیٰ کو ٹھہرایا ہے۔ کہ جس میں انہوں نے اپنے بعد کے آنے والے نبی کی خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ

کہ خوشخبری ہے ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب نزول المسیح صفحہ ۹۹ میں لکھتے ہیں کہ وہ احمد میں ہی ہوں۔

آدمم نیز احمد مختار

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم علیہ السلام تک ہر نبی کا نام مفرد رہا ہے مرکب نہیں اور مضاعف اور مضاعف الیہ نہیں مثلاً آدمؑ ۔ نوحؑ ۔ ابراہیمؑ ۔ اسمٰعیلؑ ۔ یعقوبؑ ۔ یوسفؑ ۔ موسیٰؑ ۔ عیسیٰؑ ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی مفرد ہی فرمایا گیا ہے۔ یعنی (احمد) مگر مرزا صاحب کا نام تو

مفرد نہیں ہے بلکہ مرکب اضافی ہے جیسا کہ غلام زید اسی طرح غلام احمد ہے۔ تو پھر مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بشارت کو اپنے لئے کیسے بنا سکتے ہیں۔ جب کہ ان کا نام ہی بتا رہا ہے کہ وہ اور احمد ہے جس کے یہ غلام ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب حضور علیہ السّلام نے خود اپنی زبان پاک سے بشارتِ عیسیٰ علیہ السّلام کی تصدیق فرما دی کہ جس آخری نبی احمد کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی وہ میں ہوں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳

وَاَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس نبی کے لئے دعا فرمائی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس احمد کی خوشخبری دی تھی وہ احمد میں ہی ہوں

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۵

نبی کریم علیہ السّلام نے اپنے نام بتاتے ہوئے فرمایا اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ کہ میرا نام محمد بھی ہے اور احمد بھی اور اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اور میں عاقب بھی ہوں اور عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

تو اب کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس تصدیق کے بعد کوئی بھی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ کوئی دوسرا انسان حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی بشارت کو اپنے لئے سمجھے نہیں تو لازم آئے گا کہ حضور علیہ السّلام نے نعوذ باللہ جھوٹ فرمایا ہے اور ایک تصدیق کے بعد اگر کوئی دوسرا انسان وہی چیز اپنے لئے سمجھے گا تو ازروئے قانون وہ جرم ہوگا۔ مثلاً ایک درخت پر کسی

ڈپٹی کمشنر نے دستخط کر دیئے اب اس درخواست پر کوئی سپاہی اپنے آپ کو ڈپٹی کمشنر سمجھ کر دستخط کرے گا تو وہ قابلِ قبول نہیں بلکہ سزا کا مستواجب ہو گا۔ اور یہ خیال رہے کہ دستخط عبارت کے ختم ہونے کے بعد ہی ہوتے ہیں۔

ختمِ نبوت کا اقرار

مرزا صاحب کی زبان سے

انجام آتھم صفحہ ۲۷ میں علی روس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا۔

وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَسَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ فَھُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ

اور ہمارے رسول سید الکونین کے بعد جس نے یہ کہا کہ میں حقیقی طور پر نبی یا رسول ہوں تو وہ کافر اور کذاب ہے۔

کتاب مذکور صفحہ ۲۶-۲۷ کہ میں مسلمان ہوں اور قرآنِ پاک کو مانتا ہوں کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت

کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول ہوں اور نبی ہوں۔

ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۴

وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلَیْہِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَۃُ الْمُرْسَلِیْنَ فَلَیْسَ حَتّٰی اَحَدٍ اَنْ یَّدَّعِیَ النُّبُوَّۃَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا الْمُصْطَفٰی عَلٰی طَرِیْقَۃٍ مُّسْتَقِلَّۃٍ

اور تحقیق ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ پس اب کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ ان کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ ہے۔

ظلّی اور بروزی نبوّت کا فریب

انگریزی نبی مرزا صاحب نے ظلّی اور بروزی کی اختراع سے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ ظلّی اور بروزی اور مستقل اور غیر مستقل اور حقیقی اور مجازی نبوت کی تشریح نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور نہ ہی کسی محدث اور مفکر نے اس کی کوئی نقل پیش کی ہے یہ محض مرزا کی اپنی ذہنی اختراع ہے اور مرزا صاحب نے ختم نبوت کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ظلّی نبوت کا ڈھونگ رچایا ہے چنانچہ ضمیمہ حقیقت الوحی کے صفحہ ۶۴ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

وَالنُّبُوَّۃُ قَدِ انْقَطَعَتْ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا کِتَابَ بَعْدَ الْفُرْقَانِ وَلَا شَرِیْعَۃَ الْمُحَمَّدِیَّۃِ وَاِنِّی سُمِّیْتُ نَبِیًّا وَذَالِکَ اَمْرٌ ظِلِّی۔

کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت منقطع ہو چکی ہے اور اس قرآن کے بعد اب کوئی کتاب نہیں اور حضور علیہ السلام کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں ہے اور مجھے جو خدا نے نبی کہا ہے وہ صرف ظلّی طور پر ہے۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایک استہزاء اور تمسخر ہے کہ مال بھی چوری ہو گیا اور مہر بھی نہیں ٹوٹی۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی مہر لگائی مگر مرزا صاحب نے نبوت کو اس ہوشیاری سے چرایا کہ چوری بھی کر لی اور خدا کی لگائی ہوئی مہر بھی اسی طرح رہی تو یہ اللہ تعالیٰ

کے ساتھ تمسخر نہیں تو پھر کیا ہے ظلی اور بروزی نبوت کا اعلان محض ایک فریب ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ چونکہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے اس لئے مرزا صاحب نے ان نصوصِ قطعیہ کی ظاہری مخالفت سے بچنے کے لئے ایک نئی اور نرالی راہ نکالی ہے۔ اور دعویٰ نبوت کی پردہ پوشی کے لئے ایک جدید اصطلاح اختراع کی کہ جس کا کہیں کتاب و سنت اور اقوال صحابہ اور علمائے امت میں کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ محض ایک دھوکہ اور فریب ہے اصل میں حقیقی اور نعوذ باللہ تشریعی نبوت مراد ہے جو مرزا صاحب کی کتابوں میں اکثر اس کا اعلان کیا گیا ہے اور یہ ظلی اور بروزی اور غیر تشریعی اور مجازی نبوت نہ عقلاً صحیح ہے اور نہ نقلاً۔ مثلاً اگر کسی عورت کے اصلی خاوند کے ہوتے ہوئے کوئی آدمی اس عورت سے کہے کہ میں بھی تیرا خاوند ہوں تو وہ عورت حیران ہو کر پوچھے گی کہ میرا خاوند تو اللہ کے فضل و کرم سے زندہ ہے تو تو میرا خاوند کیسے بن گیا تو وہ یہ کہے کہ حقیقی تو تیرا وہی ہے مگر میں تیرا مجازی خاوند ہوں۔ تو ایک غیرت مند عورت یہ کسی صورت بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ کہ اس کے حقیقی خاوند کے ہوتے ہوئے اسے یہ کوئی کہے کہ میں تیرا ظلی۔ بروزی اور مجازی خاوند ہوں تو جس طرح ایک خاوند کے ہوتے ہوئے کسی عورت کا دوسرا خاوند نہیں ہو سکتا ہے ظلی اور بروزی نہ حقیقی اور نہ مجازی تو اسی طرح کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اب کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا نہ حقیقی اور نہ مجازی اور نہ ظلی اور نہ بروزی اور ایک مرد مومن یہ کسی صورت بھی برداشت نہیں کر سکتا اور یا مثلاً کوئی آدمی کسی لڑکے سے کہے کہ میں بھی تیرا باپ ہوں تو اس لڑکے کی غیرت جوش میں آ

جائے گی اور مرنے مارنے کو تیار ہو جائے گا تو وہ کہے گا کہ چلو اصلی اور حقیقی باپ نہ سہی ہیں تمہارا ظلّی اور بروزی باپ ہوں تو بھی وہ لڑکا کسی صورت بھی برداشت نہیں کرے گا۔ کہ کوئی آدمی اس کے باپ ہونے کا مدعی ہو جائے وہ حقیقی ہو یا ظلّی اور بروزی طور پر

اس واضح حقیقت کے بعد اب کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد مبارک پر غور کیا جائے۔

ابن ماجہ شریف صفحہ ۲۷ مشکوات شریف صفحہ ۴۲ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔

اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ

کہ میں تمہارے لئے اسی طرح ہوں جس طرح بیٹے کے لئے باپ تو اس حدیث پاک کے مطابق جب حضور علیہ السّلام ہمارے روحانی باپ ہوئے اور ہم کملی والے آقا علیہ السّلام کے روحانی بیٹے تو پھر ہم یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ اب کوئی پاگل انسان ہمارا ظلّی یا بروزی باپ بننے کا مدعی ہو۔

تو جب ایک غیرت مند لڑکا اپنے حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو باپ ہونا برداشت نہیں کر سکتا نہ حقیقی اور نہ ظلّی اور نہ بروزی تو پھر ایک غیرت مند امت اپنے حقیقی نبی کملی والے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہوتے ہوئے یہ کیسے برداشت کر سکتی ہے کہ کوئی پاگل انسان اب کسی قسم کی نبوت کا مدعی ہو

چار حقیقی اشارے

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ اپنی ذات۔ کعبہ شریف کی عزت۔ قرآن پاک کی شان اور اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے مقام کو بیان فرماتے ہوئے اَلنَّاس کا لفظ فرمایا ہے مثلاً اپنی ذات کے لئے فرمایا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس

کہ اے میرے محبوب تو کہہ دے کہ اللہ کسی فرقے۔ کسی قوم اور کسی جماعت کا رَبّ نہیں ہے بلکہ وہ نسلِ انسانی کا رَبّ ہے اور کعبہ شریف کی عزّت کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ

کہ ہم نے اس گھر کو کسی فرقے۔ کسی قوم اور کسی جماعت کے لیئے نہیں بلکہ نسلِ انسانی کے لئے مرکز بنایا ہے اور قرآنِ پاک کی شان کو بیان فرماتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ھُدًی لِّلنَّاس کہ ہم نے قرآن شریف کو بھی کسی قوم۔ کسی فرقے اور کسی خاص جماعت کے لئے نہیں بلکہ نسلِ انسانی کے لئے ہدائیت نامہ بنایا ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے مقام کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاس۔ کہ اے میرے محبوب پاک ہم نے تمہیں کسی فرقے۔ کسی قوم اور کسی جماعت کے لئے نہیں بلکہ نسلِ انسانی کیلئے رسول

بنا کر بھیجا ہے تو خدا تعالیٰ کے ان ارشادات اور قرآن پاک کے اس فیصلے کے بعد اگر کوئی آدمی کوئی اور خدا تسلیم کرتا ہے تو وہ نسلِ انسانی میں سے نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی آدمی کعبہ شریف کے ہوتے ہوئے کسی اور مقام کو کعبہ مانتا ہے تو وہ بھی نسلِ انسانی سے خارج ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص اس قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کتاب کو قرآن تسلیم کرتا ہے تو وہ بھی نسلِ انسانی میں سے نہیں ہے اور اسی طرح اگر کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ہوتے ہوئے کسی اور کو نبی مانتا ہے تو وہ بھی نسلِ انسانی میں سے نہیں ہے کیوں کہ خدا نسلِ انسانی کا رب ہے اور کعبہ نسلِ انسانی کا مرکز اور قرآن نسلِ انسانی کے لئے ہدایت نامہ ہے اور حضور علیہ السلام نسلِ انسانی کے لئے نبی اور جب حضور علیہ السلام نسلِ انسانی کے لئے نبی و رسول ہیں تو پھر اب وہ کون سا انسانی ٹولہ ہے کہ جس کے لئے کسی اور نبی کی ضرورت ہے اور پھر حضور علیہ السلام نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۶۲ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۱۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام انبیاء پر مجھ کو چھ فضیلتیں حاصل ہیں اور ان میں ایک یہ بھی ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ کہ مجھے نسلِ انسانی کے لئے بھیجا گیا ہے اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اور پھر حضور نے فرمایا مشکوٰت شریف صفحہ ۵۱۳۔ اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ۔ کہ مجھ پر ختم نبوت کی مہر اس وقت ہی لگ گئی تھی جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی میں گوندھے جا رہے تھے۔ اور اللہ کے نزدیک مجھے خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔

ٹیچی ٹیچی فرشتہ

قانونِ الٰہی کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم علیہ السلام تک حضرت جبریل علیہ السلام ہر نبی پر وحی لاتے رہے مگر انگریزی نبی مرزا صاحب کے پاس جو فرشتہ آتا تھا اس کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۳۳۲ میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوقت قلت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم اس لئے دعا کی گئی کہ ۵ مارچ ۱۹۰۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا میں نے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام "ٹیچی ٹیچی" ہے۔

نبی پنجابی اور الہام انگریزی

قانونِ الٰہی کے مطابق ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان دے کر مبعوث کیا جاتا رہا ہے تاکہ وہ نبی اپنی قوم کی زبان میں اپنی تعلیمات الٰہی اور احکام خداوندی اچھی طرح سمجھا سکے۔ اور وہ قوم اپنے نبی کے ارشادات عالیہ اور تعلیمات سے مستفیض ہو سکے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا اور اگر نبی اور اس کی قوم کی زبان مختلف ہوتی تو پھر کوئی قوم بھی کسی نبی کے بتائے اصولوں اور اس کی تعلیمات سے فیض یاب نہ ہو سکتی۔ اور پھر جو زبان نبی کی ہوتی تھی خدا

تعالےٰ بھی اسی زبان میں اپنے نبی سے ہمکلام ہوتا اور اسی زبان میں وحی والہام کرتا کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر یہ دقت پیش آتی کہ نہ نبی خدا کی کلام اور وحی و الہام سمجھتا نہ قوم کو سمجھا سکتا۔ اس لئے قرآنِ پاک نے بار بار اس حقیقت کو دہرایا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

کہ ہم نے قرآنِ پاک کو عربی زبان میں نازل کیا ہے اس لئے کہ ہمارے نبی کی زبان عربی تھی۔

گویا کہ مصطفےٰؐ کی زبان عربی اور خدا کا قرآن عربی اور یہ ایسا اس لئے کیا گیا کہ عرب والوں کی زبان بھی عربی تھی۔ مگر انگریزی نبی مرزا صاحب کے وحی والہام کو دیکھو کہ مرزا صاحب پنجابی اور الہام ہوتا ہے انگریزی میں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

حقیقتہ الوحی صفحہ ۳۰۳ نشان نمبر ۱۳۳

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہوں تاہم خدا نے بعض پیشگوئیوں کو بطور موہبت انگریزی میں میرے پہ نازل فرمایا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ایک دفعہ مجھ پہ وحی کی۔

I LOVE YOU. I am with you, I am happy life of pain. god is comming by his army He is with you to kill enemy the daye shall come when god shall help you god maker of earth and heaven.

ترجمہ : کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہاں میں

خوش ہوں ۔ زندگی دکھ ہے ۔ خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے ۔ وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لیئے تمہارے ساتھ ہے ۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا ۔ خدا تعالیٰ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے

یہ ہے وہ انگریزی الہام جو پنجابی نبی کو ہوا ۔ اب غور کرو کہ بقول مرزا صاحب وہ انگریزی سے بالکل بے بہرہ تھے اور وہ انگریزی زبان سے کلیتہً ناواقف تھے تو پھر یہ یقینی امر ہے کہ مرزا صاحب نے اس انگریزی الہام کو سمجھنے کے لئے کسی بابو سے ترجمہ کرایا ہوگا ۔ تو وہ ترجمہ کرنے والا مرزا صاحب کا استاد بن گیا ۔ حالانکہ کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہیں ہوتا ۔ اور پھر یہ کہ جب وہ خود ہی الہام کو نہ سمجھتے تھے تو پھر اپنی اُمتِ مرزائیہ کو کیا سمجھاتے ہوں گے ۔ مرزا صاحب کو انگریزی میں الہام ہونے کوئی بعید نہیں اس لئے مرزا صاحب انگریزوں کے بنائے ہوئے نبی تھے ۔ اور یہ الہام آسمان سے نہیں بلکہ برطانیہ سے ہوا ہوگا ۔ اور خدا کی طرف سے نہیں بلکہ ملکہ الزبتھ کی طرف سے ہوا ہوگا ۔

سوال و جواب

سوال :- خاتم النبیین کا اطلاق ایسا ہے جیسا کہ کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین لکھتے ہیں اور اس سے کسی کے نزدیک یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب اس کے بعد کوئی محدث اور مفسر پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ کلام بطور مبالغہ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ کو فرمایا تھا۔ اطمئن یا عم فانک خاتم المھاجرین فی الھجرۃ کما انا خاتم النبیین فی النبوۃ۔

کہ اے چچا آپ مطمئن رہیں اس لئے کہ آپ ہجرت کے بارے میں ایسے ہی خاتم المہاجرین ہیں جیسا کہ میں نبوت کے بارے میں خاتم النبیین ہوں

جواب :- کہ خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین اس قسم کے محاورات میں بھی خاتم کے معنے آخر ہی کے ہیں۔ اور ایسا محاورہ اسی مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی افضلیت ثابت کرنی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کی افضلیت تب ہی ثابت ہوسکتی ہے جب کہ کمال اور افضلیت کا انتہائی اور آخری درجہ اس کے لئے ثابت کیا جائے۔ رہا حضرت عباس رض والی حدیث کا مطلب تو وہاں بھی خاتم بمعنی آخر ہی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی۔ مکہ فتح ہونے پر ہجرت فرض نہ رہی تھی جیسا کہ بخاری شریف میں ہے لا ھجرۃ بعد الفتح کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے ہی ہجرت

فرمائی تھی۔ جیساکہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۶۶۸ میں ہے۔

ھاجر قبل الفتح بقلیل و شھد الفتح۔ کہ حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے پہلے ہی ہجرت فرمائی اور فتح میں شامل ہوئے اس لئے حضرت عباس کو اس کا صدمہ اور غم تھا کہ میں ہجرت میں سابقین اور اوّلین میں سے نہ ہوا اور سابقیت کی فضیلتیں مجھ کو حاصل نہ ہوئیں۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کو تسلّی دی کہ اگرچہ سابقیت اور اولیت کی فضیلت فوت ہو گئی مگر خاتمیت کی فضیلت تو حاصل ہو گئی۔ کیونکہ جس طرح سابقیت فضیلت کی وجہ سے ہے اسی طرح خاتمیت بھی افضلیت کی وجہ سے ہے اور فرمایا کہ تم خاتم المہاجرین ہو جس طرح کہ میں خاتم النبیین ہوں دونوں جگہ خاتم کے معنی آخری کے ہیں۔ حضرت عباس آخری مہاجر تھے جس طرح حضور علیہ السلام آخری نبی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس ختمِ نبوت کی خاطر ہزاروں مسلمانوں نے جانیں قربان کیں آج وہ سرکاری اور قانونی طور پر بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

شکریہ!

چنیوٹ کی مشہور و معروف تاجر برادری کے ایک نیک و مخلص نوجوان شیخ محمد نعیم صاحب " نعیم سلک فیکٹری کے مالک ہیں جو ہر قدم پیر میری ہر طرح کی معاونت کرتے رہتے ہیں میں ان کا تہِ دل سے مشکور و ممنون ہوں۔

(سیّد افتخار الحسن)